خیر الخیر

معروف بہ

مرغوب السّالکین

مُصنّفہ خواجہ محبُوب عالم قدس سرّہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ

نُورٌ علیٰ نُورٍ یھدی اللہ لنورہٖ من یشاء

نسخہ فیض آگین مرادُ العاشقین سراجُ السالکین

مسمّٰی بہ

خیرُ الخیر

معروف بہ

مرغوبُ السّلوک

مصنّفہ

عالمِ ربانی عارفِ حقّانی مظہرِ فیضِ یزدانی محبوبِ سبحانی حضرت سیدنا و مُرشدنا

خواجہ محبُوب عالم شاہ صاحب

نقشبندی سیدوی

قدس سرہٗ

نام کتاب ـــــــــ خیر الخیر معروف مرغوب السلوک

نام مصنف ـــــــــ حضرت خواجہ محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ

تعداد ـــــــــ ایک ہزار ۱۰۰۰

بار ششم ـــــــــ نومبر ۱۹۹۵ء

مطبع ـــــــــ معظمی پرنٹرز مال پلازہ راولپنڈی صدر
فون نمبر ۵۸۶۶۶۷

قیمت ـــــ =/۱۵۰ روپے
علاوہ ڈاک خرچ

ملنے کا پتہ
صاحبزادہ محمد احمد سجادہ نشین آستانہ عالیہ توکلیہ محبوبیہ سید اشریف
تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین

فہرست مضامین کتاب خیر الخیر یعنی مرغوب السلوک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اس وقت جنیدِ زمانہ اور بایزیدِ وقت قطب العالم خواجہ محبوب عالم کی کتاب "خیر الخیر" کا مختصر تعارف مقصود ہے جن کی ذاتِ گرامی قلت آمیزی کی وجہ سے جو اس مشرب کا لازمہ قرار دیا گیا ہے چشمِ عالم سے پوشیدہ رہی لیکن اپنے بعد طالبینِ حق کیلئے فنِ عرفان میں اپنی کتاب "خیر الخیر" ایک ایسی روشنی چھوڑ گئے ہیں جیسے بحرِ ظلمات میں روشنی کا مینار، اور اگر یہ اصول صحیح ہے کہ متکلم کی اگر معنوی ملاقات کا شوق ہو تو اس کو اس کے کلام میں تلاش کرنا چاہیئے وہاں مل جائے گا۔ اگر خوشبو کی تلاش ہو تو پھول کو تلاش کرو وہاں مل جائے گی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے چار بار بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ آپ کی ملاقات کہاں اور کیسے نصیب ہو سکتی ہے چار بار ایک ہی جواب ملا کہ اپنی کلام میں۔ ؎

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگِ گل
ہر کہ خواہد دیدنم در سخن بیند مرا

میرے قبلۂ عالم کے عرفان کی معنوی اور زندۂ جاوید اور صحیح فوٹو یہ کتاب لاجواب ہے۔ قبلۂ عالم خواجہ محبوبؒ عالم بنفسِ نفیس سالہا سال طلبِ مولا میں آبلہ پا رہے اور تلاشِ حق کی وادیاں عرصہ ہائے دراز تک مجاہدہ گاہ بنی رہیں اور شیخ کامل و مکمل و اکمل ساقیٔ شرابِ محبت صفدرِ میدانِ ولایت حجۃ اللہ علی الخلق الملقب بالعرش حبیب الرحمٰن خواجۂ توکل شاہؒ کے زیرِ تربیت کامل مجاہدات کے بعد مشاہدۂ حق اور وصالِ الٰہی کی دولت پائی اور فنِ عرفان کے ایک ایک مقام کی تفصیلی سیر سے شادکام ہوئے اور ہر مقام کے گوشہ گوشہ

اور کونہ کونہ کا مشاہدہ نصیب ہوا۔ سیر انفسی اور سیر آفاقی کو جہاں تک الفاظ کا جامہ پہنانا ممکن تھا خوبصورت اور سادہ لباس پہنا کر زیبِ قرطاس فرمادیا تاکہ رہروانِ طریقت اِس راہ کے نقصانات سے بچ جائیں اور سمجھ میں آجانے سے ترقی میں آسانیاں پیدا ہوجائیں اور طالبانِ حق غلط روش رکھنے والے متصوفہ کی غلط نقّالی سے دھوکا کھاکر کہیں اصل حقیقت سے محروم نہ رہ جائیں۔ ایسے اَن دیکھے راہ میں پہلے قدم کا غلط اُٹھ جانا یقینی اور بدیہی امر ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ اس راہ کا بہت بڑا حادثہ ہے۔ پھر جو قدم اُٹھے گا۔ غلط سمت کو ہی جائے گا۔ اس لئے حضرت خواجہ کی دُور بین اور حکیمانہ نظر نے بھانپ لیا، کہ کم از کم طالبِ مولا کا ذہن اس تعلیم سے آشنا ہوجائے تاکہ اگر خوش نصیبی سے اس کے حصُول کا موقع ملے تو ذہن انتشار کا شکار نہ ہوجائے۔ اس لئے اس راہ کے مقامات کی نشاندہی ضروری تھی جس کا حق آپ نے ادا کردیا۔ تصوّف کی باریکیاں سالک کی ابتداء سے لیکر اِنتہا تک تمام احوال مُرشدِ کامل کی شناخت اور یافت آدابِ شیخ، تربیت، خطرات سے آگاہی، نتائجِ تربیت، کشف و کرامات اور مقبولیت وغیرہ کو نہایت عمدہ پیرایہ اور سادہ اسلوبِ بیان میں تحریر فرمایا۔ تصوّف کے احوال و انوار جو ہدایت کی جان ہیں۔ اسلام کی رُوح ہیں وہ اس تحریر میں بول رہے ہیں۔ یہ کتاب حقیقت میں وقت کی ایک اہم ضرورت تھی جس کو حضرتؒ نے پُورا فرمایا۔

روحانیت سے بیزاری اور بیگانگی کا سبب

یہ دَور مادی دَور ہے۔ روحانیت سے یہ دور بہت دُور جاچکا ہے اور جارہا ہے اس لئے فنِ تصوّف پر جہاں موجودہ مادی دنیا کی طرف سے اعتراضات اور شبہات کے وار کئے گئے ہیں ان میں سب سے بڑا وار اور حملہ جو کیا گیا ہے اور اس کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور پیٹا جارہا ہے نہ صرف عوام کی طرف سے بلکہ علمی دُنیا کی طرف سے بھی یہ

کہا جا رہا ہے کہ یہ تصوّف راہبانہ اور خلوت پسندانہ طریقہ ہے۔ یہ خانقاہی طریقہ لوگوں کی عملی قوت کو مفلوج کرتا ہے۔ تصوّف کی تعلیم ایسی ہے جیسے ذیابیطس کے مریض کو شکر کھلانا اس کا ماخذ اسلام نہیں ہے۔ بلکہ اسلام سے بیگانہ الگ چیز ہے بعض لوگوں نے اس کا رشتہ ہندوانہ جوگ سے جا ملایا ہے اور ناموزوں الفاظ سے دُہرایا ہے صرف اس لئے کہ لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو اور تصوّف کو اسلام سے بیگانہ خیال کیا جائے۔ حالانکہ تصوّف کی زندگی اسلام کی زندگی ہے اور اس کی موت اسلام کی موت ہے کیونکہ کوئی جسم بلا جان زندہ نہیں رہ سکتا۔ توحید و رسالت جو اصل سرمایۂ دین ہے اس کی تکمیل ہی اوّلین مقصدِ تصوّف ہے اور بس۔

جو تصوّف اور فقر اسلام سے بیگانہ کرے اور توحید و رسالت سے متصادم ہو تو میرے نزدیک وہ فقر نہیں وہ سراسر گمراہی ہے اور اس کے تصرّفات استدراج ہیں اس کا کمال ایمانی سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا حقیقی صُوفی رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلم کا پورا عکس ہوتا ہے اور رسالت کے تمام فرائض ادا کرتا ہے۔ تصوّف اسلام کی خوابیدہ رُوح کو بیدار کرتا ہے یا اس سوز کو اور اس آتشِ محبّت کو جو اس کی فطرت میں رکھی گئی ہے بھڑکاتا ہے جس کی بنا پر یہ خُداوندِ کریم کا قابل خطاب بنا اور خلعتِ خلافت سے نوازا گیا جو ماسوائے حق کو خاکستر بنا کر اس کو وحدت اور رسالت کا سچّا عاشق بنا دے۔ یہی تصوف کا مقصد ہے۔ دین کے اس خالص لطیف ترین اور بلند ترین اور مظلوم شعبہ سے ہمارے زمانہ کے عوام و خواص کی بیگانگی اور بُعد کے اسباب تو بہت ہیں لیکن ایک عمومی سبب یورپین اقتدار کے ساتھ مادیّت و دہریّت کا وہ سیلاب ہے جس کے زہریلے اثرات نے غیر محسوس طریقہ سے نہ صرف ذہنوں کو بلکہ رُوحوں تک کو کھا ڈالا اور دین کے اِس بنیادی شعبہ یعنی رُوحانیت سے بیگانگی کا یہ عالم پیدا کر دیا کہ اِس شعبہ کو دین سے ایک الگ اور جُدا شے قرار دینے لگے۔ گویا کہ دین میں اور تصوّف میں کوئی رشتہ ہے ہی نہیں۔

اور یہ شعبہ اہلِ زمانہ کی بے مہری کا شکار ہو کر رہ گیا۔ عیسائی دنیا کا تو یہ عقیدہ درست تھا کہ ان کی رُوحانیت کا ان کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں تھا کیونکہ ان کا مذہب اس قدر غیر معتدل اور مسخ اور مُردہ ہو چکا تھا کہ مذہب ان کو کچھ بھی دینے سے قطعاً قاصر تھا۔ مُردہ کسی کو دے بھی کیا سکتا ہے لیکن تعجب تو اس قوم پر ہے جس کا مذہب اتنا مکمّل اور زندہ ہو اور زندگی تقسیم کرنے کیلئے چشمۂ سلسبیل لگا رکھا ہو۔ جس کے مذہب نے اس کے ماننے والوں کو وہ سب کچھ دیا ہو جس کی انسانیت کو ضرورت تھی۔ وہ رُوحانیت سے کیسے بیزار ہو سکتی تھی۔ خصُوصاً سکُونِ قلب کی وہ لازوال دولت جو بادشاہوں کو باوجود اپنی وسیع سلطنت کے نصیب نہ ہو سکی جس کی تلاش میں ایک دُنیا سرگرداں ہے۔ جس کے مذہب نے اس آبِ حیات کی سبیل لگا رکھی ہے اور اس کے پینے کی دعوت دے رہا ہو۔ وہ کیسے اس زہر سے متاثر ہو گئی؟

یاد رکھئے کہ مذہب سراسر اطمینان ہے کیونکہ اس کا مقصد معیّن اور اس کے وسائل اور راستے واضح اور روشن اور مرنے کے بعد ایک درخشاں زندگی کا تصوّر پیش کرتا ہے جس سے موت جیسی کڑوی چیز کی ناگواری کم ہو جاتی ہے اور بعض وقت خوشی سے موت کو قبول کر لیا جاتا ہے اور آج بھی یہ نعمت کسی مردِ مومن حق آگاہ کے جھونپڑے میں مل سکتی ہے۔ اس نعمت کے حصُول کے لئے جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے اس کا نام تصوّف ہے اور یہی سمجھانے کیلئے کتاب لکھی گئی ہے۔

ایک شُبہ کا ازالہ

بعض دوستوں کی طرف سے اس خیال کا اظہار کیا گیا ہے کہ اس کتاب کی اشاعت نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ یہ اسرار ہیں اور اہل بہت قلیل ہیں بلکہ اس دور میں تو نایاب ہی سمجھئے اور نااہل سے یہ اندیشہ ہے کہ وہ اِن اسرار سے نافہمی کی بنا پر ایک دنیا کو گمراہ

کرنے کا سبب بنیں گے۔ بلکہ بعض دوستوں نے ایسے واقعات بھی سنائے لیکن مجھے اس بارے میں ان حضرات سے اتفاق نہیں۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضرت مصنّف قدس سرّہ ولایتِ خاصہ کے اس رفیع الشان مقام پر فائز تھے جہاں ولیٔ کامل کا ہر کام
ارادہ مشیّتِ الٰہی اور ارادۂ ازلی کے ماتحت ہوتا ہے اور یہ حضرات اپنے ارادے سے فانی اور اس کے ارادہ سے باقی ہوتے ہیں۔ اپنی تدبیر ان کے توحیدی مقام کے سراسر خلاف ہوتی ہے۔ بلکہ تدبیر ان کے نزدیک شرک ہے۔ لہٰذا یہ تصنیف ارادہ اور حکمتِ الٰہی سے منصۂ شہود پر آئی۔ اور حضرتِ مصنّف جو اپنے دور میں کشف وشہود کے بادشاہ تھے۔ بغیر ارادۂ الٰہی کیسے اتنا بڑا کام کرنے کی جرأت کر سکتے تھے۔ لہٰذا ان کے اس ارادہ کے مقابلے میں کسی کی رائے کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ جو کچھ آپ نے کیا وہ درست تھا اور رہے اور رہے گا۔ نیز یہ شبہ کہ نااہل لوگ جن کی بہت کثرت ہے وہ اس کتاب کو پڑھ کر اپنی دوکان چمکانے کی کوشش کریں گے یا کر رہے ہیں۔ تو گذارش یہ ہے کہ کیا ڈاکوؤں راہزنوں کے خوف سے خالص سونے اور زر و جواہرات کی دوکانیں بند کر دیں یا جیب کتروں کے ڈر سے لوگوں نے جیبیں لگانا چھوڑ دی ہیں؟ کتّوں کے خوف سے کتنے گداگروں نے گداگری ترک کر دی ہے؟ سب سے بڑی اور آخری کتاب قرآنِ پاک جس کی کامل افادیت پر ایمان ہے اس کے بارے میں رب کریم خود فرماتے ہیں۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ سینکڑوں گمراہوں نے اسی قرآن کا نام لے کر اپنی دوکانیں چمکائی ہیں اور چمکا رہے ہیں۔ کیا قرآن کی اشاعت بند کر دی جائے۔ یہی حال حدیثِ پاک اور فقہ کا ہے ایک ایسا گروہ بھی ہے جو حدیث پاک اور فقہ کی اشاعت کو تمام گمراہیوں کا منبع قرار دیتا ہے۔ ایسے گدھوں کی وجہ سے جن کو زعفران سے بُو آتی ہے۔ زعفران کی افادیت سے انکار نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی تخم ریزی ختم کی جا سکتی ہے۔ سر درد کا علاج سر کاٹنا نہیں۔ ہاں اس درد کا علاج سوچنا چاہیئے۔ احباب کے سامنے اس کا تاریک پہلو تو ہے

لیکن روشن پہلو کیوں سامنے نہیں۔ سو اشاعت بند کرنے کی بجائے افہام وتفہیم کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس خطرے کی وجہ سے جس کی بنا پر احباب اشاعت بند کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ مقاماتِ سلوک اور ان کے طے کرنے کی حقیقت واضح کردی جائے تاکہ ان کا مفہوم غلط نہ سمجھیں۔ پھر بھی اگر نہ سمجھیں تو ہم اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائیں گے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

آیئے! ذرا مقامات سلوک پر مختصر سا تبصرہ کریں کہ مقاماتِ سلوک اور ان کے طے کرنے کے معنی کیا ہیں؟ تمہیدی طور پر سلوک کی چند باتیں سمجھ لیجئے۔

سلوک کی تعریف سلوک کہتے ہیں خدا تک پہنچنے کو بطور سیر کشفی نہ کہ بطریق استدلال۔

سالک کی تعریف جو یہ راستہ اختیار کرے اور ہر دم آگے بڑھے کسی جگہ قیام نہ کر بیٹھے اور جو قدم پڑے آگے ہی پڑے اسے سالک کہتے ہیں۔

واقف جو سالک کسی مقام پر رُک جاتا ہے اور اپنی حالت میں جمُود پاتا ہے اُسے واقف کہا جاتا ہے۔

راجع جب ایسا شخص کسی مقام پر دیر تک اڑا رہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ پیچھے کو ہٹنے لگتا ہے ایسے شخص کو راجع کہتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر یہ صُورت پیش آجائے تو اسے کوئی معقُول انتظام کرنا چاہیئے تاکہ مایُوسی نہ پیدا ہو۔ کیونکہ مایُوسی اس راہ میں خطرناک منزل ہے۔

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دُور شُد

سلوک کی دو قسمیں

ایک سلوک حقیقی، دوسرا سلوک اصطلاحی، سلوک حقیقی میں سب سلاسل طریقت مشترک ہیں اور سلوکِ اصطلاحی میں سب کا مشرب الگ الگ ہے۔ کبھی کبھی سلوک اصطلاحی میں سلوکِ حقیقی بھی طے ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا۔ اس وقت ہمارے پیش نظر نقشبندی مجدّدی سلوک یعنی مجدّدی طریقت ہے کیونکہ یہ کتاب "خیر الخیر" مجدّدی سلوک میں تحریر کی گئی ہے۔ لہٰذا اس کے بارہ میں ہی بطور اختصار کچھ عرض کرنا ہے۔ آل ورلڈ ریڈیو پر اگرچہ بہت سے سٹیشن ہوتے ہیں مگر دبایا اسی بٹن کو جاتا ہے اور اسی سٹیشن کو لگایا جاتا ہے جس سے مناسبت ہوتی ہے۔

مجدّدی طریقت

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں شریعت کی تجدید فرمائی ہے وہاں شریعت کے باطن جس کا نام طریقت ہے اس میں بھی تجدید فرمائی ہے۔ اگر اس میں تجدید نہ فرماتے تو تجدیدی کام مکمّل نہ ہوتا۔

حضرت مجدّد علیہ الرحمۃ کے دور میں طریقت اور مذہب میں ایک بڑا زبردست خلا پیدا ہو چکا تھا کہ معرفت اور مذہب یہ دو الگ الگ حقیقتیں ہیں جس سے صدہا قسم کی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ حضرت مجدّد علیہ الرحمۃ نے اس وقت کی ایک اہم ضرورت اور بنیادی حقیقت کو واشگاف الفاظ میں اظہار فرمایا کہ طریقت اور مذہب الگ الگ دو چیزیں نہیں ہیں، یا الگ الگ دو حقیقتیں نہیں ہیں بلکہ خُدا شناسی کی ایک ہی بنیاد ہے جس پر مذہب اور طریقت کی تمام عمارت رکھی گئی ہے۔ مذہب اور طریقت میں جسم و جان کی طرح وحدت ہے نہ جسم بغیر جان کے جسم کہلا سکتا ہے اور نہ جان بغیر جسم کے کوئی حقیقت ہے بلکہ ان دونوں

کی وحدت کا نام جسم ہے۔ اس دور میں آپ کا یہ نعرہ تھا کہ اصلی معیار مذہب ہے نہ طریقت۔ بلکہ طریقت وہی ہے جو مذہبی حدود کے اندر پھلے پھولے۔ اگر مذہبی حدود سے باہر نکل جائے گی تو حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنا اعتدال اور موزونیت کھو بیٹھے گی جو اعتدال اور موزونیت اسلام کا خاصہ ہے۔ عشق و محبّت اگرچہ ہر قید سے آزاد واقع ہوئے ہیں اور ایسی صورت میں مذہبی پابندیوں میں طریقت کی جکڑ اگرچہ بظاہر محمود نہیں لیکن بدمستی کو بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اور کوئی فطرتِ سلیمہ اور معتدلہ کی بدخمار بدمست کو پسند نہیں کرتی۔ خواہ دنیا بدخماری کے نشہ میں بدمست ہو کر جھومنے کو پسند کرے لیکن جھومنا اور بات ہے اور عقل و فراست کا اعتدال اور بات ہے۔ نبوّت نے جو معاشرہ قائم کیا ہے یا کرنا چاہتی ہے۔ ایسی طریقت جو جادۂ اعتدال سے نکل جائے کسی صورت برداشت نہیں کرتا۔ ایسی بدمستی مزاجِ نبوّت کے برخلاف ہے اور یہ اس لئے کہ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی معیاری زندگی بہت بلند ہے اور انسانی فطرت کے ہر جذبہ پر حدودِ الٰہیہ قائم کر دیئے ہیں۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰہِ ط وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ ط اسی لئے حضرت مجدّد الف ثانی کے نزدیک جو طریقت اسلام کے معیار پر برابر نہ بیٹھے وہ اسلامی طریقت نہیں ہے۔ خواہ اس طریقت میں کتنی ہی جاذبیت کیوں نہ ہو اور پروانہ وار لوگ اس پر لوٹ پڑتے ہوں کیونکہ اسلام ایک عالمگیر پروگرام لے کر آیا ہے اور عالمگیر حالات کیلئے ایسی طریقت کبھی موزوں نہیں ہو سکتی۔ صراطِ مستقیم وہی مفید ہے جو ہر زمانہ میں مفید اور موزوں ہو۔

سلوک کی بنیاد

سلوکِ طریقت کی بنیاد عشق و محبت ہے۔ جس سلوک اور طریقت کے اندر محبّتِ الٰہیہ کی آگ نہ سلگتی ہو اور حبِ الٰہی کی آتش شعلہ زن نہ ہو اور جس کے اثرات ظاہر و باطن پر

عیاں نہ ہوں وہ طریقت نہ طریقت ہے اور نہ ایسا سلوک کوئی سلوک ہے ہاں اسے صرف نام اور رسم کی طریقت کہہ سکتے ہیں۔ جس کے اندر بناوٹ کے سوا کچھ نہیں۔ ایسی طریقت ذکر کے بھی قابل نہیں۔ ایسی طریقت کے پجاریوں کو اپنے انجام کی فکر چاہیئے۔ جو صاحب طریقت شریعتِ الٰہیہ کی حدود کو پھاند جائے وہ صرف اپنا نقصان نہیں کرتا بلکہ دنیائے اسلام کا نقصان کرتا ہے۔ جس کی تلافی کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔

ایک عُرس پر حاضر ہوا تو وہاں شرعی لباس سے عاری عریاں اہلِ طریقت ڈھول کی تھاپ پر رقص کر رہے تھے جس میں عورتیں، بوڑھے، جوان سب ہی شامل تھے۔ میں نے دوستوں سے کہا کہ یہ لوگ نہیں ناچ رہے بلکہ اسلام ناچ رہا ہے۔ جب اسلام ناچنے لگ جائے گا۔ تو اسلام کی معقولیت پسندی، اعتدال پسندی تو ختم ہو جائے گی جو اسلام کی رُوح ہے۔ کسی کے سر سے شریعت کے بوجھ کی گٹھڑی گرانا تو آسان ہے۔ لیکن اس بوجھ کو سنبھالے۔ منزلِ مقصود پر لے جانا مردانِ راہ کا کام ہے۔ ؎

برکفِ جامِ شریعت برکفِ سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

مجدّد علیہ الرحمۃ کا دُوسرا کارنامہ

امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے طریقت کی بنیاد مذہب پر رکھ کر ایک اور بہت بڑا کارنامہ سر انجام دیا جس کا سہرا آپ کے سر ہے کہ سلوکِ طریقت میں ایک ایسا کامل نصاب بنا دیا جس میں تمام لطافتیں اور حد درجہ کا اعتدال سمو کر عین اسلام اور مذہب کی فطرتِ سلیمہ کے مُطابق ڈھال کر تیار کر دیا۔ جس میں سکر و صحو کا عجیب امتزاج ہے۔ جو شریعت و طریقت کے نازک پیمانوں کو خراماں خراماں منزلِ مقصود کی طرف لے جاتا ہے جس میں جام چھلک جانے کا خطرہ تک نہیں۔ سیر الی اللہ کی ابتدا سے انتہا

تک ہر مقام کی صحیح نشان دہی فرمادی تاکہ سالک کو ایک مقام طے کرنے کے بعد دُوسرے مقام کی سیر کا شوق دامنگیر رہے۔ ایک مقام پر ٹھہر رہنے سے بد دلی اور مایوسی پیدا ہونے کا بہت خطرہ ہے۔ سب سے بڑی چیز جو اس سلوک کو تمام دیگر مسالک اصطلاحی سے ممتاز کرنے والی ہے وہ ہے سیر الی اللہ کے حسن و کمال کی نازک ترین خوبیوں اور تمامتر لطافتوں کو اکٹھا کر کے اسے سلوکِ مجدّدیہ کا نام دیا۔ یوں سمجھئے کہ امامِ ربّانیؒ نے عرفان کے پھولوں کا ڈھیر اکٹھا نہیں کیا بلکہ ان پھُولوں کا رُوح اور عطر کھینچ کر بازارِ عرفان میں لا سجایا۔ پھر آپ کی اس تعلیم کو آں ذاتِ گرامی کے تبحرّ علمی نے اس قدر چمکایا کہ دیگر تمام طریقتیں ماند پڑ گئیں۔ گویا کہ یہ تعلیم ایک آفتاب بن کر چمکی۔ جس کے سامنے دوسری طریقتیں مثل ستاروں کے ماند ہو کر رہ گئیں۔ چار دانگِ عالم میں اس تعلیم کا ڈنکا بجنے لگا۔ شاہ و گدا اس آبِ حیات کے چشمے پر لوٹ پڑے۔ آپ کی یہ بلند ترین اور لطیف ترین تعلیم آپ کے مجدّد ہونے کا صحیح صحیح پتہ دے رہی ہے۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ کیا آج کی طبائع اس بلند ترین اور لطیف ترین تعلیم کے تقاضے پورے کر سکتی ہیں یا کر رہی ہیں ؟ آئیے آج کی طبائع پر حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ ان کی کتاب "سبع سیارہ" میں ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں کہ "استعداد کجا و کرا لیاقتِ ایں مقاماتِ بلنداست۔ ع

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

"بشاراتِ معمولہ ایں خاندان بے تحقیق آثار و علامات در خارج باطن سالک مسموع نیست۔ مگر موشے بخواب اندر شترِ شد۔" اس سے آگے فرماتے ہیں۔

"حضرت ایشاں فرمودند قریب است کہ راہ تسلیک تمام مقاماتِ مجدّدیہ مسدود شود۔ معلوم نیست کہ بر روئے زمین کسے را قوّتِ تسلیک تمام مقامات باشد۔"

بہر حال جتنی یہ تعلیم بلند اور لطیف ہے ۔ اسی معیار کی طبائع بھی درکار ہیں معیاری طبائع نہ ہونے سے شاہ صاحبؒ اس خطرے کا اظہار فرما رہے ہیں ۔ کیونکہ محض لطائف اور مقاماتِ سلوک یاد کر لینے سے اس تعلیم کا مقصد پورا نہیں ہوتا جیسے کسی سیّاح کے سفرنامہ کے عجائبات ایک سمجھ دار گھر بیٹھے پڑھ کر لطف تو اٹھا سکتا ہے لیکن اس کی حقیقت سیّاح کی نہیں ہوتی ۔ تصویر کے دیکھنے سے تمام خط و خال تو نظر آجاتے ہیں لیکن تصویر کچھ اور ہے اور عین کچھ اور ۔ تصویر کے دیکھنے والا عین کا روشناس نہیں ہو سکتا کسی حاجی کا سفرنامہ پڑھنے سے حاجی نہیں بن سکتا ۔ بھلا جن دوستوں کو کیفیات اور اذواق نے کبھی اپنا چہرہ بھی نہ دکھایا ہو اور بے خطرگی و دوامِ نگرانی کا ملکہ بھی پیدا نہ ہؤا ہو اور ساتھ ہی فنائے فنا کے مدارج طے نہ کئے ہوں تو کیونکر ایسے صُوفی کو صاحبِ کمالات ولایت یا نبوّت خیال کیا جائے ۔ آخری بات یہ ہے کہ اگر سلوکِ مجدّدی طے کرنے سے صرف سند حاصل کرنا مقصُود قرار دیا جائے تو طالب کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی سمِّ قاتل نہیں چونکہ اس وقت طبائع کا میلان آرام طلبی کی طرف ہے اور اسناد لینے کے درپے ہیں اسلئے زمانۂ موجودہ میں یہ سلوک کسی حد تک مُضر ثابت ہو رہا ہے اور چونکہ سالک زیادہ غور سے کام نہیں لیتے اور اپنی باطنی نسبت سے اُن کی باطنی نسبت نہیں جانچتے بلکہ طالب کے وہم و گمان پر ہی اگلے سبق پر ترقی دے دی جاتی ہے ۔ چنانچہ چند دنوں میں ولایتِ علیا کی سند سے کمالاتِ نبوّت کے مسند پہ بٹھا دیا جاتا ہے اور خود طالب بھی اپنی خامی کی طرف نہیں دیکھتا ۔ بخلاف بزرگانِ سلف کے کہ طالب کو سالوں بلکہ عمر یں ایک ہی مقام میں گزار دیتے لیکن مقام تبدیل نہ فرماتے کہ خامی باقی نہ رہے ۔ بلکہ مستعد طبیعتوں کے باوجُود بارہ چودہ سال صرف ہو جاتے ۔ پھر بھی پیشوا کی آخری وصیّت ہوتی کہ ہر آن تحفّظ نسبت ضروری است ۔ یہ کبھی نہیں سُنا گیا کہ میٹرک پاس کئے بغیر بی ۔ اے میں داخل کر لیا گیا ہو ۔ لیکن آج کے سلوک میں یہ تعجّب ہے کہ

کمالاتِ ولایت میں ملکۂ راسخہ پیدا ہوئے بغیر کمالاتِ نبوّت میں پہنچا دیا جاتا ہے بہرکیف محض سٹیشنوں کے نام یاد کر لینے سے سفر طے نہیں ہو جاتا۔

سالکین کے دو گروہ

موجودہ دور میں جو علمی طبقہ ہے ان کے ہاں صرف باریک مسائل کو فلسفیانہ لباس میں ذہن نشین کرنا اس تربیت کی تکمیل سمجھی جاتی ہے اور حضرت امام ربّانی کے مکتوبات سمجھنے کو نصب العین قرار دیا جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ سالکین کا ہے جو حقیقتِ محمّدی، حقیقت احمدیؐ، دائرہ محبّتِ صرفہ، دائرہ محبّتِ عامہ، دائرہ تعیّن اور لاتعیّن کی حقیقتوں اور ان کے تعیّنات میں ساری قوت صرف کر دیتا ہے۔ پہلے فریق کے پاس سوائے علمی موشگافیوں کے اور کچھ نہیں۔ نہ اخلاق ہیں نہ عادات نہ اذکار ہیں نہ اشغال بلکہ سلف صالحین کی بو تک نہیں۔ لیکن یہ طبقہ بھی کمالات کا مدعی ہے۔ دوسرا طبقہ اس سے بھی زیادہ قابلِ رحم ہے کہ سالوں سلوک مجدّدی طے کرنے میں صرف کر دیتے ہیں اور اصطلاحات کو بھی یاد کئے ہوئے ہیں لیکن کسی ایک اصطلاح کا صحیح تصوّر بھی ان کے دماغ میں نہیں۔ میں نے کئی ایک سالکین سے مراقبہ کا تصوّر پوچھا۔ تو انھوں نے ہر مراقبہ کا تصوّر کتابی عبارت پڑھ کر ذکر کرنے کو مراقبہ بتایا۔ ایک صاحب سے سبق پوچھا کہ کہاں ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ مسمّیٰ الباطن پر۔ اور ایک نے کہا کہ مراقبہ احدیت پر۔ لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ اُن کے واردات، انوار، مراقبات کا ان کے ظاہر پر کچھ بھی اثر نہیں۔ حرص ہے تو کامل۔ خیالات ہیں تو فاسد۔ لیکن گھنٹوں انہیں مراقبے میں سر جھکائے دیکھتا ہوں۔ کچھ ایسے صاحبِ اجازت حضرات سے ملنے کا اتفاق ہوا کہ ان بے چاروں کو سلوک کی غرض و غایت تک معلوم نہیں۔ کمالات نبوّت کے فیوض کا اتنا زعم کہ داتا گنج بخشؒ اور بابا فرید گنج شکرؒ کو مراتب ولائت سے

آگے بڑھنے نہیں دیا جاتا۔ افسوس کہ مسلک مجدّدی سے منسلک ہو کر امامِ ربّانیؒ کی اس عبارت پر بھی توجہ نہیں کہ محبّت راہ شرط است۔ رُومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ

ع "از محبّت مس ہا زر می شود"

اور جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اصل ناسہی مجازی محبّت کی بھی ہدایت فرمائی ہے کہ ع

"متاب از عشق رو گرچہ مجازی است"

ع "جو سیس تلی پر رکھ نہ سکے وہ پریم گلی میں آئے کیوں"

افسوس کہ یہ حضرات یہ بھی نہیں سمجھ رہے ہے کہ بجائے سالک کے رجعتِ قہقری شروع ہو گئی ہے۔

کیا سلوک سے لطائف کا روشن ہونا مقصود ہے؟

بعض سالکین بلکہ اکثر سالکین لطائف پر تمام ہمت اس لئے خرچ کر دیتے ہیں کہ لطائف میں روشنی اور حرکت پیدا ہو جائے اور اگر ایسا ہو جائے تو پھر بزعمِ خود اسی کو سلوک کا مقصد اور خدائی مشاہدہ خیال کرنے لگتے ہیں لیکن یہ کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ سلوک کا یہ مقصد قرار دینا اور اس میں مگن رہنا بڑی غلط فہمی ہے بلکہ پست ہمتی کا ثبوت ہے۔ افسوس کہ عمر کا ایک کثیر حصّہ اسی میں ضائع کر دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ جس غرض کیلئے یہ راہِ سلوک اختیار کیا گیا تھا وہ گم ہو رہا ہے اور ذکر کی ایک لَے میں منزلِ مقصود کی طرف قدم نہ بڑھا سکے۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کیجئے کہ شیشے کی جلا کا مقصود چہرۂ زیبا کو دیکھنا ہے نہ یہ کہ خود شیشہ کو جلا دیتے رہنا۔ ایسا ہی ذکر کو اور اس کے آثار کو مقصود بنانا اور مذکور سے غافل رہنا۔ اِس سے بہتر تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو احکامِ شریعت کا پابند بناتے چلے جائیں۔ اگر اس کو طریقت کے فیوض حاصل نہیں ہوئے تاہم نقصان کا بھی اندیشہ نہیں۔ لیکن ایسی طریقت کیا کہ سلوک تمام کیا۔ مگر نہ خوفِ الٰہی اور نہ محبّتِ الٰہی۔

نہ توکّل ہے نہ زہد و تقویٰ ۔ پھر بھی باکمال ۔ کمالاتِ نبوّت کی مسند پر فائز ۔ نہ صُورتِ رسُولی نہ سیرتِ رسُولی ۔ کمالاتِ نبوّت جب آتے ہیں تو چھُپے نہیں رہتے ۔ لطائف میں حرکت اور چمک تو پیدا ہوئی مگر آدابِ الٰہی بجا لانے کی توفیق حاصل نہ ہوئی تو اس صُورت میں یہ ایک تماشا ضرور ہو گا اور بس ۔ اس مثال پر غور فرمائیے کہ ایک شخص نے کنواں چلایا لیکن کنویں کا پانی کنویں میں ہی گرتا رہا ۔ اور پانی باہر نکل کر سیراب نہیں کرتا اور کھیتی باڑی کے کام نہ آیا تو ایسے کنویں کے چلانے سے کیا فائدہ ؟ بلکہ اس کا وجود ہی لاحاصل ہے ۔ ایسے کنویں کو کنواں کہنا بھی غلطی ہے ۔ ایک لاری یا ٹرک کے انجن میں پٹرول ڈالنے سے انجن کے اندر کا پنکھا تو چل رہا ہے ۔ پنکھے کے چلنے کی آواز بھی آ رہی ہے ۔ لیکن لاری یا ٹرک کی باڈی نہیں چل رہی اور اس میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہو رہی تو اس کے پنکھے کے چلنے اور اس کے شور مچانے سے کیا فائدہ ؟ پٹرول ڈالنے اور پنکھا چلنے سے مقصد پٹرول یا پنکھے کا چلنا نہ تھا بلکہ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ باڈی کو چلائے اور اس کو رواں دواں منزلِ مقصود پر پہنچائے ۔ تو اسی طرح طریقت سے لطائف کی حرکت یا چمک مقصود نہ تھی بلکہ مقصد یہ تھا کہ یہ حرکت اور کیفیت تمام لطائف سے گزرتی ہوئی انسانی حرکات سکنات اور اعمال پر اثر انداز ہو ورنہ تو سلسلۂ طریقت تمام کا تمام بیکار ہو کر رہ جائے گا ۔ مگر کیا کیا جائے یہ حضرات بھی معذور ہیں کیونکہ جس کسی نے شاہی جلال اور تزک و احتشام اپنی آنکھوں سے کبھی نہ دیکھا ہو اور شاہی جاہ و جلال اور شان و شوکت کی ہیبت اس کے قلب پر وارد نہ ہوئی ہو تو وہ آدابِ شاہی بجا بھی کیسے لا سکتا ہے ۔ جن سالکین نے صرف نامِ خُدا ہی سُنا ہو اور اس کے عظمت و جلال بطور مشاہدہ کبھی بھی اس کے تصوّر میں نہ آئے ہوں وہ ان حقائق کا صحیح عرفان کیسے کر سکتے ہیں ۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

آخری گزارش ہے کہ طریقت سراسر محبّت ہے ۔ اس کا سرمایہ سوز و گداز ہے ۔

طریقت اسی سے پرورش پاتی ہے اور پھلتی پھولتی ہے۔ اسی کے وہ شیریں پھل ہیں کہ اگر کسی خوش نصیب کو اس کا ذائقہ نصیب ہو جائے تو شاہی اسی داؤ پر لگانے کو فخر سمجھتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ متاعِ حیات رائگاں نہیں گئی۔ وہ سب کچھ لٹا کر بھی سمجھتا ہے کہ میں نے سب کچھ پا لیا۔ ؎

ما اگر قلاشِ دگر دیوانہ ایم
مست آں ساقیٔ آں پیمانہ ایم

اور اسی ایک چیز کے نہ ہونے سے شجرِ طریقت پر خزاں کا سماں آ چکا ہے اور ایسا بھیانک چہرہ نکل آیا ہے کہ دیکھنے سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ کچّا گوشت خواہ کتنا بہترین ہو۔ لیکن اگر پکایا نہیں گیا تو اس کو کون کھانا گوارا کرتا ہے۔ اور اگر کچّا کھائے گا تو پیٹ میں درد ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ ؎

تیرے اِک نہ ہونے سے ساقیا نہ وہ دور ہے نہ وہ جام ہے
نہ وہ صُبح اب میری صبح ہے نہ وہ شام اب میری شام ہے

یاد رکھیے

جان دلائل پر نہیں دی جاتی جان حسن پہ دی جاتی ہے۔ دلائل کو تو دلائل سے توڑا جا سکتا ہے۔ لیکن محبّت کی زنجیر تو ہتھوڑوں کی ضربوں سے بھی نہیں توڑی جا سکتی۔ لیکن کیا کیا جائے کہ یہ سوز و تڑپ بھی قدرت کا عطیّہ ہے۔ نہ سوز اپنے اختیار میں ہے نہ تڑپ۔ ؎

نہیں موقوف ہے دیر و حرم پر جلوہ فرمائی
خُدا نے حُسن کی دولت جہاں چاہی وہاں رکھ دی

بہر حال ظاہر و باطن کی صفائی یکساں چلانے کا نام اسلام ہے۔ طریقت ہے۔ ان تمام پر رحمت ہو جو اس کی تلاش و محبت میں سرگرداں ہیں ۔
اللہ تعالیٰ سب کو صراطِ مستقیم دکھائے ۔ آمین ثم آمین

ے نگاہِ بلند سخن دلنواز جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

راقم

نیاز مند فقراء و علماء

صدّیق احمد شاہ توکّلی

اللہ جلّ جلالہٗ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

شیخِ کامل مکمل اور اہلِ دِل کی شناخت و معرفت کا بیان

از معمولاتِ مظہریہ صفحہ ۳۰

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ المقالۃ الرضیہ فی النصیحہ والوصیۃ کے حاشیے میں لکھتے ہیں کہ طالب کو چاہیئے کہ ہمیشہ علمِ لدُنّی کی طلب اور نسبتِ صوفیہ کی تلاش میں جو کہ غنیمتِ کبریٰ ہے مشغول رہے اور اہلِ دِل کی تجسّس اور شیخ کامل مکمل کی جستجو میں کوشش کرتا رہے۔ پس اگر کسی ایسے بُزرگ کو پالیوے کہ جس کی صحبت نسبتِ جذبی کی کنجی ہو اور اس کی تاثیر صحبت لوگوں کی گرفت کر رہی ہو تو اس کی صحبت اختیار کرے تاکہ حالت مطلوبہ یعنی یادداشت اور دوامِ حضوری و آگاہی کا ملکہ ہو جائے لیکن چونکہ علمِ لدُنّی ایک معاملہ ہے۔

پوشیدہ اور حق باطل کے ساتھ اشتباہ رکھتا ہے اور جس جگہ کہ نفع عظیم کی اُمید ہے وہاں ضررِ عظیم کا بھی اندیشہ ہے اور جہاں خزانہ ہے وہاں سانپ اور چور کا بھی احتمال ہے پس بیعت کرنے اور کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کیلئے واجب ہے کہ جلدی سے کام نہ لے۔ اندیشہ ہے کہ اس کا ہاتھ کسی شیطان کے ہاتھ میں جا پڑے اور ایمان کو بھی ہاتھ سے دے بیٹھے۔ اور یہ نصیحت صرف اسی زمانہ والوں کے واسطے مخصوص نہیں۔ بلکہ اکابر سلف بھی اسی طرح فرما گئے ہیں۔ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست — پس بہر دستے نشاید داد دست

ترجمہ: بہت شیطان ہیں آدم کی صُورت — نہیں ہر اک لائق بہر بیعت

اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

نگہدار آں مرد در کیسہ دُرّ — کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُرّ

ترجمہ شعر: بچائے وہی اپنے موتی جو جانے — کہ ہے خلق سب جیب کتروں سے معمُور

اور شیخ کامل مکمل کے دریافت کرنے کا طریقہ اس میں منحصر نہیں ہے کہ اس سے کرامات اور دلوں کی باتیں معلوم کر لینے کا ظہُور زیادہ ہو یا وجد و حال اور ذوق و شوق اس میں پایا جائے کیونکہ ان میں سے بعض چیزوں میں جوگی، فلسفی و برہمن بھی شرکت رکھتے ہیں۔ پس یہ امور سعادت کی دلیل نہیں۔ بلکہ شیخ کامل مکمل کے پہچاننے کی صحیح دلیل و علامت یہ ہے۔ جان تو اے سعید نیک بخت کرے تجھ کو اللہ تعالےٰ۔ اوّل چاہیئے کہ شیخ کو ظاہر شریعت پر مستقیم اور کلام اللہ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر عامل دیکھ لے تاکہ اس کی نسبت متقی کہنا ممکن ہو۔ کیونکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ولایت کو تقویٰ یعنی پرہیز گاری میں منحصر فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ اِنۡ اَوۡلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ ترجمہ۔ یعنی نہیں اولیاء (بمعنی دوست) اس کے مگر پرہیزگار۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ بعضے اولیاء اللہ نے طریقہ ملامتیہ اختیار کیا ہے اور ان سے بظاہر کوئی آثار پرہیزگاری کے نظر نہیں آئے اور باوجود اس کے بعض لوگوں کو ان سے فیضِ باطنی

بھی پہنچے ہیں تو جواب دیا جائے گا کہ یہ نادر ہے اور اعتبار غالب کا ہوتا ہے اور دوسرے عقل و شرع کا حکم یہ ہے کہ ضرر کو دفع کرنا جلب منفعت سے زیادہ اہم اور مقصود ہے۔ پس جس جگہ کہ ضرر کا احتمال ہو وہاں سے بھاگنا بہتر ہے۔ اور جو شخص کہ ظاہر میں متّقی پایا جائے۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور اس کے ساتھ صحبت رکھنے میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ اس جگہ ضرر کا احتمال مفقود ہے۔ فائدہ اس سے پہنچے یا نہ پہنچے۔ پس اگر اس کی صحبت وہ تاثیر کرے جو کہ علمائے باطن کے نزدیک معتبر ہے تو ایسے مردِ کامل کی صحبت کو کبریتِ احمر (اکسیر) جان کر غنیمتِ کبریٰ شمار کرے۔ اور اگر اس کی صحبت تاثیر نہ کرے یا وہ تاثیر اکابر کے نزدیک معتبر نہ ہو تو اس شخص کے ساتھ حسنِ ظن تو رکھے لیکن اس کی صحبت و بیعت کو ترک کر دے اور جس جگہ اپنا رُشد و ہدایت دیکھے وہاں رجوع کرے کیونکہ مقصود حق ہے جلّ شانہ، نہ کہ وہ مرد۔ ؎

با ہر کہ نشستی او نشد جمع دلت ... وز تو نرمید زحمت آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش ... ورنہ نکند روحِ عزیزاں بحلت

ترجمہ: اگر تو نے کسی کی صحبت اختیار کی اور تیرے دل کو جمعیت حاصل نہ ہوئی اور نہ ہی تیرے باطن سے پانی ومٹی کی کلفت دُور ہوئی تو خبردار اس کی صحبت سے بھاگتا رہ۔ ورنہ عزیزان کی رُوح تجھ کو معاف نہ کرے گی۔

اگر کوئی سوال کرے کہ جو تاثیر اکابر کے نزدیک معتبر ہے اس کو ذرا اور واضح بیان کرنا چاہیئے تو جواب دیا جائے کہ وہ تاثیر یہ ہے کہ اس کی صحبت میں ایک ایسی حالت پیدا ہو کہ دلِ دُنیا سے سرد ہو جائے اور محبّت خُدا تعالیٰ اور اس کے رسُولؐ اور اس کے دوستوں اور نیک اعمال کی پیدا ہو۔ نیکیوں کی توفیق اور برائیوں سے پرہیز و بیزاری حاصل ہو جائے اور بمقتضائے اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللہ یعنی جب وہ نظر آئیں تو خدا تعالیٰ یاد آجائے اور دوامِ حضور حاصل ہو اور اطمینان و جمعیت میسّر آئے اور جس قدر کہ نیک اعمال کرے۔ وہ

نسبت اور حالت جو کہ اس شخص کو اس مردِ کامل سے پہنچی ہے اس میں قوت پاتا چلا جائے اور جس قدر گناہ اس سے سرزد ہوں۔ تنگی و بے آرامی اسی قدر اس کو آدبائے اور جو نسبت وحالت کہ اس بزرگ سے اس کو پہنچی ہے اس میں نقصان آجائے اور وہ۔ جو سیّد المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ (ترجمہ) یعنی جس وقت خوش کرے تجھ کو تیری نیکی اور رنجیدہ کرے تجھ کو تیری برائی۔ پس سمجھ لے کہ تو مومن ہے۔)

اس میں اشارہ اسی اطمینان و تنگی کی طرف ہے پس ایسے مرد کو کہ جس کی صحبت یہ تاثیر رکھتی ہو کامل مکمل جاننا چاہیئے اور یہ صفت جو اس کی صحبت میں حاصل ہو اس کو کمال سمجھنا چاہیئے کیونکہ یہ صفت شریعت قطعیہ کے موافق ہے اور دوامِ حضور کیلئے مفید طاعات سے نزدیک کرنے والی اور گناہوں سے دُور کرنے والی ہے۔ عاداتِ رذیلہ یعنی کبر، غرور، حسد، کینہ، حُب جاہ و مال وغیرہ کو دُور کرتی ہے اور اخلاقِ جمیلہ و اوصافِ حمیدہ جیسے حب فی اللہ بغض للہ۔ اخلاص، صبر، شکر، رضا اور دُنیا سے زہد وغیرہ کیلئے مفید ہے۔ پس ایسا مردِ کامل مکمل اگر پایا جائے تو اس کی صحبت کو غنیمت جاننا اور ان کے ہاتھ میں اپنے آپ کو اس طرح دے دینا چاہیئے جیسا کہ مُردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور احوال واردات جو کچھ وارد ہوں ان کو شریعت کے ترازو میں تولنا چاہیئے اگر شریعت ان کو قبول کرے تو قبول، اور جو وہ رد کرے تو رد کر دینا چاہیئے۔ وجد، ذوق وشوق اور مواجید وغیرہ اگر بے اختیار پیش آئیں تو ان میں معذور ہے۔ لیکن ارادے اور اختیار سے کوئی ایسی حرکت نہ کرے کہ جس کو عقل اور شریعت پسند نہیں کرتی۔ کیونکہ اکابر نے کبھی ایسے کام اپنے ارادے اور اختیار سے نہیں کئے اور اہلِ باطل یعنی جھوٹوں کا اعتبار ہی نہیں اور کونسی نیک نیّت اور درست مصلحت اس میں ہو سکتی ہے کہ دیوانوں کی سی حرکتیں اپنے لئے روا رکھے اور وہ جو بعض اکابر نے کہا ہے کہ صُوفیوں کی رسمیں بالکل ہیچ

ہیں۔ اس کے یہی معنے ہیں۔ انتہیٰ

اور حضرت مجدّد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ مرید رشید اور طالب سعید راہِ سلوک میں ہر لمحہ پیر کے خوارق و کرامات کو معلوم کرتا رہتا ہے اور معاملہ غیبی میں ہر وقت اس سے مدد مانگتا ہے اور پاتا ہے۔ خوارق و کرامات کا ظہور دُوسروں کے لئے ضروری نہیں لیکن مریدوں کے حق میں کرامات پہ کرامات اور خوارق در خوارق ہیں۔ مُرید کیسے پیر کی کرامات کا احساس نہ کرے۔ حالانکہ پیر نے مُرید کے مُردہ دل کو زندہ کیا اور مکاشفہ اور مشاہدہ تک پہنچایا ہے۔ عام لوگوں کے نزدیک جسم کو زِندہ کرنا عظیم الشان ہے۔ لیکن خاص بزرگواروں کے نزدیک قلب اور رُوح کو زندہ کرنا رفیع الشان ہے۔

خواجہ محمّد پارسا قدس سرہ رسالہ "قدسیہ" میں فرماتے ہیں کہ جسم کو زندہ کرنا چونکہ اکثر عوام کے نزدیک اعتبار رکھتا ہے۔ اس واسطے اللہ والوں نے اس سے مُنہ پھیر لیا اور رُوحوں کو زندہ کرنے میں مشغُول ہو گئے اور اپنی تمام توجہ طالب کے مُردہ دل کو زندہ کرنے کی طرف مبذول کر دی اور حق بات یہی ہے کہ قلب و رُوح کو زندہ کرنے کے مقابلہ میں جسم کو زندہ کرنا ایسا ہے جیسے کہ راستہ میں روڑے کنکر پھینکے ہوئے ہوتے ہیں اور فعل عبث میں داخل ہے کیونکہ یہ زندہ کرنا حیاتِ چند روزہ کا سبب ہے اور وہ زندہ کرنا دوامی زندگی کا وسیلہ۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اہل اللہ کا وجود ہی فی الحقیقت کرامات میں سے ایک کرامت ہے اور ان بزرگواروں کا خلقت کو حق جلّ شانہ کی طرف بلانا اللہ جلّ جلالہ کی رحمتوں میں سے ایک خاص رحمت اور مُردہ دِلوں کو زِندہ کرنا آیاتِ خداوندی میں سے ایک عظیم الشان آیت یہی بزرگوار اہل زمین کیلئے باعثِ امن وامان ہیں اور غنیمتِ روزگار بِھِمْ یُمْطَرُوْنَ وَبِھِمْ یُرْزَقُوْنَ (ترجمہ) یعنی انہی کے طفیل سے لوگوں پر بارشِ رحمت برستی ہے اور انہی کے وسیلہ سے لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ انہی کی شان میں ہے کہ ان کی

کلام دوا ہے اور ان کی نظر شفاء ھُم جلساء اللّٰہ وَھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ وَ لَا یَخِیْبُ اَنِیْسُھُمْ (ترجمہ) یعنی وہ اللہ جل جلالہ، کے ہم جلیس ہیں اور یہ بزرگوار وہ قوم ہیں کہ ان کا ہم جلیس شقی یعنی بدبخت نہیں رہتا۔ اور ان کا دوست رحمتِ خداوندی سے مایوس نہیں رہتا۔ وہ علامت جو اس پاک گروہ کے سچے بزرگواروں کو جھوٹوں سے جدا اور ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ظاہر شریعت پر استقامت رکھتا ہو اور اس کی مجلس میں دل کو حضرت حق سبحانہ، و تعالےٰ کی طرف سے ایک طرح کا میلان اور توجہ پیدا ہو جائے اور غیر خدا جل شانہ، کی طرف سے دل کے اندر ایک قسم کی سردی محسوس ہونے لگے تو جان لو کہ یہ شخص سچّا اور اولیاء اللہ کی شمار میں ہے خواہ کسی درجہ میں ہو اور یہ بھی اربابِ مناسبت پر نظر کر کے کہا جاتا ہے ورنہ بے مناسبت محض محروم مطلق ہے۔ ؎

ہر کہ او روئے بہ بہبود نداشت ‏ ‏ دیدن روئے نبیؐ سود نداشت

(ترجمہ) جو شخص نیک بختی کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کو نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دیدار سے بھی فائدہ نہ پہنچا۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک مکتوب میں فرماتے کہ جو مریضِ صحتِ کاملہ (یعنی نسبتِ محمدّیہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا طالب ہو اس کو چاہیئے کہ اتباعِ سنّتِ نبویہ کو تمام ریاضات و مجاہدات سے بہتر سمجھے اور جو انوار و برکات کہ اس پر مرتب ہوں ان کو تمام فیوضات سے افضل جانے اور یہ وجد و حال اور ذوق و شوق جو آج کل کے زمانہ میں شائع ہے جمعیت باطنی اور دوامِ حضور کے مقابلہ میں اس کا کچھ اعتبار نہ رکھے اور جس بزرگ کی صحبت میں امور مذکورہ بالا کا کچھ اثر پائے تو اس کو نائبِ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جان کر اس کی خدمت و صحبت لازم پکڑ لے اور اس راستہ کے اخروٹ و کشمش پر فریفتہ نہ ہو جائے اگرچہ لذیذ ہی ہوں۔

والسّلام

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیْمِ الْعَلَّامِ حَمْدًا لَّا اِنْتِہَاءَ لَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَیْرِ الْخَلْقِ وَالْاَنَامِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ ھُدَاۃِ النَّاسِ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَعَلٰی اَوْلِیَائِہٖ شُرِّفُوْا بِالْقُرْبِ وَمَعْرِفَتِہٖ وَالْاَحْوَالِ وَالْمَقَامِ وَزُیِّنَ سَرَائِرُھُمْ بِالْفِرَاسَۃِ وَالْاِلْہَامِ۔

امابعد بندہ محبوب عالم توکّلی ہاشمی نسبًا وحنفی مذہبًا ونقشبندی نسبتًا وماتریدی عقیدۃً عرض پرداز ہے کہ اس طریقہ نقشبندیہ کی ترویج وتعلیم کا امر حضرت قبلۂ عالم حبیب الرحمٰن قطب الارشاد فرد زمانہ حضرت خواجہ توکّل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا اور آنحضرت کی طرف سے مامور ہوکر بندہ اس کارِ خیر میں مشغول ہوا۔ بفضلہٖ تعالےٰ اور بہ برکت خواجگان انجام خیر کو پہنچا اور طالبانِ مولا کی کثیر جماعت نے اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی اور مقاماتِ نقشبندیہ حاصل کئے کہ کئی ابھی مبتدی ہیں اور کئی منتہی ہوگئے اور بہت سے متوسّط ہیں اور یہ سلسلہ بعنایت الٰہی کثرت سے جاری ہے۔ لہٰذا بعض طالبانِ مولا کو تحریر مقامات کی بالتفصیل ضرورت محسوس ہوئی۔ اگرچہ یہ حال ہے قال نہیں۔ تاہم یہ علم اجمالی سماعی نفع سے خالی نہیں کہ اس کے دیکھنے سے شوق تعلیم کا پیدا ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے اہلِ علم جو اس کو پڑھ سکیں گے قالی طور پر معلوم کرلیں گے کہ فقر یہ ہے اور خدا تعالےٰ

ہدایت بخشنے تو کسی کامل سے دیکھ بھال کر سیکھیں اور ناحق اندھا دھند کسی دوسرے راستہ گمراہی پر نہ پڑیں بلکہ صراطِ مستقیم پر رہیں۔

چونکہ منشی کرم الٰہی قوم درزی ساکن رسول نگر معروف رام نگر ضلع گوجرانوالہ تحصیل وزیر آباد جو سعید ازلی اور معصوم طبیعت ہیں اور جن کو مقاماتِ مجددیہ میں پورا وصول ہے اِس بات کے زیادہ درپے ہوئے کہ ایک کتاب بطور دستور العمل اسی طریقہ عالیہ میں تحریر ہونی چاہیئے تاکہ طالبان اس طریق پر اپنی روش بنائیں اور اذکار ہر مقامات کے علامات ہر مقام کی اور تمیز ایک مقام کی دوسرے سے بیان ہو تاکہ طالبِ مولا کو اخفا نہ رہے۔
لہٰذا اس فقیر قلیل البضاعت نے یہ کام شروع کیا واللہ الموفق والمعین والیہ المرجع والمآب (ترجمہ) اور اللہ توفیق دینے والا اور مددگار ہے اور اسی کی طرف لوٹنا اور ٹھکانا ہے۔ ۱۲

پہلے اس میں چند خصوصیات جو اس سلسلہ عالیشان کی ہیں اور چند اصطلاحات جو خاص اکابرینِ سلسلہ کی ہیں تحریر کرتا ہوں تاکہ اس راستہ میں آنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس راستہ کے اصول یہ ہیں جن کے ذریعہ سے طالب مشاہدہ ذاتی اور دوام حضور تک پہنچتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ چند اصطلاحات ہیں کہ خصوصیت اس عالیشان خاندان کے ساتھ رکھتی ہیں۔ بعض ان میں سے وہ ہیں کہ بناء طریقہ نقشبندیہ کی انہی پر ہے اور بعض ایسی ہیں کہ تاثیر ان پر موقوف ہے اور وہ یہ ہیں :-

① ہوش در دم ② نظر بر قدم ③ سفر در وطن ④ خلوت در انجمن
⑤ یاد کرد ⑥ باز گشت ⑦ نگہداشت ⑧ یادداشت

یہ آٹھ کلمہ مذکور حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں اور یہ تین جو آگے ذکر ہوتے ہیں یہ حضرت امام الطریقت خواجہ شاہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں ① وقوف زمانی ② وقوفِ قلبی ③ وقوف عددی ـــ یہ گیارہ کلمات

ہیں اور بارہواں خاصہ ۔ اس طریقۂ نقشبندیہ کا اندراج النہایت فی البدایت ہے یعنی نقشبندی طریق میں نہایت بدایت کے اندر داخل ہے ۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اس طریقہ کا اخیر ابتداء میں داخل ہے ۔ یہ دلیل ہے اس طریقہ کے عالی مقام ہونے کی یعنی یہ دلالت کرتا ہے کہ شروع ہی اس طریقہ فضلی کا ایسا عالی ہے کہ جس کے شروع میں ہی انتہا کی صورت آجاتی ہے ۔ اگرچہ حقیقت بعد میں وارد ہوتی ہے ۔ اسی واسطے اکابرِ نقشبندیہ اس بات کے قائل ہوگئے ہیں کہ جہاں اوروں کی انتہا ہے وہاں سے ہماری ابتداء ہے ۔ چنانچہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ع اوّل ما آخر ہر منتہی است ۔ یعنی جہاں دُوسروں کی اِنتہا ہے ۔ اس سلسلہ کے طالب کا وہاں پہلا قدم ہوتا ہے اور یہ طریقہ جامع الطرق ہے یعنی حضرات چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور جوان کی شاخیں ہیں جیسے شطاریہ، مداریہ وغیرہم ۔ ان تمام کی وراثت حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوگئی اور اللہ تعالےٰ نے آپ کو ان تمام سِلسلوں کا وارث بنایا ۔ چنانچہ شجرے ہر ایک سِلسلہ کے آپ کی طرف منسُوب ہیں ۔

اِس طریقہ نقشبندیہ مجدّدیہ میں منقول ہے کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے یہ نعمت عطا کی ۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اور انہوں نے حضرت امام قاسم رض کو جو حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے حقیقی پوتے تھے اور حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ نے اپنی دخترِ ام فروہ کا نکاح امام محمّد باقر رضی اللہ عنہ سے کیا اور ان سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو یہ صدّیقی نسبت جو حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملی تھی ۔ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دی ۔ تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے وقت حصُول اس نعمت کے فرمایا ۔ وَلَدَنِی الصِّدِّیْقُ مَرَّتَیْنِ ط یعنی مجھ کو صدیق نے دو دفعہ جنا ۔ ایک دفعہ اپنی پوتی کے واسطے سے اور دُوسری دفعہ نعمتِ صدیقی کے عطا فرمانے سے ۔ اب جامعیّت ہوگئی یعنی جو نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چلی آتی تھی اب وہ بھی اور یہ بھی اور اس سلسلہ میں یہی نسبت

جامعہ چلی آتی ہے جو حضرت مجددؒ صاحب رضی اللہ عنہ پر تفصیل کے ساتھ وارد ہوئی اور یہ طریقہ فضلی اقرب طرق الی اللہ ہے۔ اگر اس طریقہ کا سالک شام کو بیعت ہو کر کامل پیشوا سے ایک توجہ قلب پر لے اور اس کے قلب میں ذکر شروع ہو جائے اور پھر اگلی صبح کو فوت ہو جائے تاہم ولایت کا درجہ اس کو حاصل ہو جائے گا اور اس طریقہ میں پابندی شرع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اعلےٰ درجہ پر ظاہر صورت میں بھی ہو جاتی ہے کہ تمام کام موافق شرع بیضا ہونے لگ جاتے ہیں اور باطن بھی نورِ معرفت سے بھرا رہتا ہے۔ ہاتھ کار میں دِل یار میں۔ یہ اسی طریقہ کا خاصہ ہے کہ ظاہر شریعت سے پیراستہ اور باطن معرفت سے آراستہ۔ ہر سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے اور ظاہر میں کسی کو خبر نہ لگے کہ یہ فقیر ہے یا نہیں۔ حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرف اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے۔ ؎

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش

ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

(ترجمہ) اندر سے آشنا رہ اور باہر سے بیگانوں کی طرح۔ ایسی خوبصورت چال جہاں کے اندر کم ہے۔ ۱۲

اب میں مشائخ نقشبندیہ کی اصطلاحات کے کہ جن پر اس طریقہ کی بنا ہے اور جو تاثیر کیلئے شرط ہیں۔ اگرچہ وہ ذکر ہو چکی ہیں لیکن ان کے معنی تحریر کرتا ہوں تاکہ وضاحت ان کی طالب مولا کو فائدہ بخشے۔ و ہو ہذا

۱۔ ہوش دَر دَم کے یہ معنی ہیں کہ طالب مولا مبتدی ہوشیار اور بیدار رہے کہ کوئی دم یعنی سانس اسمِ ذات اللہ سے خالی نہ جائے اور ڈھونڈ کرتا رہے کہ کونسا سانس میرا ذاکر اور کونسا غافل گزرا ہے اور یہ صورت ذکر کی دوام حضور تک پہنچا دیتی ہے۔ جب دوام حضور حاصل ہو جائے تو پھر خواہ یہ تجسّس کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ ہوشیاری

کا تجسّس مبتدی کے ساتھ مخصوص ہے۔ جب یہ پختہ ہو گیا تو سالک سلوک میں شروع ہو جاتا ہے۔ جس وقت یہ حالت ہو جائے تو پھر چاہے کھوج کرے یا نہ کرے لیکن دوامِ حضور حاصل ہونے سے پہلے تجسّس ضرور کرے۔ اس طرح پر کہ تھوڑی مدّت میں کھوج کرتا رہے یعنی اپنی حالت کا اس طور پر فکر کرے۔ ہر ساعت کے بعد کہ اس ساعت میں غفلت تو نہیں ہوئی۔ اگر ہوئی ہو تو استغفار کرے اور آگے کو اس غفلت کے چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ۔ اس طریق پر ہمیشہ ڈھونڈ کرتا رہے تاوقتیکہ دوامِ حضور کو پہنچے یہ طریقہ یعنی غفلت کے وقت یا مدّت کی ڈھونڈ کرنا اس کا نام وقوفِ زمانی ہے یعنی زمانہ سے واقف رہے کہ کوئی زمانہ غفلت کا نہ گزرے۔ اس کو خواجہ شاہ بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمۃ نے استخراج کیا ہے۔ اس واسطے کہ انھوں نے معلوم کیا کہ متوجّہ ہونا علم العلم کی طرف یعنی دانست اور یافت کو ہر دم میں معلوم کرنا درمیانی حال والے سالک کو پریشان کرتا ہے بلکہ اس کے مناسب استغراق ہے توجہ الی اللہ میں اس طرح پر کہ اس کو اپنی طرف متوجہ ہونے میں مزاحم نہ ہو۔ حاصل کلام یہ کہ ہر دم کا محاسبہ جو عبارت ہے۔ ہوش در دم سے مبتدی کے واسطے مناسب ہے۔ نہ متوسط اور منتہی کے واسطے اور قدرے قدرے مدّت کا محاسبہ کرنا جس کا نام وقوفِ زمانی ہے۔ یہ لائق ہے متوسط کے جب سالک دوامِ حضور اور استغراق کو پہنچ جائے تو ان وقوفوں کی حاجت نہیں رہتی۔

نظر بر قدم اب نظر بر قدم کے معنی سمجھو۔ وہ یہ ہیں کہ سالک پر واجب ہے کہ اپنے چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے میں کسی چیز پر نظر نہ ڈالے سوائے اپنے قدموں کے اور بیٹھنے کے وقت آگے دیکھے۔ کیونکہ نقوش مختلفہ دیکھنا اور تعجب انگیز رنگوں کی طرف نظر کرنا سالک مبتدی کی حالت کو بگاڑ دیتا ہے اور اپنے مطلوب سے روکتا ہے ایسا ہی مختلف آوازیں لوگوں کی سننا اور ان کی باتوں پر کان لگانا۔ اکابرِ نقشبندیہ نے فرمایا ہے کہ نیچی نظر رکھنا مبتدی کے واسطے مفید ہے اور منتہی پر واجب ہے کہ اپنے حال میں فکر کرے کہ میں کس نبی کے قدم پر

ہوں۔ بعضے اولیاء اللہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر ہوتے ہیں۔ ان کو جامعیت کمالات کی ہوتی ہے اور بعضے حضرت موسےٰ بعضے حضرت عیسےٰ اور بعضے حضرت ابراہیم ونوح علی نبینا وعلیہم السلام کے قدم پر ہوتے ہیں۔ پس سالک کو چاہیئے کہ جب اپنے پیشوا کو پہچان لے تو اس کے بعد اپنے حالات و واقعات کو ان کے مناسب کرتا چلا جائے اور اس فقیر کے نزدیک نظر بر قدم کے معنی مبتدی کے واسطے تو وہی ہیں جو اوپر گزر چکے لیکن منتہی کے واسطے یہ ہیں کہ جب سالک اپنی صفتِ علمی کو حرکت دیتا ہے یعنی توجہ ذات کی طرف کرتا ہے تو یہ سیر شروع ہو جاتی ہے تو لازم ہے کہ جو تجلّی سالک منتہی پر کھُلے سالک منتہی نظر قدم اٹھانے پر رکھے۔ لیکن ٹھہرے نہیں جیسا کہ راستہ طے کرنے میں قدم اٹھانے سے آگے بڑھتا ہے۔ ایسا ہی راہ سلوک میں چاہیئے کہ سالک منتہی فکر یعنی صفتِ علمی کو آگے بڑھائے۔ جو کچھ منتہی کی نظر میں آیا ہے اللہ اس سے آگے ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ ؎

سُن اے طالب مولا والے دل مولا دے آویں
دم دم قدم اگیرے رکھیں ٹھیر نہ کتے کھلوئیں

جہاں تک تیری سیر قدمی ہے وہاں تک قدم اور نظر کو بڑھانے پر رکھ۔ ھذا ما خطر ببالی

خلوت در انجمن

خلوت در انجمن کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح فقیر کو حجرے اور خلوت میں بیٹھ کر تخلیہ حاصل ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں ویسا ہی تخلیہ مجلس عام میں رہتا ہے۔ مراد یہ کہ سالک کا دل اللہ کے ذکر میں ایسا مشغول ہو کہ جمیع حالات یعنی پڑھنے کلام کرنے اور کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے میں ذاکر رہے ذکر یعنی اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔ ایسا ملکہ پختہ ہو جائے کہ یاد سے بالکل غفلت نہ ہو خواہ کیسے ہی مجالس اور ہجوم ہوں دِل مولا کی یاد میں رہے۔ سوائے مولا کے دل کو کسی کی خبر نہ ہو جیسا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (ترجمہ) کہ بہادر مرد وہ لوگ ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت غافل نہیں کرتی۔ ذکر اللہ تعالےٰ

سے اسی واسطے خواجہ رامتینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ ؎

از درون شو آشنا و از بروں بیگانہ وش

ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

(ترجمہ) اندر سے آشنا رہ اور باہر سے بیگانوں کی طرح۔ ایسی خوبصورت چال جہاں کے اندر کم ہے۔ ۱۲

یعنی ظاہری صورت شریعت دیانت و امانت والوں کی ہو اور دل خدا کی یاد میں ہو اس زمانہ میں اگر ظاہر صورت علمائے صالحین کی ہو اور دل ذکرِ الٰہی میں تو بہت ہی بہتر ہے کیونکہ اس زمانہ میں عوام الناس علماء وصلحاء کو بیگانہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کی صورت بنا لینے سے فقیر محفوظ رہے گا۔ جیسے ملامتیہ فقر کو محفوظ رکھنے کے واسطے ملامت کا طریقہ اختیار کر لیتے تھے۔ اب فی زمانہ یہ صُورتِ ظاہری بنا لینے میں فقر بھی محفوظ رہے گا اور خلاف شرع ملامت کی روش بھی نہ بنانی پڑے گی اور دوسرے علماء و صلحاء کی ظاہری صورت و روش رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مشابہ ہے اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صورت پر اللہ تعالےٰ عاشق۔ پس یہ صُورت اختیار کرنے سے خدا تعالےٰ کے معشوقوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا رسُول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ترجمہ) یعنی جس نے کسی گروہ کی مشابہت پیدا کر لی وہ انہی میں داخل ہے۔

یاد کرد یاد کرد کے معنے یہ ہیں کہ ذکر اللہ تعالےٰ کا خواہ نفی اثبات خواہ اثبات مجرّد یعنی ہمیشہ ذکر فرمودہ مرشد کا تکرار بلا ناغہ کرتا رہے یہاں تک کہ حضور حاصل ہو جائے اور دل ہمیشہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کے حضور میں حاضر رہے بوصف محبّت و تعظیم حق کے۔

سفر در وطن سفر در وطن کے معنے یہ ہیں کہ اپنے وطن میں رہ کر سفر کرتا رہے یعنی حالتِ اقامت کے اندر سفر میں ہو۔ حالانکہ ضدوں کا جمع ہونا ہے تو اس کے معنی اکابر نے یہ لکھے ہیں کہ ملکاتِ رذیلہ یعنی بُری خصلتیں چھوڑ کر نیک خصلتیں حاصل

کرتا رہے۔ جیسا کہ مسافر اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر دُوسرے وطن میں چلا جاتا ہے۔ ایسے ہی سالک ایک خصلتِ رذیلہ کو ترک کر کے اچھی خصلت کی طرف چل پڑا تو مسافر کی طرح خصلتِ حمیدہ تک جا پہنچتا ہے۔ مسافر کی یہ حالت ابتداء میں ہوتی ہے جب منتہی یا متوسط ہو جائے تو سفر اس وقت بہت لمبا ہو جاتا ہے کہ سیر مقامات میں سفر کرتا ہے جیسے ولایتِ صغریٰ و کبریٰ و علیا کمالاتِ نبوّت، حقائق الٰہیہ، حقائق انبیاءؑ ملک ودود۔ حتیٰ کہ فیض غیب الغیب کا لینے لگ جاتا ہے یا غیب الغیب سے اس سالک پر خود فیضان آنے لگ جاتا ہے۔ یہ عجیب سرّ ہے کہ اپنے گھر بیٹھ کر سفر میں رہتا ہے اور پہلی صورت یعنی ابتدائی حالت میں جو انتقال ملکاتِ رذیلہ سے حمیدہ کی طرف ہے۔ اس میں سالک پر واجب ہے کہ اپنے رگ و ریشہ بدن کے اندر ڈھونڈ کرتا رہے اور جہاں کہیں غیر اللہ کی محبّت پائے اس کو لَآ اِلٰہَ کی لَا کے نیچے لا کر دُور کرتا رہے اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھتا رہے (ترجمہ) بخشش مانگتا ہوں میں اللہ اپنے رب سے ہر گناہ سے اور میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں کیونکہ اگر غیر اللہ کی محبت رہی تو ظاہر ہے کہ وہ یادِ خدا سے روکنے والی ہے پس جو چیز خدا تعالیٰ سے باز رکھنے والی ہو اس کو دفع کرتا رہے۔

بازگشت اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ذکر شروع کیا تو تین یا پانچ یا سات الغرض عدد وتر یعنی طاق عدد کی رعایت رکھے اور ہر طاق عدد پر ذکر کے بعد رجوع مناجاتِ الٰہی کی طرف کرے یعنی بحضورِ قلب اس طرح دُعا کرے کہ الٰہی مقصود میرا تو ہے۔ ترک کیا میں نے دنیا و آخرت کو واسطے تیرے۔ تو اپنا پورا وصل اور اپنی محبّت و معرفت میرے نصیب کر۔ بعض اکابر اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ ذکرِ طاق کے بعد یہ دُعا مانگنی شرطِ اعظم ہے۔ سالک کیلئے ہرگز جائز نہیں کہ اس دُعا کو ترک کرے۔ ہم نے جو کچھ پایا۔ اس کی برکت سے پایا کیونکہ اس سے اخلاص حاصل ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ ذاکر کے دل میں اگر وسوسہ غرور فخر آ جائے تو اس کی برکت سے وہ دفع ہو کر اخلاص اور محبّت و معرفت حاصل

ہو جاتے ہیں۔ اگر دُعا سے بھی خلوص قلب میں نہ آئے تو اپنے مُرشد کی صُورت کا تصوّر کر کے اس کے طفیل سے دُعا مانگے تو بہت جلدی تاثیر ہوتی ہے ۔

نگاہداشت اس کے یہ معنی ہیں کہ سالک نفس کی باتوں اور وسوسوں کو اپنے دل سے دُور کرے اور لازم ہے کہ جب دل میں وسوسہ ظاہر ہو فوراً اس کو دفع کر دے۔ آگے نہ بڑھنے دے۔ آگے بڑھ گیا تو نفس اس کی طرف مائل ہو جائے گا اور اس کا پھر زائل کرنا مشکل ہو گا۔ البتہ اگر اس وقت ذکر اللہ میں مشغول ہو جائے تو جلدی جاتا رہتا ہے۔ اگر ذکر سے باقی رہ جائے تو اپنے مُرشد ہادی کی صورت کا تصوّر کرنے سے بہت ہی جلد زائل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے زوال کی ترکیب آگے کتاب میں بہت عُمدہ لکھی گئی ہے وہ بھی اسی کے مشابہ ہے اور ہر خطرہ کو دل میں ایک ساعت بھی نہ رہنے دے۔ لیکن ذکر کو چھوڑ کر اسی کے پیچھے بھی نہ لگ جائے بلکہ اس کی ایسی صورت رکھے ۔ جیسا کہ گداگر کسی کے دروازے پر سوال بھیکھ کا کرے اور وہاں مالکِ خانہ کا کتّا دروازے پر بیٹھا ہوا ہے وہ گداگر کو بھونکنا شروع کر دے۔ سو اگر گداگر اس کے پیچھے دُور کرنے کے واسطے بھاگا تو بھیک سے رہ گیا کہ دروازے پر نہیں رہا۔ اور جو کُتّے کو دفع نہ کرے بلکہ صرف بھیک ہی کی طرف متوجہّ رہے تو کُتّا ٹانگ کاٹ کھائے تو اب گداگر ایسی صورت کرتے ہیں کہ اپنی لاٹھی کو تو کُتّے کی طرف رکھیں تاکہ اس سے محفوظ رہیں اور زنبیل مالکِ خانہ کی طرف کہ اس میں بھیک پڑ جائے۔ غرض یہ دونوں کام وہ ایک ہی وقت میں کرتے ہیں۔ بس اسی طرح سالک کو چاہیئے کہ خطرہ کے وقت ذکر میں مشغول رہے اور اسی ذکر سے خطرات کو دفع بھی کرتا رہے ۔

یادداشت اس سے مراد یہ ہے کہ سالک دھیان رکھے۔ حقیقتِ واجب الوجود یعنی ذات کی طرف جو خالی الفاظ و خیالات سے ہو اور حق بات یہ ہے کہ ایسی متوجگی بعد فنا و بقا کاملہ کے مستقیم ہوتی ہے اور یہ دولت دراصل منتہیان کا حصّہ ہے۔ اس دولت والے کئی کئی سال مراقب ہوئے تو پھر اس طرف کی ہوش نہیں آتی۔ واللہ اعلم بالصواب

اے دل یہ بھید ہے۔ اس کو پوشیدہ رکھ تاکہ کوئی نااہل نہ سُنے۔

وقوفِ زمانی ہوش دردم کی تفسیر میں بالتفصیل ذکر ہوچکا۔

وقوفِ عددی وقوفِ عددی کے معنی یہ ہیں کہ عدد وتر کا نگاہ میں رکھنا یعنی عدد طاق کی حفاظت کرنا۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ وَیُحِبُّ الْوِتْرَ یعنی اللہ ایک ہے اور طاق کو دوست رکھتا ہے اور اس کی تفسیر بھی پہلے بیان ہوچکی ہے۔

وقوفِ قلبی عبارت ہے اس مضغۂ صنوبری یا مخروطی کی محافظت سے۔ جو بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف دو انگل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کی طرف توجہ رکھنا ایسا ہی حکمت والا ہے۔ جیسا کہ قادریوں کے ہاں ضرب لگانے میں حکمت ہے۔ وہ یہ ہے کہ ماسوائے اللہ کسی کی طرف کسی قسم کی توجہ باقی نہ رہے اور بیرونی خطرات کا دل میں دخل نہ ہوتا کہ بتدریج صرف ذاتِ الٰہی پر توجہ منحصر رہ جائے۔ مطلب یہ کہ اثنائے ذکر میں دل پر واقف رہے کہ کوئی چیز دل کو ذکرِ حق سبحانہٗ سے روک نہ لے اور دل مفہوم ذات کی طرف سے مہمل نہ ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ اللہ اللہ کرے اور اللہ کی ذات کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ذکر سے مذکور میں مشغول رہے۔ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حبسِ دم اور رعایت عدد کو ذکر میں لازم نہیں فرمایا۔ مگر وقوفِ قلبی کو اثنائے ذکر میں لازم فرمایا ہے جیسا کہ رابطہ مُرشد اور مراقبات لازم ہیں۔ کیونکہ مقصود ذکر سے رفع غفلت ہے اور وہ بدوں وقوفِ قلبی کے حاصل نہیں ہوتی۔ ؎

عَلَیْکَ بِبَیْضَ قَلْبِکَ کَاَنَّکَ طَائِرُہٗ
فَمِنْ ذٰلِکَ الْاَحْوَالُ فِیْکَ تَتَوَلَّدُ

(ترجمہ) تو اپنے دل پر ذکر اللہ تعالےٰ کا اس طرح بٹھا جیسا کہ پرند اپنے انڈے پر بیٹھتا ہے پھر

جیسا کہ پرندے کے بیٹھنے سے انڈے میں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ایسے ہی تیرے دل پر اللہ تعالیٰ کا نام بیٹھ جانے سے تیرے اندر عجیب و غریب حالات پیدا ہوں گے۔

اِصطلاحات اگرچہ اس طریقہ عالیہ فضلی کی تحریر ہو چکی مگر ایک مسئلہ کے بیان کی یہاں ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بندہ اپنے مولا کی یاد اور اس کی اطاعت میں آتا ہے تو وہ حال سے خالی نہیں ہوتا۔ ایک گروہ تو وہ ہے کہ اس کے دل میں خوفِ الٰہی پیدا ہوا اور اس نے اس کی ناراضگی اور غضب سے بچنے اور دخولِ جنّت کی اُمید میں اطاعتِ الٰہی کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ط (ترجمہ) تحقیق جن لوگوں نے اپنے رب کا خوف کیا بن دیکھے ان کے واسطے بخشش اور اجر بڑا ہے اور یہ کہ وہ مغفور ہیں اور اسی گروہ کے حق میں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَکْثَرُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ بُلْہٌ یعنی اہلِ جنّت بھولے لوگ ہیں کہ وہ جنّت کی نعمتوں اور لذّتوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ وصل اور دیدارِ الٰہی کی طرف توجہ کی۔ اسی واسطے ان کو بھولے لوگ فرمایا۔ دوسرا گروہ وہ ہے کہ ان کے دل میں محبّت اور شوق مشاہدہ جمالِ الٰہی پیدا ہوا اور کھینچ کر اطاعتِ الٰہی میں لایا۔ وہ اس آیت کے تحت میں داخل ہیں یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ ط یعنی اللہ تعالےٰ ان کو پیارا رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کو پیارا رکھتے ہیں کہ شوق اور محبّت دونوں کو ایک دوسرے کی طرف سے غالب ہے اور اس محبّت والے لوگ بڑے عالیشان صاحب ہمّت ہوتے ہیں۔ اس بارہ میں کسی بزرگ نے خوب فرمایا ہے۔

اشعار:

درد و غمِ عشق بوالہوس را نہ دہند
مادائے سمندری مگس را نہ دہند
ہم مورچہ را ملک سلیمان نہ دہند
عزّو شرف شاہِ عسس را نہ دہند

(ترجمہ) عشق کا درد و غم کسی ہر جائی بندۂ خواہش کو نہیں دیتے اور تازی گھوڑوں کا راتب مکھی کو نہیں دیا کرتے۔ نیز چیونٹی کو سلیمان کا ملک نہیں دیتے اور کوتوال کو بادشاہ کا سا اعزاز و مرتبہ نہیں دیتے۔ ۱۲

اس گروہ کے طالب مولا ایک ایسی ہستی رکھتے ہیں کہ دونوں جہان میں ان کی شان بلند ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اَلْجَنَّۃُ سِجْنُ الْعَارِفِیْنَ اے بدون وصالہ کَمَا اَنَّ الدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِیْنَ ای بدون معرفۃ کمالہٖ۔ (ترجمہ) جنّت قیدخانہ عارفوں کا ہے یعنی بغیر وصالِ الٰہی کے جیسا کہ تحقیق دنیا قیدخانہ مومنوں کا ہے۔ یعنی بدوں معرفت کمال الٰہی کے۔

اسی واسطے فرمایا ہے کہ عاشقانِ الٰہی کو فی الحقیقت اگر وعدہ دیدار الٰہی کا جنّت میں نہ ہوتا تو ہرگز ان کی زبان سے جنّت کا نام کوئی نہ سنتا اور دوزخ چونکہ خالی جمالِ الٰہی سے ہے۔ اسی واسطے جگہ قہر اور بلا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ ط (ترجمہ) اے اللہ ہم تجھ سے جنّت کا سوال کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ مشاہدہ جمالِ الٰہی کی جگہ ہے اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں اور درحقیقت رضامندی الٰہی جنّت کی طلب گار اور غضب خداوندی دوزخ کا خواستگار ہے۔ اسی واسطے سلطان العارفین، پیشوائے عاشقان صادقین حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہ السامی سے منقول ہے کہ اگر ان کی زبان پر دنیا کا ذکر آجاتا تو آپ وضو فرماتے اور جو بہشت و عقبےٰ اور اس کی نعمتوں کا بغیر جمالِ الٰہی کے ذکر آتا تو آپ غسل کرتے اور فرماتے کہ دنیا حدث کی جگہ ہے اس کے ذکر سے وضو کافی ہے اور جنّت فضلائے حاجت کی جگہ ہے اسی واسطے اس کا ذکر آنے پر غسل مناسب ہے۔ آپ کا یہ طریق سالکوں کی امداد کے واسطے تھا تاکہ طالب مولا اور سالک راہ سلوک بہشت کو اصل مقصود ٹھہرا کر عبادت نہ کریں۔ یعنی ان نعماء کو ہی اپنا محبوب نہ بنالیں اور ان کا

ذکر اپنے دل میں نہ لائیں۔ اگر بھول کر زبان یا دل میں آبھی جائے تو توبہ استغفار کرے۔ اور اس واسطے آپ وضو اور غسل فرماتے۔ کیونکہ یہ دونوں لوازم کمال توبہ و استغفار سے ہیں۔

اے طالب! قصہ مردوں کا دوسرا ہے اور قصہ مخنث و مؤنث کا دوسرا۔ جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ طَالِبُ الدُّنْیَا مُخَنَّثٌ وَّطَالِبُ الْعُقْبٰی مُؤَنَّثٌ وَّطَالِبُ الْمَوْلٰی مُذَکَّرٌ ط

(ترجمہ) دُنیا کا طالب مخنّث ہے اور عقبیٰ کا طالب عورت اور اللہ تعالےٰ کا طالب مرد۔

اور دوسری حدیث شریف میں فرمایا ہے:۔

قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلدُّنْیَا حَرَامٌ عَلٰٓی اَھْلِ الْاٰخِرَۃِ وَالْاٰخِرَۃُ حَرَامٌ عَلٰٓی اَھْلِ الدُّنْیَا وَکِلَاھُمَا حَرَامٌ عَلٰٓی اَھْلِ اللہِ ط

(ترجمہ) دنیا حرام ہے آخرت والوں پر اور آخرت حرام ہے دُنیا والوں پر اور یہ دونوں حرام ہیں اللہ والوں پر۔

کسی نے خوب کہا ہے۔ فکر ہر کس بقدرِ ہمّتِ اوست۔ خلاصہ اس تمام عبارت کا یہ ہے کہ جو چیز تیرا مقصود ہے۔ وہی تیرا معبود ہے۔ ہمّت عوام کالانعام کی تمام پوست ہے اور ہمّت عابدین وصالحین کی ہمہ از وست اور ہمّت عاشقوں اور عارفوں کی وصل دوست۔ اسی واسطے فرمایا ہے۔

وَاَھْلُ الدُّنْیَا فِیْ نِیْرَانٍ مُّبِیْنٍ ط وَاَھْلُ الْاٰخِرَۃِ فِیْ خُسْرَانٍ مُّبِیْنٍ ط وَاَھْلُ الْمَحَبَّۃِ وَالْعِرْفَانِ فِیْ شُھُوْدٍ وَّعِیَانٍ مُّبِیْنٍ لَوْلَا الْحُمَقَاءُ لَخَرِبَتِ الدُّنْیَا ط

(ترجمہ) دنیادار بھڑکتی آگ میں ہیں اور آخرت والے سخت گھاٹے میں اور محبّت و معرفت والے مشاہدہ جمالِ خاص میں ہیں۔ اگر احمق لوگ دُنیا میں نہ ہوتے تو دُنیا برباد ہوجاتی۔ اہلِ جنّت کا بھولا ہونا اور احمق یہ ہے کہ حور و قصور اور دیگر نعمائے جنّت کو جو بغیر دیدارِ الٰہی کے ہیں۔

اختیار کرنا اور نعمتِ ابدی یعنی طلب کمالِ جمال حضرت حق سبحانہٗ سے باز رہنا۔

فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ وَتَفَکَّرُوْا یَا اُولِی الْاَفْکَارِ۔ اَللّٰھُمَّ اَقْطَعْ عَنِّیْ مَا یَقْطَعُنِیْ عَنْکَ وَخَلِّصْنَا عَنِ الْمَلَاھِیْ وَاَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ ط

(ترجمہ) اے اللہ کاٹ مجھ سے وہ چیز جو کاٹ ڈالے یعنی جدا کر دے مجھ کو تجھ سے اور خلاصی دے ہم کو لغو اور بے فائدہ امُور سے اور دکھلا ہم کو چیزوں کی حقیقتیں جیسی کہ وہ اصل میں ہیں۔

پس طالبِ مولا کو چاہیئے کہ دل اور زبان کو ذکر دنیا و عقبیٰ سے باز رکھے اور منہ اپنا حقیقت جمالِ الٰہی کی طرف لائے۔ مقربان اور محرمان درگاہِ الٰہی کو مقاماتِ عالیہ طے کرنے میں بند نہ ہونا چاہیئے اور کسی ایک مقام میں ٹھہر رہنے پر خوش نہ ہونا اور سلوکِ اجمالی میں پڑا رہنے کو پسند نہ کرنا تاکہ کسی ایک ہی مقام میں پھنس نہ رہے اور عروج مقاماتِ عالیہ سے رہ نہ جائے۔ عاشقِ الٰہی کے واسطے حرص اور طمع مشاہدہ جمال کی فرض ہے اور اس سے بس کر کے بیٹھ رہنا کفر فی العشق ہے۔

اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ اور ان کے تابعین نے تحقیق کی ہے کہ انسان مرکب ہے لطائفِ عشرہ سے اور اکابر اولیاء اللہ جو بانئ طریقت ہیں ان سے بھی یہی بات معلوم ہوئی ہے لیکن امام ربّانی نے بالتفصیل بیان کیا ہے اور طریقہ اسہل وصول الی اللہ کا تعلیم فرمایا ہے۔ کیونکہ اس زمانۂ آخری میں بسبب دورئ زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یعنی گزر جانے زمانہ اسم ہادی کے اور ظہورِ تاثیر اسم مضل کے کہ ہمتیں کم ہوگئی ہیں اور شوق اور ذوق اطاعتِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی کا قلیل الوجود اور نفس کشی کی جگہ نفس پروری عام ہوگئی ہے اور بجائے ترکِ دُنیا کے طلب دُنیا اور بجائے جوش و خروشِ عشق کے تساہل اور سستی، اور بجائے ہوشیاری کے غفلت، اور بجائے رہبری کے رہزنی ہوگئی ہے ——— لہٰذا اللہ تعالےٰ نے اپنی کمال رحمت سے ہادئ برحق امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے عالی ہمّت تابعین کو قاصر ہمّتوں کے واسطے پیدا فرمایا تاکہ بآسانی یہ قاصر ہمّت عالی ہمّتوں کے ظلّ میں آکر ان کے روحانی انوار و برکات سے پرورش پاکر اپنے اصل کی طرف پرواز کرکے اپنے اصلی مقام میں جو نیچے دائرہ عرش سے اُوپر کا ہے اس میں ملاء اعلےٰ حافین حول العرش سے مل کر عین مشاہدہ ذاتی اور جمالِ الٰہی میں اپنا مقام بنالے۔ جیسا کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

چہ ازاں آشیاں بیگانہ گشتی   چو دوناں ازیں ویرانہ گشتی

بیفشاں بال و پر ز آمیزش خاک   بہ پر تا کنگرہ ایوانِ افلاک

(ترجمہ) تو اس گھونسلے سے کیوں بیگانہ ہو گیا اور کمینوں کی طرح اس ویرانے کا اُلّو کیوں بن گیا مٹی کی ملاوٹ سے بال اور پر جھاڑ۔ پھر آسمانوں کے عالیشان محل کے کنگرہ تک اُڑ۔ ۱۲

ان حوادثاتِ فلکی و ارضی خواہشاتِ نفسانی سے۔ جو تجھ کو اسفل السافلین کی طرف لے جانے والے ہیں خلاصی پاکر اس نورِ قدیم میں جہاں سے آیا تھا وہیں جا کر مل جائے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔ ؎

رِل گئے عاشق تے معشوق   چرخہ بھَن تے پُونیا پھوک

مگر یہ امر سوائے دستگیری شہباز منازل طے کر لینے والے کے اور سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

حکایت کیڑا

بعض بزرگوں نے ایک کیڑے کی حکایت نقل کی ہے کہ اس کے دل میں یہ خواہش تھی کہ میں خانہ کعبہ میں پہنچوں۔ مگر خانہ کعبہ وہاں سے بہت دُور تھا۔ وہ کیڑا اپنے دل میں خیال کرتا تھا کہ نہ تو میرے پَر اور نہ ہی زور و زر۔ میں کس طرح ایسی معظّم جگہ میں جو مورد و مہبطِ تجلّیات مسجود الیہ کی ہے پہنچ سکوں گا۔ اسی خیال میں تھا کہ اچانک ایک جگہ جہاں گندم یا کوئی اور غلہ گاہا گیا تھا کبوتروں کا ایک غول آکر دانہ چگنے میں مشغول ہو گیا۔ جب چگنے سے فارغ ہوئے تو ایک کبوتر نے کہا کہ اب جو کچھ چگنا ہے جلدی چگ لو۔ کہاں خانہ کعبہ جہاں ہم نے جا کر اپنے بچّوں کی خبر گیری کرنی ہے اور وقت بہت تھوڑا ہے اگر بہت ہی تیز اڑیں گے تو پہنچیں گے۔ اس قدر دور دراز راستہ طے ہونا مشکل ہے۔ کیڑا بھی وہیں دانے چگ رہا تھا اسے حرص پیدا ہو گئی کہ اگر ان کا ساتھ میسّر ہو تو میرا مطلب حاصل ہو جائے گا۔ پَر ان کے رہے اور پنجہ میرا رہا۔ چنانچہ وہ جلدی جا کر اس کبوتر کے پاؤں میں چمٹ گیا اور کبوتر اڑ گئے۔ کیڑا خیال کرتا جاتا تھا کہ اگرچہ میرے پَر نہ تھے لیکن اگر میں نے اپنا پنجہ سخت مضبوط کر کے مار لیا تو اس

کبوتر کے تو پر ہیں مجھ کو پہنچا ہی دے گا۔ چنانچہ کبوتر خانہ کعبہ میں جا پہنچے اور ایک نے دُوسرے کو آواز دی کہ طواف و زیارت خانہ کعبہ کا کر لو۔ کیڑا سمجھ گیا کہ میری مراد اللہ تعالٰے نے پُوری کر دی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ اس نے فوراً پنجہ چھوڑ دیا۔ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ خانہ کعبہ سامنے ہے اور تجلّیات کا مشاہدہ کر رہا ہے اپنے مطلب کو پہنچ گیا اور شکر ادا کیا۔

جس طرح اس کیڑے نے کبوتر کے پنجے مضبوط پکڑ لئے اور خانہ کعبہ میں پہنچ کر مقصود حاصل کر لیا اگر وہ اس کے پنجے چھوڑ دیتا تو ظاہر ہے کہ یقیناً مقصود حاصل کرنے سے محروم رہتا اور نہ صرف محرُوم ہی رہتا بلکہ نیچے گر کر نیست و نابود ہو جاتا۔ اسی طرح اگر طالب مولا شہباز منازل طے کئے ہوئے کے دامن میں سختی سے چنگل مار لے تو جہاں وہ پہنچے گا وہیں اپنے ساتھ اس کو لے جائے گا۔ اور اگر چنگل سست مارا یا چھوڑ دیا تو نیچے گر کر قعرِ دوزخ میں جا پہنچے گا۔ کسی بزرگ نے اس مضمون کو فارسی میں کیا ہی اچھا بیان فرمایا ہے۔

موِر مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد	دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

(ترجمہ) ایک مسکین چیونٹی کی خواہش تھی کہ کعبہ میں پہنچے اس نے کبوتر کے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اچانک پہنچ گئی۔ ۱۲

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں خوب تشریح فرمائی ہے۔ ؎

چوں تو کردی ذات مُرشد را قبول	ہم خدا آمد ز ذاتش ہم رسُولؐ

نفس نتواں کشت الا ذاتِ پیر	دامن آں نفس کش را سخت گیر

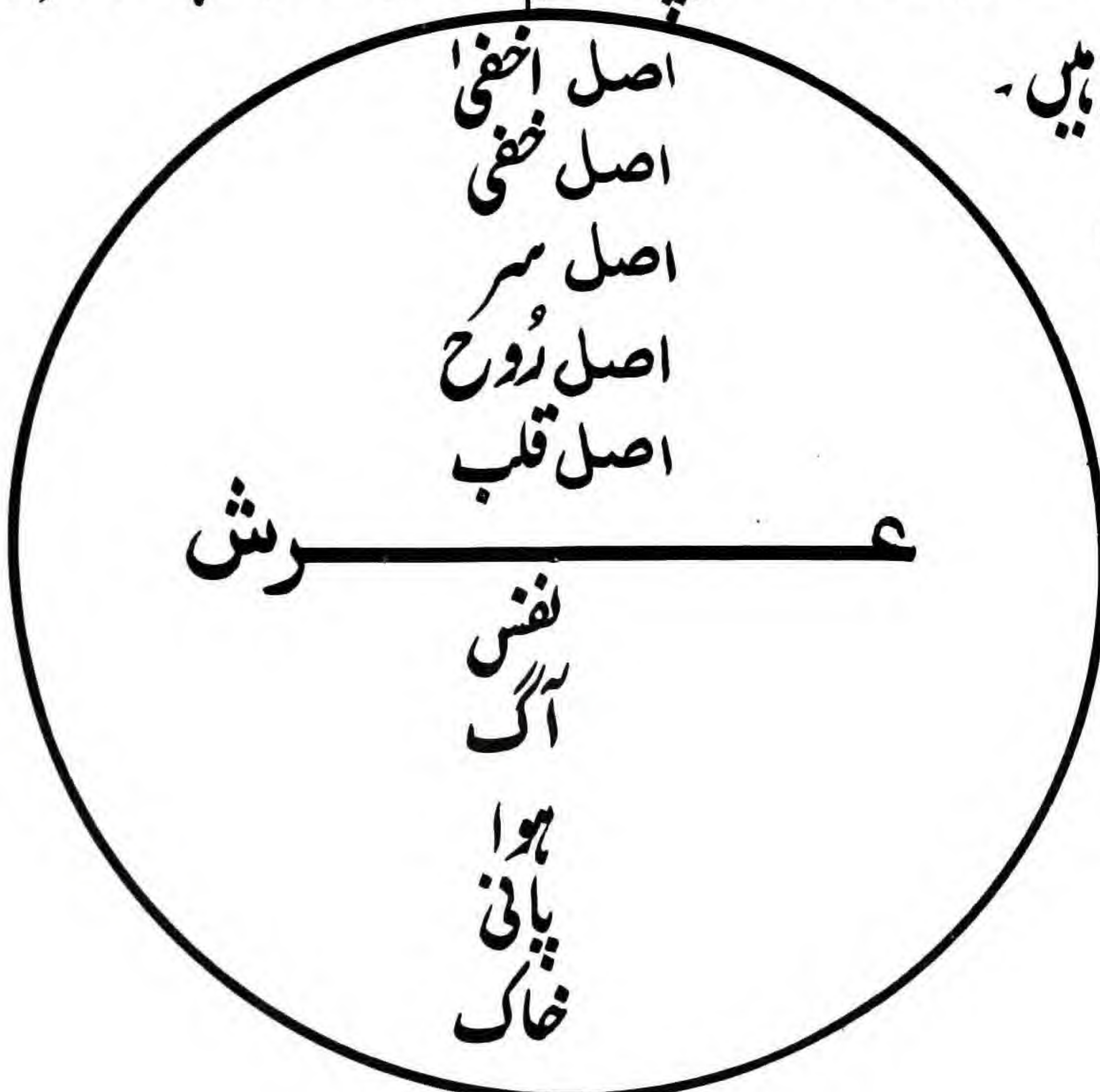
(ترجمہ) جب تو نے مُرشد کی ذات کو قبُول کر لیا تو اس کی ذات سے خُدا بھی مل گیا اور رسُولؐ بھی نفس نہیں مار سکتا مگر پیر کی ذات۔ تو اس نفس کو مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ۔ ۱۲

اے ہاشمی تو کلی اس بات کو رہنے دے اس کا انتہا نہیں۔ کتاب طوُل پکڑ جائے گی۔ مطلب کی طرف رجُوع ہو تا کہ سامعین کی سمع خراشی نہ ہو اور اصلی مطلب سے نہ رہ جائیں۔

اس طریقۂ فضلی نقشبندیہ مجدّدیہ میں یہ بات متحقّق طور پر پایۂ ثبُوت کو پہنچ چکی ہے کہ انسان یعنی

یعنی بنی آدم مرکب دس لطیفوں سے ہے۔ ان میں پانچ عالم امر اور پانچ عالم خلق سے۔ جو عالم امر سے ہیں وہ یہ ہیں۔ قلب۔ رُوح۔ سر۔ خفی۔ اخفیٰ۔ اور جو عالم خلق سے پانچ ہیں وہ یہ ہیں۔ نفس۔ آگ۔ ہوا۔ پانی۔ خاک۔ عالم امر کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے لفظ کُن فرمایا تو فیکُون یعنی کُن کے فرماتے ہی فوراً وہ چیزیں بن گئیں۔ اسی واسطے فرمایا کُن فَیکُون پس اسی وقت وہ چیزیں یعنی فرمان ہوتے ہی ان چیزوں کا موجود ہوجانا زمانہ حال میں جیسا کہ سورج نکلتا ہے تو فوراً دھوپ بھی ساتھ ہی ساتھ نمودار ہوجاتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ پہلے سورج چڑھے پھر کچھ دیر کے بعد دھوپ نکلے بلکہ جس قدر سورج نکلتا ہے۔ اسی قدر دھوپ بھی ساتھ ساتھ ہوتی جاتی ہے اور جو عالم خلق کے پانچ لطیفے ہیں یہ امر کُن کے بعد بتدریج یعنی دیر کے بعد آہستہ آہستہ پیدا ہوتے گئے۔ چنانچہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ یعنی رب تمہارا وہی ہے جس نے پیدا کیا زمین و آسمان کو چھ دن کی مقدار میں۔ یہ تصریح ہے دیر کے ساتھ پیدا کرنے کی۔ جس میں مخلوق کے فائدہ کے واسطے مصلحتِ خداوندی ہے۔ عرش مجید ایک حجاب نوری ہے درمیان عالمِ امر اور عالمِ خلق کے نیمہ دائرہ کے نیچے کا عالمِ خلق میں داخل ہے اور اسی عالمِ خلق کو عالمِ امکان بھی کہتے ہیں۔

اور نیمہ دائرہ اوپر کا عالم امر میں ہے۔ اصُول لطائف عالم امر کے اُوپر کے نیمہ دائرہ عرش ہیں۔ اور اصول لطائف عالم خلق نیمہ دائرہ نیچے میں داخل ہیں جن کی صُورت یہ ہے :۔



اور یہ عالم خلق یعنی دائرہ امکان متضمن ہر دو عالم یعنی عالم امر و عالم خلق ہے ۔ عالمِ خلق میں عالمِ امر بھی ہے ۔ اور عالم امر نصف دائرہ عرش کے اُوپر کا ہے ۔ وہاں عالمِ خلق نہیں ۔ لیکن دائرہ امکان میں جامعیت ہے ۔ عالمِ خلق اور عالمِ امر کی عرش سے لیکر جہاں تک کوئی شئے موجود ہے وہ سب دائرہ امکان ہے اور نیمہ دائرہ بالائے عرش عالم امر ہے ۔ عرش کے نیچے عالمِ خلق ہے ۔ جب اللہ تعالےٰ نے شکلِ انسان کو بنایا تو اس عالمِ خلق میں چند جگہ عالم امر کے لطائف کا بھی انسان کے بدن میں تعلق پیدا کیا ۔ تاکہ عالمِ امر کا جذب اور عشق پیدا ہو اور یہ بدن انسانی جو عالمِ خلق میں ہے اسی کو عالمِ امر کی طرف لے جاکر فلاحِ اخروی اور نجاتِ ابدی حاصل کرائیں ۔ یہ خاک جو پاؤں کے نیچے آنے والی ہے اگر کپڑے کو لگے تو دھونا پڑے اور بدن کو لگے تو غسل کرنا پڑے ۔ اس کو اعلےٰ علیین میں لے جاکر مقامِ محبوبیت میں لباس معشوقیت پہنا کر بٹھائیں اور یہ اللہ اللہ کہے تو محبوب حقیقی کی طرف سے لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ (میں حاضر ہوا ہوں اے میرے بندے) کی ندا سے بہرہ یاب ہو ۔ اسی واسطے فرمایا اللہ تعالےٰ نے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ یعنی انسان کو تمام مخلوقات میں سے بہت اچھی صورت میں پیدا کیا پھر ہم نے اسے نیچے پھینک دیا ۔ یعنی عرش سے عالمِ امر کا محل اس کا بدن بنا دیا تاکہ عالمِ امر اور عالم خلق دونوں جہاں کی نعمتوں کا یہ بدن عالمِ خلق میں رہ کر مشاہدہ کرکے تصرفاتِ دنیا وما فیہا میں جاری کرے اور دُنیا میں خلیفہ اللہ تعالےٰ کا بنے ۔ پھر فرمایا کہ اسی جامعیت کے سبب سے یہ عالی ہمّت ہوگیا ۔ پھر اسے زمین پر پھینک دیا کہ دکھلائیں کہ یہ عالی ہمّت میری اطاعت میں اپنے نفس پر ظلم کرکے اس کو اس کی خواہشات سے توڑ کر میری خوشی اور رضا میں لگائے ۔ یہ اسی کا کام ہے اور کوئی اس امانت کو اُٹھا نہیں سکتا تھا کیونکہ ماسوائے انسان کے یہ سبب نہ ہونے جامعیت کے وہ عالی ہمّت نہ تھے ۔ اس واسطے ڈر گئے اور یہ بار اُٹھانے سے انکار کردیا ۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اس عالی ہمت انسان کی تعریف خود فرمائی ہے ۔ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا

جَھُولًا ؕ یعنی اپنے پر ظلم کرکے میری اطاعت میں لانے والا جَھُولَا کے معنی میری اطاعت اور یاد میں لذائذِ نفسانی، ملکاتِ رذیلہ کو بالکل بھول جانے والا اور پھر میری یاد میں ایسا محو ہوجانے والا کہ میرے مشاہدہ میں آکر تمام غیر اللہ کو بھول جائے پھر فرمایا وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ ہم نے بنی آدم کو بہت بڑی عزّت دی۔ یعنی ایسی عزّت تمام مخلوق میں اور کسی کو نہیں دی۔ پھر ایسے ہی جوشِ محبّت میں دُوسری جگہ فرمایا فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ یعنی تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں۔ اس آیت کے سیاق و سباق سے یہی معلوم ہوتا ہے اور بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نعمت خاص خاکی بندہ کے واسطے ہے اور تمام مخلوق میں سے اگر کوئی اللہ تعالےٰ کو یاد کرے تو اللہ تعالےٰ اس کو یاد نہیں کرتا۔ مگر بندہ یاد کرے تو اللہ اس کو اسی وقت یاد کرتا ہے اسی عُمدہ لقب کی وجہ سے جو خاکی پتلے کو عطا ہوا۔ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

حمد بے حد مر خدائے پاک را　　　آں کہ ایماں داد مُشتِ خاک را

(ترجمہ) بیشمار تعریف خدا کیلئے ہے جس نے ایک خاک کی مٹھی کو ایمان دیا یعنی مشتِ خاک انسان اور ایمان سے مراد اس جگہ مشاہدہ ہے یعنی یہ خاک جو ظاہر میں سب سے زیادہ حقیر و ناچیز ہے اور پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاک انسان کو ایسی بے بہا نعمت سے سرفراز فرمایا کہ مخلوقات میں سے کسی کو میسّر نہیں ہوئی۔ اور وہ مشاہدہ اور وصل دیدارِ الٰہی ہے۔ جلّ شانہٗ اے طالب مولا سعادتِ ازلی تجھ کو نصیب ہو۔ جب تونے ہیکلِ انسانی یعنی صورتِ انسانی کی ترکیب کی فضیلت سمجھ لی تو اس کی تفصیل بھی بیان کی جاتی ہے تاکہ تجھ پر کوئی اخفا نہ رہے وہ تعلق جو عالمِ امر کا عالمِ خلق یعنی بدن انسان کے ساتھ ہے۔ وہ یہ ہے:۔

لطائف عالمِ امر

پہلا لطیفہ ایک مضغہ قلب بشکلِ صنوبری یا مخروطی بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلے پر ذرا پہلو کی طرف جھکا ہؤا اس شکل کا (قلب) ہے اور اس کا اپنا نور زرد ہے جیسی کہ

زمین کی رنگت ہے یا جیسا کہ سرسوں کا پھول زرد ہوتا ہے۔

دُوسرا لطیفہ رُوح یہ عالم امر سے عالم خلق میں ہے۔ اس کا تعلق جس محل یا مضغہ میں ہے وہ دائیں پستان کے نیچے بفاصلہ دو انگشت ہے اور یہ بہ نسبتِ قلب کے تھوڑا سا پہلو کی طرف جھکا ہوا ہے۔ نور اس کا سرخ سنہری کی طرح کا ہے جیسا کہ سونے کا رنگ ہے۔

تیسرا لطیفہ سِر جو عالمِ امر کا ہے۔ اس کا تعلق جس محل سے بدن کے ہے وہ برابر قلب کے سینے کی طرف واقع ہے نور اس کا سفید ہے۔

چوتھا لطیفہ خفی عالم امر کا ہے۔ جس کے محل کا تعلق عالم خلق میں برابر پستان دائیں کے دو انگل کے فاصلے پر سینے کی طرف ہے۔ نُور اس کا سیاہ ہے۔

پانچواں لطیفہ اخفیٰ ہے اصل اس کا عالمِ امر میں ہے اور تعلق عالم خلق میں وسط سینہ کے اندر اس شکل ⬭ کا ہے نور اس کا سبز ہے۔

یہ تمام لطائف خود معہ اپنے اصول کے انوار مجردہ اور مصفا برق وشعشان سے معمور تھے اور ہر وقت اپنی اصل کی طرف سیر کر کے مشاہدہ ذاتی میں رہتے تھے لیکن اس عالم خلق میں کدورت سے بوجہ اپنی پڑوسنوں کے مکدّر ہو گئے ہیں اور اپنے اصل وطن کو بھول گئے ہیں اور اسفل کی طرف ان کی کشش ہو گئی اور ملاء اعلیٰ کی کچھ بات یاد نہ رہی۔ اسفل کی طرف لے جانے والی ان کی پڑوسنیں ہیں جنہوں نے ان کو اپنی صحبت فاسدہ سے فاسد کر دیا۔

لطائف کی پڑوسنوں کا بیان جو ملکاتِ رذیلہ ہیں

پڑوسنیں یہ ہیں قلب اس کے نیچے کی طرف ایک کاغذ بھر مقدار کے فاصلہ پر شہوت ہے جس کو قوتِ باہ سے تعبیر کرتے ہیں اس نے بسبب لذّت کے اپنی طرف کھینچ کر

اوپر یعنی اپنی اصل کی کشش بھلا دی اور اپنی لذّت سے جو اسفل السافلین کی طرف لے جانے والی تھی اپنا عاشق و دیوانہ بنالیا۔ اسی طرح رُوح جو منوّر اور خاص ملاء اعلیٰ کا رئیس ہے اس کے نیچے غصّہ ہے جو کہ غضب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس نے اس کو ایسا مکدّر کیا کہ اپنی صفائی اور برق چمک سب بُجھا بیٹھا اور اصل خصلت چھوڑ کر سبعیت یعنی بھیڑیئے پن کی عادت پکڑلی۔ لطیفہ سرّ کے نیچے کاغذ کے فاصلہ پر حرص ہے اس لطیفہ کو دیدار یعنی مشاہدہ ذاتِ الٰہی کا ہوتا تھا۔ کام تو اس کا یہ تھا کہ ہر وقت مشاہدہ جمالِ الٰہی کی طرف سیر کرائے اور خواہش دیدارِ الٰہی کی رکھے۔ مگر حرص کی صحبت نے اس کو اسفل کی طرف جو چیزیں لے جانے والی ہیں ان کی خواہش شروع کردی جیسے مال و زنا سرقہ، خونریزی وغیرہ کی حرص۔ اس کی ہم جلیس حرص نے اس کو سیاہ کردیا اور ملاء اعلیٰ سے پھیر کر اسفل کے مشاہدہ میں گرفتار کردیا اور لطیفہ خفی کے نیچے حسد اور بخل ہے کہ فی الحقیقت یہ ایک ہی چیز ہے فعل وہ کرتی ہے اس نے اس کو ملاءِ اعلیٰ سے روک لیا اور اس کے نور کی سیاہی کو جو ملاء اعلیٰ کی بصارت دینے والی تھی بجھادی۔ جیسا کہ آنکھ کی سیاہ پتلی ہوتی ہے اور وہی ہر چیز کو دیکھتی ہے اور ایسا ہی یہ لطیفہ خفی تھا۔ اس کی سیر حجاب کے لطون البطون میں تھی۔ اس کو اس کے ہم جلیس نے مکدّر کردیا اور اسفل سے ایسا مکدّر کیا کہ نابینا ہوگیا اور اصلی وطن کی طرف جانے کی تاب و طاقت نہ رہی۔ العیاذ باللہ اور لطیفہ اخفیٰ کے نیچے تکبّر اور فخر ہے اس نے اس کے نُور کو بجھا دیا اور یہاں تک اس کو کیا کہ تمرّد اور سرکشی احکام و اطاعت الٰہی سے کرائی اور غضب الٰہی میں گرفتار ہو کر راندۂ درگاہ الٰہی ہوگیا۔ چنانچہ قصّے فرعون اور شدّاد اور نمرود وغیرہ کے اس پر شاہد ہیں۔ اے طالبِ مولا! معلوم کر کہ یہ پانچ چیزیں ان پانچ لطائف کو اپنے مولائے حقیقی کے وصل سے دور کر رہی ہیں۔ یہ عرش کا رہنے والا ان دشمنوں کے پنجے میں اس طرح گرفتار ہوگیا اور مصائب دنیوی اور محرومیٔ اخروی نے اس کو گھیر لیا ہے۔ اس مضمون کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمایا ہے۔

مثنوی

پا بہ آخر آدم است و آدمی　　گشت محروم از مقام محرمی
گر نگردد باز مسکیں زیں سفر　　نیست از وے ہیچ کس محروم تر

(ترجمہ) مرتبہ تو اعلےٰ آدم ہی کا تھا لیکن آدمی مقام محرمی سے محروم ہو گیا اگر مسکین انسان اس سفر سے نہ لوٹے تو اس سے زیادہ تر کوئی محروم نہیں۔ ۱۲

جب رحمتِ الٰہی بندہ کے شاملِ حال ہو جاتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ مریض کو حکیم کے پاس بھیج کر دوا بھی موجود کرا دیتا اور پھر شفا بھی بخش دیتا ہے اسی طرح کسی اپنے مقبول بندہ کے پاس بھیج دیتا ہے اور ان دونوں میں موافقت کے سامان ہو جاتے ہیں تو پھر بندہ اس بحرِ حیرت سے پار ہو کر واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ عالمِ امر کے پانچوں لطیفوں کا نقشہ مع ان کی پڑوسنوں کے اس طرح پر ہے۔

قلب	رُوح	سِرّ	خفی	اخفیٰ
شہوت	غضب و غُصّہ	حرص	حسد۔ بخل	تکبّر۔ فخر

جنہوں نے اس کو اسفل کی طرف کھینچ کر دیدارِ الٰہی سے محروم کر رکھا ہے۔ مثنوی

صحبتِ کامل کو بس کر اختیار　　تا کہ تو اس بحرِ حیرت سے ہو پار
صحبتِ کامل ہے بہ از کیمیا　　جس سے ہو قلبِ سیاہ کو بھی ضیاء

(ترجمہ) جب تجھ کو کوئی کامل پابندِ شریعت مل جائے اور وہ تجھ کو تعلیم دینا شروع کر دے تو پھر تو مُردہ بدست زندہ ہو جا۔

ایک دفعہ میں رات کو سفر کر رہا تھا اور چند درویش بھی ساتھ تھے ایک گاؤں کے پاس گذر ہوا۔ اس وقت چاندنی رات تھی۔ دھیمی دھیمی ہوا چل رہی تھی۔ موسم گرمی کا تھا اور میدان سفید نظر آرہا تھا۔ اچانک گاؤں سے ایک عجیب رسیلی آواز کان میں آئی۔ طبیعت ادھر

متوجہ ہو گئی جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے ان شعروں نے اس مسئلہ کو خوب ادا کیا ہے۔

۵ تجرے شاہ مقیم دے اِک جٹی عرض کرے

میریاں پنجے مرن گواہنڈناں شالا ستاں نوں تاپ چڑھے

نے اس تکیہ دار فقیر نوں لا دا نانگ لڑے

پھر سُنجیاں ہوجان گلیاں میرا کھلی باہیں یار پھرے

میں تینوں بکرا دیواں پیر جی جے سر دا کونت مرے

پانچ گواہنڈناں یعنی پڑوسنیں جن کا میں ذکر کر آیا ہوں یعنی کام، کرودھ، لوبھ، موہ، ہنکار
جب یہ مر جائیں تو پانچ لطیفے عالم امر کے اور چھٹا لطیفہ نفس اور ساتواں قالب کو عشقِ الہٰی کا
تپ یعنی گرمی اور جوش ہو جائے تو یہ خناس جو تکیہ دار فقیر ہے اور ہر وقت طرح طرح کے خطرے
دیتا رہتا ہے اس کو لا الٰہ کی لا کے ساتھ جو اس کے حق میں بمنزلہ زہریلے سانپ کے ہے
نفی کر کے کاٹ دے اور سر کے کونت مرنے کا یہ مطلب ہے کہ جیسا حدیث میں آیا ہے کہ جب
آدمی پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان پیدا ہوتا ہے۔ بچہ پہلے
جب روتا ہے اسی شیطان کی چوک سے روتا ہے اور وہ موت تک آدمی کے ساتھ رہتا
ہے۔ جب آدمی مرتا ہے تب وہ جدا ہوتا ہے۔ اسی شیطان کو یہاں لفظ کونت سے
تعبیر کیا ہے۔ پس شاعر کہتا ہے کہ اگر میرے سر کا کونت یعنی وہ شیطان مر جائے یعنی اسلا
لے آئے اور احکامِ الٰہی کا تابع ہو جائے تو بکرا دوں۔ یہی وہ کونت ہے جس کی نسبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَسْلَمَ شَیْطَانِیْ یعنی میرا شیطان
مسلمان ہو گیا۔ ۱۲ — جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تو صحابہ رضوان اللہ
علیہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ شیطان آپؐ کے ساتھ بھی ہے؟ فرمایا ہاں ہے مگر
اسلام لے آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ملنے کا مانع کوئی نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر تمام بدن
اور کسی شے کا حصہ بدن میں نہیں رہا۔ فی الحقیقت اگر تجھ سے یہ کام ہو گیا تو سمجھ لے کہ تو خد

کا معشوق یا مقبول بلکہ تو ہی اس معنی کا مصداق ہے جیسا کہ حدیث بخاری میں آیا ہے۔

خَلَقَ اللّٰہُ الْاِنْسَانَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ؕ

(ترجمہ) اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ ۱۲

تو خدا کی پیاری صورت بن گیا۔ ایک اکابر اولیاء اللہ نے لکھا ہے۔ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ ؕ (ترجمہ) جب فقیر پورا ہو گیا تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔ ۱۲

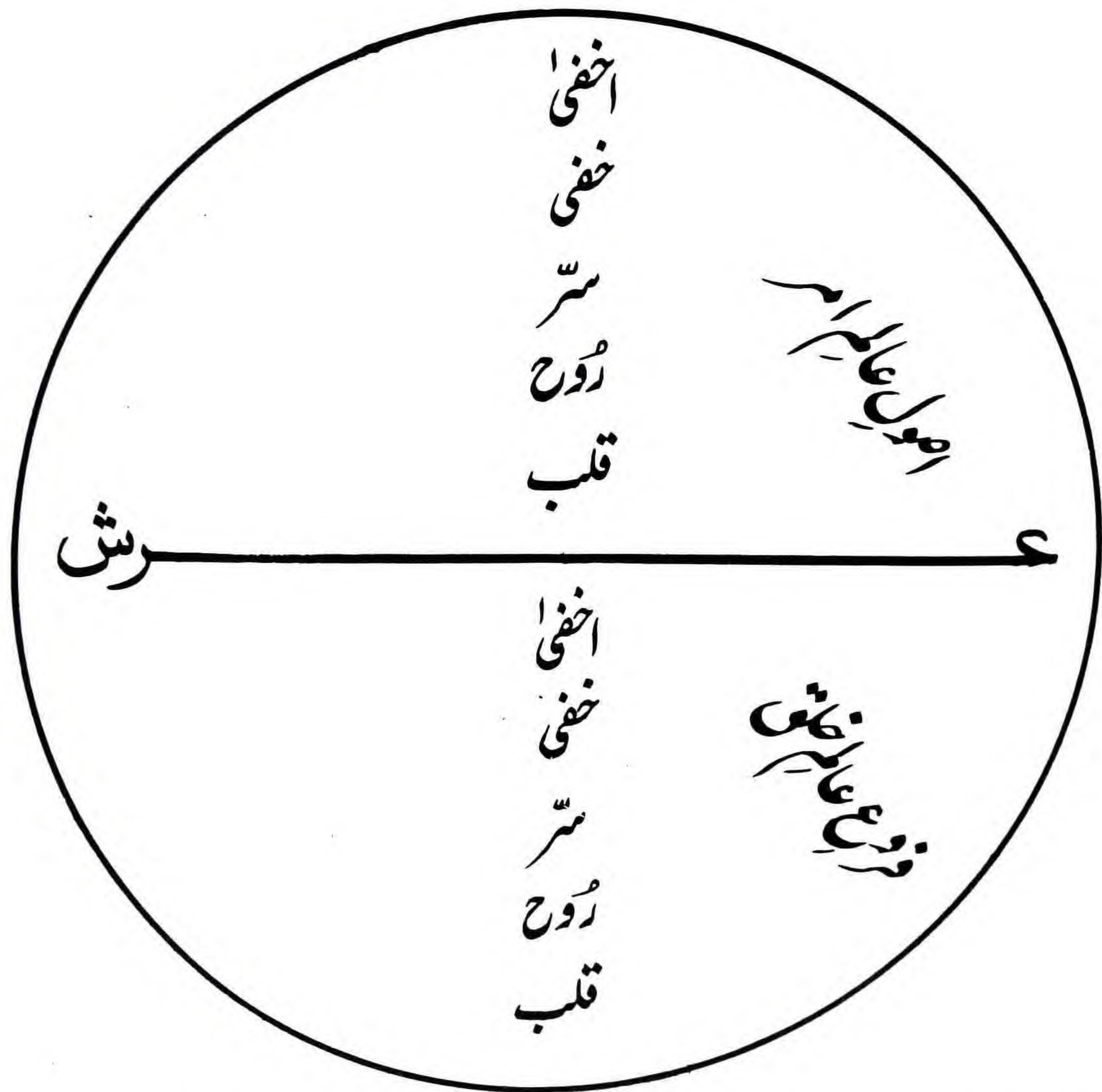
جب فقیر پورا ہو گیا تو رگ و ریشہ ظاہر و باطن اللہ اللہ اور اس کی ذات کا نور ہے تو نہیں رہا بلکہ وہ ذاتی نور ہو گیا۔ اگرچہ ظاہر صورت انسانی ہو گی مگر باطن ربانی۔

اب ان لطائف کی صورت بیان کی جاتی ہے کہ نیم دائرہ جو عرش کے اوپر کا ہے۔ اس میں اصل لطائف اور نیچے کے نیم دائرہ میں ان لطائف کی فرع ہیں۔ جب لطیفہ قلب رُوح، سِر، خفی، اخفیٰ میں ذکر کیا جاتا ہے تو مضغہ میں کیا جاتا ہے۔ اور کشش مذکور کی طرف ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف تو مضغہ قلب کا نُور اصل قلب میں جا پہنچتا ہے۔ اسی طرح رُوح کا نُور اصل رُوح میں جا پہنچتا ہے تو یہ سِرّ اس سِرّ کا نائب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خفی کا نور بھی اپنے اصل میں جا ملتا ہے اور یہ اس کا نائب ہو جاتا ہے علیٰ ہذا۔ اخفیٰ کا نُور اپنی اصل میں جا ملتا ہے اور یہ اس کا نائب ہو جاتا ہے۔

جب یہ لطائف اپنے اصول میں جا ملتے ہیں تو ان کو اپنی حقیقت کے موافق قرب الٰہی ہوتا ہے اور ہر ایک موافق اپنی حقیقت کے واصل اور قریب ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ؕ (ترجمہ) تم میں سے ہر ایک کا مقامِ قرب مقرر ہے۔ اپنے مقام سے آگے سیر قدمی اس کا نہیں ہوتی البتہ سیر نظری کی انتہا نہیں اور وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً ؕ (ترجمہ) میرے دل پر کچھ میل سا بیٹھ جاتا ہے تو میں ستّر بار استغفار پڑھتا ہوں ۱۲۔ اس میں جو قلب پر کدورت وارد ہونے کا بیان ہے یہاں قلب سے

مراد یہی مضغہ گوشت ہے یعنی کدورت یا میل جو کچھ آتا ہے اس مضغہ قلب پر وارد ہوتا ہے اصل قلب پر وارد نہیں ہوتا۔ اسی طرح دوسرے لطائف رُوح، سرّ، خفی، اخفیٰ کا حال ہے کہ ان کے مضغے جو بدن انسان میں ہیں ان پر کدورت یا میل آتی ہے۔ اُن کے اصول پر کوئی کدورت وارد نہیں ہوتی اسی واسطے ان کی تربیت کی جاتی ہے تاکہ اصل کے ساتھ ملنے میں رکاوٹ نہ رہے۔

نقشہ اصُول و فروع لطائف کا یہ ہے



اے طالبِ مولا! جب تو لطائف کی حقیقت سے واقف ہوچکا تو آگے تعلیم کا طریقہ

تیرے واسطے بیان کیا جاتا ہے اور انوار اور سیران کی۔ خدا تعالیٰ تجھ کو توفیق عطا فرمائے۔

اے طالبِ مولا! اس بات کو جان جیسے کہ پانچ رکن اسلام کے ہیں ویسے ہی پانچ رکن تصوّف کے ہیں۔ اور یہ بھی جان لے کہ علم تصوّف یا علم فقر یا علم معرفت یا علم سلوک یا جو کچھ تم اس کا نام رکھو۔ یہ دراصل چیز ایک ہے اور نام اس کے کئی ہیں۔ ہر ایک نے اپنی اصطلاح میں اس کا نام رکھا ہوا ہے۔ اور اس کے حصُول کے قواعد مقرر کئے ہوئے ہیں۔ مگر امتِ مرحُومہ محمدیہ میں جو ہے۔ یہ تمام معارف کے قواعد کا اصل اصول ہے اور موافق قانونِ قدرت اور مرضیاتِ الٰہی ہے۔ اس کو جمع الجمع کہنا چاہیئے۔ کیونکہ کوئی طریقہ وصول الی اللہ کے لئے اس کے سوا نہیں۔ جو کچھ ہے اسی میں ہے۔ باقی جوگی یا اہلِ ہنود اور غیر مذاہب کے صوفیاء اور ریاضاتِ باطلہ کرنے والے یہ سب اپنے عناصر کے جوش اور سرور و لذّتِ عنصری میں آکر اس جگہ رہ جاتے ہیں۔ جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ ط لا تفتح مضارع منفی کا صیغہ ہے جو دلالت کرتا ہے دوامِ تجدّدی پر یعنی ان کے واسطے نہ اب آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور نہ آئندہ کھولے جائیں گے۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ عالمِ امر کی سیران کو بالکل نصیب نہیں ہوتی بلکہ اس طرف ان کا رجُوع اور توجہّ بھی نہیں ہوتی۔ اگرچہ کوئی راکھ کھائے۔ حبس کرے پھر بھی وہ محرومی ابدی میں ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا ط

(ترجمہ) جو شخص اپنے رب سے ملنے یعنی اس کے دیدار کی امید رکھتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ نیک عمل کرے۔

ذکرِ خیر

المعروف

صحیفۂ محبوبؒ

مشتمل بر حالات سراپا کرامات و خوارق عادات نمونہ سلف حجۃ خلف،

متوکل علی اللہ حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ

مصنفہ حضرت خواجہ محبوب عالم شاہ صاحبؒ سیدوی خلیفہ اعظم حضرت قبلہ شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ

جس کا

ایک ایک باب معرفت کا بحرِ بے کنار

ایک ایک فصل کتاب و سنت کی ترجمان

ایک ایک صفحہ عاشقانِ مولا کیلئے حرزِ جان

ایک ایک فقرہ ہدایت کا سبق

ایک ایک لفظ ذوق و شوق کا مظہر

ایک ایک حرف روحانیت کے نور سے پُر

- سادہ زبان
- سلیس اردو
- دلکش انداز
- عام فہم

لکھائی چھپائی، کاغذ نہایت اعلیٰ

قیمت بلا جلد ——— چھ روپے

ارکانِ تصوّف کا بیان

اب اسلام کا جو تصوّف ہے۔ اس کی حقیقت سمجھ لے۔ یہ اجمال و تفصیل کا فرق ہے مثلاً ارکانِ خمسہ اسلام، کلمۂ توحید، نماز، روزۂ رمضان، زکوٰۃ، حج۔ ان کی حقیقت کی سیر بالتفصیل کا نام تصوّف ہے اور اجمالی حالت میں ادا کرنے کا نام شریعت ہے۔ اگر میں اس کی حقیقت کے شیونات بیان کروں تو کبھی بھی ختم نہ ہوں۔ اے طالب مولا! اگر تجھ کو زیادہ ضرورت ہو تو میری تصنیف کردہ کتاب خیر کثیر کو دیکھ لے تو تیری تسلّی ہو جائے گی اور جو پانچ رکن تصوّف کے ہیں وہ یہ ہیں۔ رابطہ[۱]۔ مذاکرہ[۲]۔ مراقبہ[۳]۔ محاسبہ[۴]۔ مشاغلہ[۵]

پہلا رُکن رابطہ اور وہ یہ ہے کہ شیخ کامل مکمّل کی تلاش کر کے ان کے ہاتھ پر توبہ کر کے بیعت کرنا اور داخلِ طریقہ ہو کر اس سے ایسی محبت اختیار کرنا کہ گویا ہر وقت ان کے سامنے ہے خواہ تصوّر میں خواہ حضور میں۔

دُوسرا رکن مذاکرہ اور وہ یہ ہے کہ مُرشدِ حق جو فرمائے وہ ذکر قضا نہ کرے اور نہ بغیر فرمانِ پیر اس میں کمی بیشی کرے۔

تیسرا رکن مراقبہ اور وہ یہ ہے کہ ذکر کے بعد موافق فرمان ہادئ برحق فیضان۔ یعنی انوارات ذاتِ الٰہی یا حقائق الٰہیہ کو اپنے مقام پر کھینچ کر لانا یعنی شیخ برحق نے جو کچھ اور جس مقام کی تعلیم دی ہے۔ جیسے لطائف ولایت صغریٰ، ولایت کبریٰ، ولایتِ علیا، کمالات، حقائق الٰہیہ، حقائق انبیاء وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ جس مقام میں طالب کا سبق ہے اسی مقام میں اس محل کا فیض کھینچ کر لانا۔

چوتھا رکن محاسبہ اور وہ یہ ہے کہ پچھلی رات کو نمازِ تہجّد کے توبہ کرے اور دن رات میں جو نیک و بد کام کئے ہیں۔ ان کا اپنے خیال میں حساب کر کے معلوم کرے کہ کتنے نیک کام مجھ سے ہوئے ہیں اور کس قدر بُرے یا مکروہ۔ نیک کاموں میں اللہ تعالےٰ کا شکر بجالائے کہ اے اللہ تیرے ہی فضل و کرم نے مجھ سے یہ نیک کام کرائے اور جو کام بد یا مکروہ ہوئے ان کو اپنے خیال میں لاکر توبہ کرے مگر زبان سے اس خاص گناہ کا نام نہ لے کیونکہ دوبارہ لکھا جاتا ہے۔

پانچواں رُکن مشاغلہ اور وہ اس طرح ہے کہ ہر ایک وقت خواہ سویا ہوا ہو خواہ چلتا پھرتا یا باتیں کرتا ہو۔ دن ہو یا رات غرض ہر وقت اپنے دِل کو خدا تعالیٰ کی یاد میں مشغول رکھے۔ پہلے اکابر بزرگوں نے مشغولی نام الٰہی کو ہی فقر قرار دیا ہے باقی سب اس کی فروعات ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ ط یعنی اہلِ ایمان سے بہادر اور پہلوان وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت کا کام بھی ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں کرتا یعنی ان کاموں سے بھی ذکرِ الٰہی ان کو نہیں بھولتا۔ اسی طرح یادِ الٰہی میں بھی اور کام میں بھی لگے رہتے ہیں اور بہت بڑا عالی مقام ہے۔ اس مقام کو تمام مقاموں میں اعلےٰ قرار دیا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا کرتا ہے۔ اسی کا نام صراطِ مستقیم ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہر کس و ناکس سے یہ کام نہیں ہوسکتا۔ بلکہ بہادروں کا یہ کام ہے۔

ایک بزرگ کا قصّہ ہے کہ وہ کپڑا بنا کرتے تھے تو نال جس میں سُوت کی نلی ڈالتے ہیں اس میں جو سوراخ ہوتا ہے اس میں سے تار نلی میں ڈال کر باہر نکالتے اور تانی بنتے ہیں۔ تو اپنی ماں سے کہتے تھے کہ یہ آپ ڈال دیں تاکہ میرا فکر ادھر نہ لگ جائے اور قلبی ذکر کا فکر ہٹ کر نامِ الٰہی نہ بھول جائے۔ دیباچہ میں لکھا گیا ہے کہ دل بیار میں ہاتھ کار میں۔ یہ مردوں کا کام ہے۔ ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن ذکر سے پیراستہ۔

اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِیْ طَرِیْقَۃِ التَّعْلِیْم

مُرشدِ برحق اپنے مُرید طالبِ مولا کو اس طرح تلقین بعد بیعت کے کرے کہ مُرشد اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں طالب کے بائیں پستان کے ذرا نیچے پہلو کی طرف عرض میں رکھ کر اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی اُنگلی کا سِران انگلیوں کے آگے ملا ہوا رکھ کر بتائے کہ یہ قلب کا مُنہ ہے۔

لطیفہ قلب کا سبق

اور اس جگہ پیر مرید کو نیّت اس طرح بتائے۔ اوّل لطیفہ قلب نور زرد زیرِ قدم حضرت آدم علیہ السلام ذکر اسمِ ذات اَللّٰہ اَللّٰہ اللہ مُرشد زبان سے کہے اور مُرید زبان سے نہ کہے بلکہ دل سے نیت کرے۔ دوبارہ پھر یہی نیت مرید کو زبان سے بتائے اور مُرید دل سے کہے۔ اسی طرح تیسری بار پھر یہ نیّت مُرید کو زبان سے بتائے اور طالب دل سے کہے۔ بعدہٗ مُرشد انگلی اُٹھالے اور طالب کو ذکر قلبی اسم ذات کی ترکیب اس طرح بتائے کہ وقتِ ذکر زبان تالو سے لگالے اور اپنے خیال کو قلب پر رکھ کر ذکر اثباتِ مجرّد یعنی اللہ کا کرے۔ یہاں تک کہ اس ذکر کی کثرت طالب مولا کو دل میں معلوم ہونے لگے اور سوائے سُننِ مؤکدہ اور صلوٰۃ مفروضہ و نوافل معمولی کے اور سب ترک کردے اور بجائے اس کے ذکر کی کثرت کرے۔ مُرشد کو اختیار ہے کہ چاہے ترکیب ذکر قلبی اسم ذات کی بیعت سے پہلے بتا دیں خواہ بعد بیعت کے بتائیں دونوں طرح جائز ہے اور بعد عشاء کی نماز کے مدینہ منوّرہ کی طرف دو زانو بیٹھ کر تصوّر کرے کہ میں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے روضۂ مُبارک کے سامنے بیٹھا ہوں۔ میرا دُرود شریف خود رسُول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سُن رہے ہیں اور آپ کے قلب مُبارک سے میرے قلب میں زرد رنگ کا نُور آرہا ہے اور یہ خیال کر کے کہ جس جگہ مُرشد نے انگلی رکھی تھی وہاں قلب کے مُنہ میں سوراخ ہو گیا ہے۔ اس راستہ سے یہ نُور آرہا ہے اور اپنے خیال

کے ساتھ نُور آپکے دِل مُبارک سے کھینچ کر اپنے دل میں لائے۔ اور اپنی زبان سے اس دُرُود شریف صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی گیارہ تسبیح پڑھے اور ہر نماز کے بعد ایک تسبیح سو مرتبہ آیۂ کریمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ہمیشہ وِرد رکھے اور مُرشد کا رابطہ پختہ کرے اور اپنے قلب پر توجہاتِ کثیرہ لے کیونکہ توجہ سے قلب بہت جلد کھل کر ذاکر ہو جاتا ہے۔ سو چِلّہ ایک مردِ کامل کی توجّہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے بہت جلد آسان اور اقرب طرق توجہ مرشد کی ہے۔ کسی بزرگ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

؎ پنجاہ ہزار ورہیا پینڈا اِک قلب دا آیا ‌ ‌ ‌ پر کامل مُرشد اِکّے نظرے سارا طے کرایا

مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دیں ‌ ‌ ‌ سخرہ کند بر زُہد و طعنہ زند بر چِلّہ

(ترجمہ) تبریز میں مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظر سے میں نے جو کچھ پایا وہ زُہد اور چِلّے کا مذاق اُڑاتا ہے۔

چاہیئے کہ ہادی مُرشد اپنے مُرید کو یہ امر فرمائیں کہ بدعت نواہی اور مکروہات سے نفرت کرے اور عزیمت پر عمل اور سُنّتِ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی شریعت کی سخت پابندی کرے اور جہاں تک ہو سکے رُخصت پر عمل نہ کرے۔ بلکہ عزیمت پر عمل کا شیوہ رکھے۔ اگر بہت ہی لاچاری ہو تو رخصت پر عمل کرے۔ مگر اس زمانہ میں جواز اور رُخصت کو ہر وقت نگاہ رکھے تو غنیمت ہے۔ اور ذکر اسمِ ذات کا جو بیان ہو چکا ہے سو ذکر کو پوشیدہ کرے یعنی قلب کے ساتھ کرے کیونکہ قلبی ذکر کی فضیلت حدیث شریف میں آئی ہے۔ ستر درجہ فضیلت ذکر جہر پر ذکر خفی کو ہے یعنی پوشیدہ ذکر کو فضیلت ہے اور بطریق سبق کے ہر روز مرید کو توجّہ دیا کریں اور مُرید کو چاہیئے کہ پیشوا کی توجّہ کا بہت شوق رکھے اور توجہ کے وقت کو غنیمت جانے۔ اور مُرشد سے توجّہ لینے کا طریق یہ ہے کہ مُرید اس طرح نیّت کر کے مُرشد کی توجہ میں بیٹھے کہ میں متوجہ ہوں طرف قلب اپنے کے اور قلب میرا متوجہ ہے طرف ذاتِ احدیت کے فیض آتا ہے۔ ذاتِ احدیت

سے میرے مرشد کے قلب میں اور مُرشد کے قلب کے نیچے اپنا قلب لگا لے اور خیال کرے کہ مُرشد کے قلب سے پرنالہ کی طرح میرے قلب میں نُور آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ آسمان کی طرف سے ایک نُور کی دھار مُرشد کے قلب میں آ رہی ہے اور مُرشد کے قلب کے نیچے اپنا قلب لگا رکھے اور خیال کرے کہ مُرشد کا قلب نور سے بھر کر اچھل رہا ہے اور اس قلب سے اچھل کر خود ہی میرے قلب میں پرنالہ کی طرح نُور آ رہا ہے اور میں کھینچ کر وہ نُور اپنے دل میں ڈال رہا ہوں۔ یہ نیّت تو مرید کرے اور پیر یعنی شیخ مُرشد اپنے لطیفے کو جس کا فیض مرید کے لطیفے میں ڈالنا ہے۔ اس میں ذکر کرے اور اپنے پیر کی صورت کا تصوّر کرے۔ تصوّر کرنے سے لطیفہ جوش میں آجاتا ہے۔ بلکہ تمام طبیعت میں جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اپنے لطیفہ کو مقابل لطیفہ مرید کے رکھ کر ہمّت کر کے مرید کے لطیفہ قلب یا جس لطیفہ میں ذکر یا نور ڈالنا ہے ڈالے اور اپنے خواجگان سے طلب امداد اور جناب الٰہی سے التجا کرے۔ اسی طرح ہر روز مرید کے لطیفے میں ہمّت کر کے فیض ڈالتا رہے۔ اسی طرح کرتے کرتے لطیفہ جوش میں آ کر ذاکر ہو جاتا ہے اور اپنے مقام سے نکل کر اپنی اصل میں جا ملتا ہے۔ مگر اس مقام میں مرید کو چاہیئے کہ تمام خطرات اور نفس کی باتوں سے دِل کو پاک کر کے جمعیت اور تسلی دل میں پیدا کر کے ذکر کرے۔ اس مقام کی نگہداشت بہت کرے یعنی قلب کو خطرات سے نگاہ رکھے اور وقوفِ قلبی لازم ہے کہ اپنے قلب سے غافل نہ ہو اور وقوفِ قلبی کے معنےٰ یہ ہیں کہ اپنی توجہ ذِکر کی قلب کی طرف ہو اور قلب کی توجہ طرف مذکور کے یعنی ذاتِ الٰہی کی طرف اور نگاہداشت خطرات سے اور وقوفِ قلبی یہ دونوں لازم ہیں بلکہ فرض ہیں اس کے سوا طالبِ مولا کو گنجائش نہیں۔ ہاں البتہ ہجوم خطرات کے وقت اپنے شیخ کی صورت کا تصوّر کرنے سے خطرات دفع ہونے میں بہت اثر ہے۔ حضرت امامِ طریقت مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر طالبِ مولا فقط خطرات ہی دُور کرنے میں مشغول ہو گیا تو خطرات بہت ہجوم کر آئیں گے اور ان میں پھنس کر گرفتار ہو جائے گا اور ذکر سے جاتا رہے گا ایسے وقت تو ذکر میں مذکور کا تصوّر

کرکے مشغول ہوجا اور خطرات کی طرف قطعاً متوجّہ نہ ہو۔ اس سے آپ ہی خطرات دفع ہوجائیں گے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ یعنی جس وقت کوئی مجھے یاد کرتا ہے میں اس کا ہم جلیس ہوجاتا ہوں۔ پس جس وقت کوئی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اُسی وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کے نُور کا ظہُور ہوجاتا ہے تو جب قلب اور دُوسرے لطائف پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے ان سب پر بھی ضرور اللہ تعالیٰ کی ذات کا ظہُور ہو گا۔ پھر نہ خطرات کا نام ونشان باقی رہے گا اور نہ یہ پڑوسنیں ایذادیں گی بلکہ شیطان بھی خود ہی بھاگ جائے گا۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دعوت جب کھلاؤ پہلے پڑوسی کو کھلاؤ۔ یہ نوُری کھانا جو قلب اور دُوسرے لطائف کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے بموجب حکم حدیث شریف کے قلب اور دوسرے لطائف کے ذمّے ہے کہ اس دعوت میں اپنی پڑوسنوں یعنی صفاتِ ذمیمہ کو بھی شریک کرلیں یعنی ان کے محل میں موقع ذکر کا خیال لائیں اور دوسری حدیث شریف میں وارد ہے لَا تُؤْذِ جَارَکَ یعنی اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے بلکہ اس کو ذکر میں شریک کر اس کی رُو سے ان پڑوسنوں یعنی صفاتِ ذمیمہ کا نفع دینا فرض ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں یعنی قلب اور دُوسرے لطائف کو ذکر کا فیض بھی پہنچائیں۔ پس جب خطرات کی طرف طالب کی توجہ نہ ہوگی اور مذکور کا تصوّر کرکے ذِکرِ الٰہی میں مشغول ہوجائے گا تو انہی لطائف میں ذکر کرنے سے خود بخود پڑوسنیں اصلاح پاجائیں گی اور جو ایذا لطائف کو ان کی وجہ سے پہنچتی تھی وہ رفع ہوجائے گی۔ جب کثرتِ ذکر سے وہ ہم جلیس ہوگیا تو پھر خطرات سب دفع ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط (ترجمہ) اللہ تعالےٰ کے ذکر سے اپنے دلوں کا اطمینان حاصل کرو۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے کہ قلب میں وقت خطرات کے ذکرِ الٰہی کی کثرت سے خطرات دفع ہوکر تسلّی اور اطمینان ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ (ترجمہ) اللہ تعالےٰ کا ذکر بہت بڑی دوا ہے۔ دفع خطرات و بلیات میں اور خطرات کا ایک لشکرِ عظیم ہے حوادث نفس میں سے تاکہ اللہ تعالےٰ آزمائے کہ

اس میں پھنس کر اور ضلالت میں پڑھ کر اسفل السافلین یعنی دوزخ میں گرتا ہے یا اس کو دفع کرکے ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوکر اعلیٰ علیین میں جاکر شانِ محبوبیت میں مشاہدہ جمالِ الٰہی حاصل کرتا ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ ط تیرے رب کے لشکر کوئی نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ۔ خطرات کے دفع کرنے اور اُن کے بُرا جاننے کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ ذَالِکَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانِ ط یعنی یہ صریح ایمان ہے۔ اب اس کے دفع کرنے کی تدبیر بھی تم نے سمجھ لی۔ اور اس کی فضیلت بھی معلوم کرلی۔ تو اب غم اور فکر ان خطرات کا نہ کرو بلکہ بجائے اس کے ذکر اللہ اللہ میں مشغول ہوجاؤ۔ قُلِ اللّٰہ دَعْ مَاسِوَی اللّٰہِ (ترجمہ) کہو اللہ اللہ چھوڑ دے اس کے سوا اور خطرات آنا ایمان کی نشانی ہے۔ کافر اور گمراہ کو کبھی خطرات نہیں آیا کرتے۔ جب طالب کے قلب میں ذکر شروع ہو تو حبس کے ساتھ اس طرح کرے۔ زبان تالو سے لگاکر سانس کو دل میں بند کردے۔ دل سے اللہ اللہ اللہ اس قدر کرے کہ قلب سے ذکر کی حرکت خیال کے کان میں پہنچے۔ پہلے پہلے تھوڑے حبس کرنے کا امر کریں۔ یعنی ایک ہزار تک جوں جوں طالب مشتاق ہوتا جائے توں توں زیادہ بڑھاتا جائے۔ مناسب ہمت اور طاقت اور وقت کے جوانی بڑھاپے کا خیال کرکے زیادہ کرتا رہے۔ پھر پانچ ہزار، سات ہزار، بارہ ہزار آخر چوبیس ہزار تک پہنچائے۔ کیونکہ روزانہ آدمی کو دن رات میں چوبیس ہزار سانس آتے ہیں۔ ہر سانس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لینا فرض ہے اور غفلت کفر۔ اگر ہر سانس کے ساتھ نام لے تو پھر کاروبار دنیا رہ جاتے ہیں۔ اس واسطے اہلِ تصوّف نے فرمایا ہے کہ ایک وقت میں چوبیس ہزار سانس کی قضا دے۔ چوبیس ہزار اسم ذات حبس کے ساتھ کرلے تو گویا ہر سانس کے بدلے ایک اسمِ ذات ہوگیا۔ اور اس صلوٰۃ دائمی سے جلدی فراغت حاصل کرلی۔ پھر اپنے دنیوی کاروبار بھی کرلے۔ جب طالب اس حالت میں پہنچ جائے اور اس کے خیال میں ذکر اور قلب میں جوش اور زرد رنگ کا نور ظاہر ہوجائے تو قلب اپنے اصلی مقام میں پہنچ جاتا ہے اور قلب کے اصل میں پہنچنے کی اصل نشانی

یہ ہے کہ اس کی ہمّت فوق کی طرف مضمحل ہو جائے اور تمام جہات کی طرف سے سہو تو سمجھ لے کہ قلب اپنے مضغہ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ گیا۔ اگرچہ تم کو کشف نہ ہو۔ کیونکہ اس زمانہ میں کشف بسبب حلال معاش نہ ملنے کے بہت کم ہوتا ہے۔ مگر ہاں حالات کے تبدّل سے معلوم کر سکتے ہو اور لذائذ و جوش و خروش قلب خود اس امر کا شاہد کافی ہے۔ کشف کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو کیونکہ ایں پایاں ندارد۔ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ سیر قلب تحت الثریٰ سے لے کر نیمہ دائرہ عرش کے نیچے تک ہے تو کہاں کہاں مخلوق کو دیکھتا پھرے گا۔ اپنے رب و خالق کو دیکھ اور اسی کے مشاہدہ کی طرف قدم اٹھا۔ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ کی ندا کو سن۔ آج کل کے زمانہ میں بسبب نہ ملنے حلال روزی اور احکام شریعت کے پورے طور پر جاری نہ ہونے کے کشف کم ہو گیا ہے ہاں بعض طبائع میں آج کل بھی کشف ہو جاتا ہے۔ اگر ہو بھی جائے تو اس میں گرفتار نہ ہو۔ کیونکہ اگر گرفتار ہو گیا تو آگے قدم اُٹھانے کا ذوق و شوق جاتا رہے گا۔ ہاں جب سلوک پورا ہو کر نزولِ قلب میں ہو جائے گا تو پھر جو کچھ بھی ہو کچھ ضرر نہیں کرتا۔ کیونکہ پھر بعد نزول کے ذکرِ قلبی کرنے سے تمام مقامات کے انوار اور ان کا کشف (مشاہدہ خود بخود ہوتا رہتا ہے۔ توجہ قلب ہی مقام ارشاد ہے یعنی ارشاد اسی میں جاری ہوتا ہے اور غیروں کو ہدایت اسی میں ہوتی ہے اور اسی میں توحیدِ وجودی ہے اور نعرۂ انا الحق و ہاؤ ہو، ہمہ اوست یہ تمام قلب میں ہی ہوتے ہیں۔ اس کا حال نفی و اثبات میں تحریر کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ حالات مقام فنا میں ظاہر ہوتے ہیں اور فنا نفی و اثبات سے حاصل ہوتی ہے۔ اسم اللہ کا ذکر جبروتی ہے اس میں اس قدر فنا نہیں بلکہ یہ بقا کی طرف لے جاتا ہے اور ذکر کلمہ ناسوتی ہے۔ یہ فنا کی طرف لے جانے والا ہے۔

لطیفۂ رُوح کے سبق کا طریقہ

نیّت اس کی اس طرح پر ہے۔ دوسرا لطیفہ روح نورِ سُرخ سنہرا زیرِ قدم حضرت ابراہیم خلیل اللہ و حضرت نوح علیٰ نبینا و علی نبینا و علیہما السّلام ذکرِ اسمِ ذات اللہ اللہ مگر پہلے نیّت سے مرشد اپنے کھبّے ہاتھ کی دو انگلیاں سجّے پستان کے نیچے پہلو کی طرف رکھ کر دستِ راست کی

انگلی شہادت ان کے آگے رکھ کر سمجھائے کہ یہ مقامِ رُوح ہے اور اس کے مضغے کا اس جگہ منہ ہے جیسا کہ قلب کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے پھر اس میں بھی ذکر اسمِ ذات کرے۔ حبس دم کے ساتھ اور پھر مرید کے لطیفہ روح پر توجہات کثیرہ دے اور مرید لے تاکہ یہ لطیفہ بھی ہم شکل قلب کے جوش میں آکر ذاکر ہو جائے اور اس کی سیاہی دُور ہو جائے اور اس کی شکل جو مثل کوئلہ کے سیاہ ہو گئی ہے وہ اس کے نُور سے منوّر ہو جائے اور یہ اپنی پڑوسن کی کدُورت کو بھی دُور کرے یعنی بے جا غصّہ نہ رہے۔ جب بے جا غصّہ دور ہو جائے گا تو اس کا نور اپنی اصل کی جانب جو نیمہ دائرہ عرش کے اُوپر ہے اس میں جا ملے گا اور یہ اپنی اصل کا نائب ہو جائے گا۔ جب یہ طے ہو گیا تو لطیفہ رُوح میں توحید شہودی کھلتی ہے۔ اس وقت یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اگر قلب میں ذکر کرے تو رُوح کا ذکر شروع ہو جاتا ہے گویا ان دونوں کی ایک ایک تار ہو جاتی ہے اور بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ طالب معلوم نہیں کر سکتا کہ قلب کونسا ہے اور رُوح کونسا بسبب جاری ہونے ذکر کے رُوح کو جو کوئی کدورت یا تنگی یا کسی قسم کی سیاہی جرائم کی وجہ سے ہوتی ہے۔ تو اسی مضغہ میں ہوتی ہے جو اس کی اصل ہے اس کو کچھ نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی حالت پر رہتی ہے۔ جب یہ صاف ہو گیا تو اس کا نائب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ توحید شہودی کا ذکر اس کے معنی نفی اثبات میں بیان ہوں گے کیونکہ اس وقت اس کو فنا ہوتی ہے جب رُوح کا ذکر سمع خیال میں آجائے اور حالت مذکو رہ پہنچ جائے تو یہ سمجھ لو کہ اپنی اصل میں جا ملا اگرچہ بالکلیہ نہ ہو۔ یاد دہانی تو اپنے وطن کی ہو ہی گئی ہے آگے جس قدر ذکر اس میں ہوتا جائے گا اسی قدر تکمیل ہوتی جائے گی۔ اس مقام میں درُود شریف پڑھے صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور یا یہ دُرود شریف پڑھے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ط لیکن یہ یاد رہے کہ ابتداء میں درُود شریف کی کثرت کرے اور کثرت ایک تسبیح سے گیارہ تسبیح تک ہے لیکن غلبۂ ذکر کا رکھے اور ہر وقت ذکر میں مشغول رہے۔

لطیفہ سِرّ کے سبق کا طریقہ نیت اس کی اس طرح پر ہے تیسرا لطیفہ سِرّ۔ نورِ سفید زیرِ قدم حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ السّلام ذکرِ اسمِ ذات اَللّٰہ اَللّٰہ اس کو مثل قلب اور رُوح کے دو انگلیاں رکھ کر آگے انگلی شہادت رکھ کر سمجھاؤ کہ یہ سِرّ کا منہ ہے اور مقام اس کا قلب کے برابر سینہ کی طرف ہے اس انگلی رکھنے میں بڑا اثر ہے انگلی رکھ کر پھر اَللّٰہ اَللّٰہ کہہ کر سمجھاتے ہیں تو برکت خواجگان ذکر لطیفہ میں جاری ہوجاتا ہے۔ اس میں بھی پیر کو چاہیئے کہ مثل پہلے لطیفوں کے توجہاتِ کثیرہ دے اور مرید کو چاہیئے کہ ذوق وشوق سے توجّہ لے۔ اس پر بھی اسمِ ذات حبس کے ساتھ کرے۔ یہ مقام مشاہدہ اور دیدار کا ہے۔ قلب میں مشاہدہ اور دیدار نہیں ہوتا بلکہ اس میں ذِکر کرنے سے مذکور کی طرف کشش ضرور ہوجاتی ہے اور اس میں مشاہدہ اور دیدارِ الٰہی ہوتا ہے۔ پہلے اکابر نے جو قلب میں مشاہدہ لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قلب جب فانی ہوجاتا ہے تو سِرّ کا نور کھلتا ہے اور قلب قرب کی وجہ سے اس نُور سے بھر جاتا ہے تو صوفی معلوم کرتا ہے کہ قلب میں مشاہدہ ہوتا ہے ورنہ قلب کے مضغہّ میں یہ بات نہیں۔ اس کے ذکر میں عجائب وغرائب کیفیات ظہور میں آتی ہیں جو تحریر میں نہیں آسکتیں۔ اس کی لذّت اوروں سے زیادہ ہے۔ جب اس کا نُور شروع ہوا اور جب یہ اپنے مقام سے نکلے اس کے نُور سے پڑوسن مر جائے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں

تو یہ اپنے اصل میں جا ملے گا تو اس کی سیر تجلّیات ذاتیہ میں یا سیر فی اللہ کہو ہوگی۔ یہ مجمع اسرار مشاہدہ ہے جو پہنچے گا پائے گا۔ اور اس لطیفہ پر یہ درُود شریف ایک تسبیح پڑھے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ط

لطیفہ خفی کے سبق کا طریقہ اس لطیفہ کا مقام برابر رُوح کے سینہ کی طرف ہے اس پر بھی مذکورہ بالا طریقہ سے انگلیاں رکھ کر سمجھائے کہ اس جگہ لطیفہ خفی کا منہ ہے۔ نیّت اس کی اس طرح پر کرے۔ چوتھا لطیفہ خفی نورِ سیاہ

زیرِ قدم حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام، ذکر اسمِ ذات اَللّٰہ اَللّٰہ۔ اس پر بھی ذکر اسم ذات دم بند کر کے ایک ہزار یا زیادہ حسب استعداد جس قدر پیر امر فرمائیں کرتا رہے سیر اس کی اس نُور میں ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی نے سیّد المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پُوچھا کہ یا رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب زمین آسمان کچھ پیدا نہیں ہوا تھا تو اللہ تعالےٰ کہاں رہتا تھا۔ فرمایا کَانَ اللّٰہُ فِی عَمَاءٍ (ترجمہ) اللہ تعالےٰ اندھا دھند میں تھا یعنی مخلوقات کی پیدائش سے پہلے اندھیرے میں تھا اس کی سیاہی اندھیرے کی طرح ہے۔ بعض بزرگوں نے اسی کو ذاتی تجلّی سمجھ لیا ہے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

؎ شب تاریک و بیم موج گردابے چنیں حائل
کجا دانند حالِ ما سبکساران ساحل ہا

اسی مضمون کو کسی نے پنجابی زبان میں خوب ہی ادا کیا ہے۔ ؎

رات اندھیری گھمن گھیری دریاں ٹھاٹھاں مارے
اوہ کی جانن سارا ساڈی جھڑے وسدے ندی کنارے

اور اس کی دلیل یہ ہے جیسے آنکھ کی پتلی کی سیاہی موجب بصارت ہے۔ اسی طرح یہ سیاہ تجلّی موجب معرفتِ ذات الٰہی ہے۔ جب اس میں ذکر جاری ہو جائے اور لطیفہ جوش میں آجائے اور اس کی پڑوسن جو اس کے نیچے ہے اصلاح پا جائے تو اس کی متوجگی اپنے اصل کی طرف ہو جائے گی۔ مگر یہ حالت پیر کی توجّہ دینے اور مرید کے توجہ لینے سے جلد حاصل ہوتی ہے۔ پیر مرید کے لطیفہ میں توجہ اور ہمّت سے ذکر جاری کرے۔ تو مرید کے ذکر کرنے اور توجّہ لینے سے لطیفہ اپنی اصل میں جا ملے گا۔ اس کا وجدان بھی ایک عجیب حالت رکھتا ہے۔ اس لطیفہ پر اس تسبیح کے پڑھنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ یَا لَطِیْفُ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِكَ الْخَفِیِّ۔ اور درود شریف اس لطیفہ پر بھی یہی پڑھے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمْ ایک تسبیح یا زیادہ۔

لطیفہ اخفیٰ کے سبق کا طریقہ

اس کی سیر اعلیٰ ہے بلکہ اس کی کچھ انتہا نہیں۔ سیر اس کی فوق الفوق تمام لطائف سے اعلیٰ ہے اس کی انتہاء کو کوئی نہیں پہنچا ہے۔ بلکہ امام الطریقت حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ بے انتہا ہے۔ یہ مقامِ ولایتِ محمدیہ خاصہ ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام اس کا وسط سینہ ہے جو دونوں پستان کے درمیان گہری جگہ ہوتی ہے نیت اس طرح پر کہ اپنی دونوں انگلیاں شہادت اور وسطی لطیفہ کے محل پر رکھ کر طالب کو تلقین کرے۔ پانچواں لطیفہ اخفیٰ نور سبز زیر قدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر اسم ذات اَللّٰہ اَللّٰہ اللّٰہ یہ نیات جو ہر لطیفہ کی ذکر کر آئے ہیں ضرور اسی طرح تلقین کرے خواہ کوئی لطیفہ ہو۔ اور تین دفعہ کیا کرے۔ جب تین دفعہ کہہ چکے تو انگلی اٹھائے۔ اسی طرح ہر لطیفہ پر تین دفعہ نیت کے لفظ کہے۔ کیونکہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک یہی تھی کہ آپ جب کوئی امر تلقین فرماتے تو تین بار زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کے زمانہ مبارک سے لے کر تبع تابعین کے زمانہ تک یہی طریقہ رہا کہ پہلے استاد پڑھتا پھر شاگرد پڑھتا۔ تین بار اسی طرح پہلے استاد پڑھتا پھر شاگرد کہتا۔ تین بار کہنے میں اولیاء اللہ کے نزدیک بہت بڑا اثر ہے۔ ایک بات اور تیرے یاد رکھنے کے قابل بلکہ بہت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر لطیفہ کھلنے سے قلب و حضور اور جمعیت ہوتی ہے۔ جمعیت کے معنے اس جگہ پر یہ ہیں کہ بے خطرہ یعنی خطرات سے بالکل صاف ہو کر تسلی و تسکین ہو جانا ذکر حضور قلب میں ہو جانا حضور و جمعیت جیسا کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو تھا۔ جب امت مرحوم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوئی تو سب ولایتیں ماتحت اس قرب کے ہو گئیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھا۔ جس کو قلب میں یہ قرب و حضور اور ذکر آدم علیہ السلام کا ہو وہ آدمی المشرب کہلاتا ہے اور جس کو لطیفہ روح میں قرب و حضور و جمعیت ہو وہ ابراہیمی و نوحی المشرب کہلاتا ہے اور جس کو لطیفہ سر میں قرب و حضور اور جمعیت ہو وہ موسوی المشرب کہلاتا ہے اور لطیفہ خفی میں جس کو قرب و حضور اور جمعیت غلبہ پا جائے۔ اس کو عیسوی المشرب

کہتے ہیں اور لطیفہ اخفیٰ میں جس کو جمعیت و قرب حاصل ہو اس کو ولایتِ محمدیہ کہتے ہیں، یہ تمام مقاموں سے عالی مقام ہے جس کو یہ نصیب ہو۔ طُوبیٰ لَہٗ وَلِمَنْ رَاٰہُ اس لطیفہ اخفیٰ پہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ایک تسبیح پڑھا کرے اور اس بات کا خیال رکھے کہ جس لطیفہ پر طالب کا سبق ہو درُود شریف پڑھنے کے وقت اپنے اس لطیفہ کو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس لطیفہ کے مقابل کر کے درُود شریف پڑھا کرے۔ اس طریقہ سے لطائف بہت جلدی ترقی پاکر کھل جاتے ہیں۔ جب لطائف کھل جائیں اور شیخ مقتدیٰ آگے ترقی دیدیں۔ پھر ان کے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ پھر وہی گیارہ تسبیح صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی پڑھتا رہے اور ذکر کی کثرت رکھے اور حقیقت محمدیہ میں جاکر یعنی سلوک طے کر لینے کے بعد درُود شریف کی جس قدر کثرت کرے۔ اسی قدر نفع ہے جہاں تک ہوسکے پڑھا کرے۔ اگر برداشت ہو جائے اور دن رات درُود شریف ہی پڑھتا رہے تو نفع ہی نفع ہے۔ البتہ شروع میں ذکر ہی کا غلبہ رکھے۔

اے طالب مولا! خُدا تعالیٰ تجھ کو توفیق دے۔ اس مقام کی ولایتیں پانچ ہیں۔ جو متعلق عالم امر کے ہیں۔ ولایتِ آدمی، ولایت خلیلی، ولایت موسوی، ولایت عیسوی، ولایت محمدی۔ یہ جامع ولایات ہے۔ یہاں عناصر اربعہ اور نفس کو قرب الٰہی ہوتا ہے۔ ان کے سمیت سات ولایتیں ہوجاتی ہیں۔ اولوالعزم نبی پانچ ہوئے ہیں۔ ان چاروں کے اوپر ولائت محمدیہ ہے۔ اس طریقہ عالیہ میں پانچوں حاصل کرتے ہیں مگر جس کا غلبہ اور تصرفات حاصل ہو۔ طالب مولا اسی ولایت سے نامور ہوتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ۔ اس فقیر کو اس ولایت محمدیہ میں بتمامہ غلبہ ہے۔ جب تو یہ سمجھ چکا کہ ملکات رذیلہ جو پڑوسنیں لطائف عالمِ امر کی تھیں اصلاح پاگئیں اور قرب الٰہی ہر ایک کو حاصل ہو گیا۔ علیٰ حسبِ استعداد۔ تو آگے نفس جو عالمِ خلق سے بڑا مفسد اور موذی ہے۔ مقہور تو یہ ہو گیا

کیونکہ اس کی فوج معاون جو بمنزلہ اولاد کے تھی۔ کام، کرودھ، لوبھ، موہ، ہنکار، اصلاح پا گئے۔ تو اب یہ اکیلا رہ گیا ہے۔ اس لئے اس کی اصلاح اب آسان ہو گئی اس کو اس طریق سے مارو۔

لطیفہ نفس کے سبق کا طریقہ

مقام اس کا ماتھے کے وسط میں ہے۔ دونوں ابروؤں کے وسط کے محاذات سے ذرا اُوپر کو نیت اس کی اس طرح ہے۔ نور بیرنگ سیاہی مائل نیلگوں آسمانی رنگ ذکر اسمِ ذات اَللّٰہ اَللّٰہ مگر اس کو سچے ہاتھ کی سایہ رکھ کر تین دفعہ نیت بتائیے۔ اس کا ذکر خیال کے ساتھ کرے۔ اگرچہ حرکت اس جگہ چنداں نہیں ہوتی۔ تاہم پھر بھی جذب و شوق اور ذوق سے خالی نہیں رہتا۔ اس مقام پر مُرید کو توجہ پیر کی ضروری ہے۔ عالمِ امر میں اس کا مقام کوئی نہیں کہ جس جگہ یہ جائے بلکہ یہ قالب جو عناصر سے مرکب ہے نفس اسی کا حاکم ہے۔ لذائذ اور ملکاتِ رذیلہ اس کے سر ہیں۔ اس کے مقام میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے۔ بعضے اس کا مقام ناف سے نیچے دو انگل کے فاصلے پر بتاتے ہیں۔ مگر امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ اس کا مقام پیشانی پر فرماتے ہیں۔ جس کے محققین نے اس طرح تطبیق کی ہے کہ پیشانی پر اس کا سر ہے اور زیرِ ناف اس کا دھڑ ہے۔ پس بہتر اور مناسب یہ ہے کہ جب نفس کے سر سے فارغ ہو چکے تو زیرِ ناف بھی ذکر اسی طریق اور نیت سے کرے اور اس ذکر میں ایک عجیب خاصہ ہے کہ جب کبھی شہوت غلبہ کرے اور محل حاجت نہ ہو یعنی منکوحہ نہ ہو یا موجود نہ ہو تو اس مقام میں یعنی زیرِ ناف ضرب کے ساتھ اسمِ ذات بلند آواز سے کرے فوراً وہ خطرہ یعنی غلبہ شہوت کا ہٹ کر طبیعت ٹھنڈی اور متنفّر ہو جاتی ہے اور ذکر الٰہی کی طرف متوجّہ ہو جاتی ہے، یہ بارہا تجربہ کیا گیا ہے جب نفس کی حالت میں بجائے تمرّدی کے لذّتِ ذکر آ جائے تو قالب کی طرف متوجہ ہو کیونکہ اس کے ضمن میں نفس جلدی اصلاح پا جائے گا۔ یہ قالب زراعت کی جگہ ہے جب جگہ میں

زراعت کلمہ کی ہوگئی تو اس کو بھی کلمہ مزروعہ فی الجسم کا کھانا خواہ مخواہ کھانا پڑے گا۔ اور آدمی غذا سے جلدی پاک ہو جائے گا۔

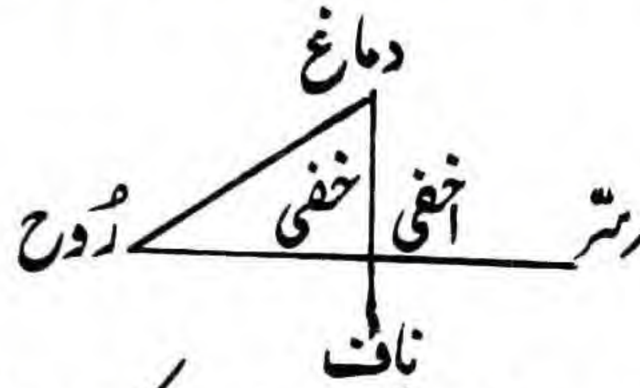
لطیفہ قالب کے سبق کا طریقہ

یہ عناصر اربعہ سے مرکب ہے اور یہ الگ الگ اصلاح نہیں پا سکتے۔ کیونکہ ان کی معتدل ترکیب ہے۔ اسلئے ان کی اکٹھی اصلاح ہوتی ہے۔ نیت اس کی اس طرح ہے۔ ساتواں لطیفہ قالب نور آتش لماس ذکر نفی اثبات اس جگہ پیر اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلی سبابہ مرید کے اگر وہ مرد ہو زیر ناف دو انگل کے فاصلے پر رکھ کر اور وسط سینہ میں لطیفہ اخفیٰ پر گذارتا ہوا سیدھا ماتھے پر جہاں لطیفہ نفس ہے لے جائے اور پھر دماغ ہی سے گذارتا ہوا انہی صفات سے مرید کے سیدھے کاندھے پر گزار کر لطیفہ روح و خفی و سر کے اوپر کھینچتا ہوا قلب تک پہنچائے اس سے لا معکوس بن جائے گا۔ پھر مرید کو اس مقام میں ذکر نفی اثبات کا حکم فرمائیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زیر ناف دو انگل کے فاصلے پر جو بیان ہو چکا ہے اس میں دم بند کرے۔ جہاں جہاں انگلی مرشد کی لگی ہے۔ وہاں سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کھینچ کر لائے یعنی سانس کو وہاں روکے اور اس جگہ سے خیال کے ساتھ لا کھینچ کر وسط سینہ میں لطیفہ اخفیٰ پر گزارتا ہوا سیدھا ماتھے پر جہاں لطیفہ نفس ہے۔ اس میں اور دماغ میں گزارتا ہوا سیدھے کاندھے پر لا کر اور لطیفہ روح خفی اخفیٰ سر پر ہو کر قلب پر اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب زور سے خیال کے ساتھ مارے۔ اگر یہ ذکر زبانی نہ کرے بلکہ زبان تالو سے لگا کر خیال سے ذکر کرے۔ اس جگہ وقوفِ عددی اور وقوفِ قلبی اور بازگشت ان تینوں چیزوں کی نگہداشت رکھے۔ وقوفِ عددی کے معنی یہ ہیں کہ عدد وتر کا خیال رکھے یعنی تین بار یا پانچ بار یا سات بار کلمہ کہے۔ اگر اس سے زیادہ ایک سانس میں کرسکے تو کرے مگر وتر کا خیال رکھے اور بازگشت کے معنی یہ ہیں کہ جب تین یا پانچ یا سات دفعہ نفی اثبات کر چکے تو پھر لوٹ کر اسے شروع کرے اور یہ دعا مانگے۔ الٰہی مقصود میرا تو ہے۔ دنیا اور آخرت کو میں نے ترک کیا۔ محبت اور معرفت اور وصل پورا دے مجھ کو اور وقوفِ قلبی پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ وہ خطرات سے نگاہ رکھنا ہے۔

قلب کو یہ حبس دم خالی معدے میں کرے تو بہتر ہے

نفی اثبات کے ذکر کا طریقہ

اس وقت نفی اثبات کے ذکر میں صورتِ کلمہ کے لا کی اس طرح ہو جائے گی۔



اس طرح سے ذکر میں مشغول ہو جائے تو لطائف کے بطون کھلنے شروع ہو جائیں گے۔ اگر کچھ پہلے کمی رہ گئی تھی تو اب پوری ہو جائے گی۔ اور اصلاحِ عناصر اور نفس ہو کر جذبات لطائف فوق الفوق کی طرف ہو جاتے ہیں اور حضور و جمعیت ایک خاص طور کے ہو جاتے ہیں۔ اکابر نقشبندیہ ہر رطب و یابس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور صورتوں و اشکال غیبی کی طرف رُخ نہیں کرتے اور کشف و انوار کا اعتبار نہیں کرتے۔ طالبِ مولا کو صرف چار چیزوں کی طرف رغبت ہونی چاہیئے۔ جمعیت[۱]، حضور[۲]، جذبہ[۳]، واردات[۴] جمعیت کے معنی خطرات سے قلب کو پاک کرنا اور دل میں خدا تعالےٰ کی حضوری۔ جذبہ کے معنی کشش لطائف کی فوق الفوق کی طرف رکھنا اور واردات کے معنی حال فوق کی طرف سے قلب پر یا کسی مقام پر مثلاً ولایتِ کبریٰ یا علیا پر وارد ہوں۔

یہ چاروں چیزیں اکابر نقشبندیہ میں اصل مانی جاتی ہیں۔ اگر یہ ہو گئیں تو سب کچھ ہو گیا۔ اس میں یہ چاروں چیزیں شروع ہو جاتی ہیں۔ مگر واردات پہلے تھوڑی کبھی کبھی ہوتی ہیں۔ کبھی دو ماہ میں کبھی ایک ماہ میں پھر آہستہ آہستہ ہفتہ عشرہ میں، پھر چوتھے پانچویں روز، پھر دوسرے تیسرے روز، پھر دن میں ایک دو دفعہ پھر تین چار دفعہ اتصال واردات کا ہو جاتا ہے۔

وصل اعدام گر توانی کرد   کارِ مرداں مردانی کرد

(ترجمہ) اگر عدم کا ملاپ یعنی مسلسل واردات پیدا کر سکا تو یقیناً راہِ سلوک میں بہادر مردوں والا کام کرنا جان جائے گا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

وجود و عدم فنا و بقاء

فناء قلبی اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ سبق ماسوی اللہ اور جب ماسوی اللہ دل سے نکل جائے اور خطرہ ماسوی اللہ کا قلب کی طرف ہرگز راہ نہ پائے اور قلب مذکور کی رنگت سے رنگیلا ہو جائے۔ اس رنگینی کے عود دنیا اس کی طرف نہیں بلکہ قرب الٰہی ہی زیادہ ہوتا ہے جس کو میں پہلے جمعیت لکھ چکا ہوں اسی کا فناء ہے۔

خیال ماسوا از دل بروں کن
گذر از چوں وحب بے چگوں کن

(ترجمہ) ماسوٰی کا خیال دل سے باہر نکال۔ چوں سے گذرا اور بے چگوں کی محبّت پیدا کر۔

قلب کی فنا تجلّیاتِ افعالی میں ہوتی ہے یعنی بدن اور افعال کا فاعل اللہ تعالےٰ ہے اور طالب اپنے سب افعال کا فاعل اللہ تعالےٰ کو جاننے لگ جاتا ہے۔ جیسے پتلیوں کا تار پتلیوں والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ جس وقت وہ ہلاتا ہے تو حرکت کرتی ہیں اور جب نہیں ہلاتا تو نہیں ہلتیں۔ اسی طرح طالب اپنے سب افعال کی تار اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں دیکھتا ہے۔ جس وقت یہ غالب آجائے تو اس وقت طالب ممکنات کو مظہر ذات وصفات حق دیکھنے لگ جاتا ہے تو اب توحید وجودی کہ ہستی ممکنات کی ایک موج ہستی حق سبحانہ تعالےٰ سے ہے جوش میں آکر اس کا قائل ہو جاتا ہے۔

؎ غیرتش غیر در جہاں بگذاشت
لاجرم عین جملہ اشیا شد

(ترجمہ) اس کی غیرت نے کوئی غیر جہاں میں نہیں چھوڑا۔ اس لئے لا محالہ وہی تمام

اشیاء کا عین یعنی ذات بن گیا۔ ۱۲

توحید وجودی میں اپنے آپ اور تمام جہان کو دریائے وجود حق تعالیٰ میں گم دیکھتا ہے بلکہ اپنے آپ کو اس دریائے مواج کی موج معلوم کرتا ہے۔ ایسے شعراء اسی گروہ کے ہیں۔ ؎

زساز و مطرب پرسوز ایں رسید بگوش
کہ چوب و تار و صدائے تنن تنن ہمہ اوست

(ترجمہ) باجے اور آگ لگا دینے والے گویّے سے کان میں یہی پہنچا کہ لکڑی اور تار تنن تنن کی آواز سب وہی ہے۔ ۱۲

اس حالت کو فنا فی اللہ کہتے ہیں۔ جب اس دریائے ذخار میں غوطہ مارے تو اس دریا کی کوئی چیز نہیں دیکھتا بلکہ تمام طرف نظر کرتا ہے کہ اس دریا کے سوا اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ بلکہ اپنے آپ کو اسی دریا کا قطرہ دیکھتا ہے۔

جوے دریا توئی نیکو بجو
انفکا کے نیست دریا راز جوئے

(ترجمہ) دریا کی نہر تو ہی ہے۔ اچھی طرح تلاش کر کے دیکھ کہ دریا کو نہر سے کوئی جدائی نہیں۔۱۲

حضرت شیخ اکبر جو سیّد الطائفہ وحدت وجودی ہیں وہ اسی طرح فرماتے ہیں۔ ؎

اَلْبَحْرُ بَحْرٌ عَلٰے مَاکَانَ فِیْ قِدَمٍ   اِنَّ الْحَوَادِثَ اَمْوَاجٌ وَّاَنْھَارٌ

(ترجمہ) وہ دریائے وحدت اسی حالت پر ہے جیسا کہ قدم میں تھا۔ بلاشک حوادث یعنی ممکنات موجیں اور نہریں ہیں۔

فَلَا یَحْجِبَنَّكَ اَشْكَالٌ تُشَاكِلُهَا   عَمَّنْ تَشَكَّلَ فِیْهَا وَھِیَ اَسْتَارٌ

(ترجمہ) پس شکلیں جو اس دریا کے نور کے مشابہ ہیں تیرے لئے اس ذات سے حجاب نہ ہو جائیں۔ جو ان میں نمودار ہیں کیونکہ یہ محض پردے ہی میں ہیں۔

لَا اٰدَمُ فِی الْکَوْنِ وَلَا اِبْلِیْسُ لَا مُلْکُ سُلَیْمَانَ وَ لَا بِلْقِیْسُ

(ترجمہ) نہ آدم ہے خلق میں اور نہ ابلیس نہ سلیمانؑ کا مُلک اور نہ بلقیس

فَالْکُلُّ عِبَارَۃٌ وَّاَنْتَ الْمَعْنٰی یَا مَنْ ھُوَ لِلْقُلُوْبِ مِقْنَاطِیْسُ

(ترجمہ) سب عبارتیں ہیں اور معنیٰ تو ہی ہے اے وہ ذات جو دلوں کیلئے مقناطیس کی مانند ہے۔

ایک بزرگ اس مقام پر کمال استغراق کی وجہ سے فرماتے ہیں۔ ؎

زدریا موج گونا گوں برآمد ز بے چونی برنگِ چوں برآمد

(ترجمہ) دریا سے قسم قسم کی موجیں نکلیں، بے چونی سے چوں کے رنگ میں ظاہر ہوا۔

گہے در کسوتِ لیلیٰ فروشد گہے برصورتِ مجنوں برآمد

(ترجمہ) کبھی لیلیٰ کے لباس میں جا چھپا اور کبھی مجنوں کی صُورت میں نکلا۔

چوں باز آمد زخلوت خانہ بیروں ہموں نقشِ دروں بیروں برآمد

(ترجمہ) جب پھر خلوت خانہ سے باہر آیا تو وہی اندر والا نقش پھر باہر آگیا۔ ۱۲

وجہ اس توحید وجودی کے قائل ہونے کی یہ ہے کہ ان کے نزدیک نزولات ذات کے پانچ ہیں جو درمیان ذاتِ احدیت اور انسان کے ہیں۔ وہ ان نزولات خمسہ کا مظہر بدنِ انسان کو سمجھتے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں۔

نزُولاتِ خمسہ کا بیان

نزُولِ اوّل —— جس کو طریقۂ نقشبندیہ میں تعیّن اوّل کہتے ہیں۔ کیونکہ لاتعین ذات بحث ہے جس کو نزولات سے کچھ تعلق نہیں۔ یہ نزُول اول عبارت ہے۔ علم حق سبحانہ تعالیٰ کے سے۔ واسطے ذات وصفات اپنی کے اور واسطے تمام موجودات کے اُوپر وجہ اجمال کے یعنی بغیر امتیاز بعض کے بعض سے اور نام اس کا مرتبہ وحدت ہے۔

نزولِ دُوم — یہ تعیّن دوسرا ہے اور یہ عبارت ہے علم حق سبحانہٗ تعالیٰ کے سے واسطے ذات وصفات اپنی کے اور واسطے تمام موجودات کے اوپر طریق تفصیل کے یعنی امتیاز بعض موجودات کے بعض سے اور نام اس مرتبہ کا وحدیت ہے اور حقیقت انسانی بہ دونوں مراتب قدیم ہیں۔ لیکن تقدیم و تاخیر عقلی ہے نہ زمانی۔

نزولِ سوم — یہ مرتبہ عالمِ ارواح کا ہے اور یہ عبارت ہے اشیاء کونیہ سے وہ اشیاء کہ مجردہ اور بسیط ہیں اور ظاہر ہوتی ہیں اُوپر ذاتوں اپنی اور شانوں اپنی کے۔

نزولِ چہارم — یہ مرتبہ عالمِ مثال کا ہے اور یہ عبارت ہے ان اشیاء کونیہ سے کہ مرکبہ ہیں اور ایسی مرکبہ کہ لطیف ہیں۔ نہیں قبول کرتی جزو ہونے اور بعض ہونے کو ناقابل تقسیم ہونے کے نہ مل جانے کے۔

نزولِ پنجم — یہ مرتبہ عالمِ اجسام کا ہے کہ عبارت ہے اشیاء کونیہ مرکبہ سے کہ کثیف ہیں اور قبول کرتی ہیں جُزو ہونے اور بعض ہونے کو۔ ان نزولاتِ خمسہ سے آگے چھٹے مرتبہ میں حضرت انسان ہے جو مظہر ہے ان پانچوں مراتب مذکورہ بالا کا۔ چونکہ اہلِ توحید وجودی ان نزولات کو ذات کے نزولات سمجھتے ہیں اور ان سب کا مظہر بدن انسان کو جانتے ہیں اس واسطے توحید وجودی یعنی ہمہ اوست کے قائل ہو گئے۔ جب فنا اس مرتبہ کو پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے فقیر کو علاوہ اس وجُود کے جو پہلے سے دیا ہوا ہے ایک اور وجود بقا کا عنایت فرماتا ہے۔ پہلے جس وجود کو وجودِ ذات سمجھ کر یہ اشعار وحدت وجود کے کہہ رہا تھا اب اس کو مرأۃ عالم یعنی شیشۂ عالم جہاں کو جاننے اور اس میں اپنے آپ کو دیکھنے لگ گیا۔ اب ذوق وشوق اور لذّت میں آکر اس طرح کہنا شروع کر دیا۔

چوں بنگرم در آئینہ عکس جمال خویش — گردد ہمہ جہاں بہ حقیقت مصوّرم
خورشید آسمان ظہورم عجب مدار — ذرّات کائنات اگر گشت مظہرم

(ترجمہ) جب میں آئینہ میں اپنے جمال کا عکس دیکھتا ہوں تو حقیقت میں تمام جہان میری تصویر

کا نمونہ بن جاتا ہے۔ میں آسمان ظہور کا روشن سورج ہوں۔ اگر کائنات کے ذرّات میرا مظہر بن گئے تو کچھ تعجّب مت کر۔

من عشقم آں کہ کون و مکانم پدید نیست | عنقائے مغربم کہ نشانم پدید نیست
ز ابروئے غمزہ ہر دو جہاں صید کردہ ام | منگر بداں کہ تیر و کمانم پدید نیست
گوئم بر زبان و بر گوش شنوم | اے طرفہ کہ گوش و زبانم پدید نیست

(ترجمہ) میں وہ عشقِ مجسّم ہوں کہ میرا کون و مکان ظاہر نہیں۔ میں وہ عنقائے مغرب ہوں کہ میرا نشان تک ظاہر نہیں۔ میں نے ابرو اور غمزہ سے دونوں جہاں کو شکار کر لیا ہے۔ تو یہ نہ دیکھ کہ میرا تیر و کمان ظاہر نہیں۔ میں زبان کے پاس بات کرتا ہوں۔ اور کان کے پاس سنتا نہیں اور عجب تر یہ بات ہے کہ میرے کان اور زبان ظاہر نہیں۔

اس بات کو خوب جان لے کہ توحیدِ وجودی اور ذوق و شوق و تواجد اسرار معیت آہ و نعرہ و بے خودی، استغراق، سماع و رقص، وجد و تواجد تمام لطیفہ قلب کی سیر میں سے ہیں۔ قلب اوّل دائرہ امکان میں سیر کرتا ہے اور اس دائرہ کے احوال سے جذب، حضور، جمعیّت واردات، کشف کونی و کشف ارواح اور کشف عالمِ مثال ہوتا ہے۔ سیر عالم ملک عبارت ہے۔ آسمانوں کے نیچے سے اور سیر ملکوت عبارت ہے۔ ملائکہ اور ارواح اور ان اشیاء سے جو آسمانوں سے اُوپر کی ہیں۔ یہ تمام دائرہ امکان بلکہ نصف دائرہ سافل میں داخل ہیں جو کچھ اس طرح نظر آتا ہے۔ اس کا نام سیر آفاقی ہے بلکہ کمال حضور و جمعیّت و جذبات دوسرے دائرہ میں ہے۔ جو عبارت سیر تجلّیات افعالیہ اور سیر ظلال اسماء و صفات سے ہے۔ مسمیٰ بدائرہ صغریٰ سے حاصل ہوتی ہے اب معلوم ہوگیا کہ اس جگہ وحدتِ وجود کا دریا کھلتا ہے جو ہر وقت نہیں رہتا۔ بلکہ کبھی ایک ساعت یا کم و بیش رہتا ہے کیونکہ یہ حال ہے اور اس حال کا ایسا ہی حال ہے۔ میرے پیرِ دستگیر قبلہ عالم حضرت شاہ توکّل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مقام سے بہت جلدی نکال دیتے تھے اور فرماتے

کہ اس میں زیادہ رہنا اچھا نہیں بلکہ بعض طالبوں پر ظاہر بھی نہیں ہونے دیتے تھے جب اس فقیر پر کھلا تو کلمات خلافِ شرع بے ساختہ منہ سے نکلنے لگے اور نماز میں سستی ظاہر ہونے لگی۔ چونکہ آپ قریب تھے تو پاس بٹھا کر اپنا حال اس طرح بیان فرمایا۔

حضرت شاہ قبلہ کے توحیدِ وجودی کا حال

جب مسکین پر (یعنی قبلۂ عالم جب کبھی اپنا حال بیان فرماتے تو اپنے آپ کو مسکین کے لفظ سے تعبیر فرمایا کرتے) یہ حال وارد ہوا تھا تو ایسا استغراق ہوتا کہ بے اختیار انا الحق کا نعرہ نکلنے لگتا اور بدن میں حس و حرکت نہ رہتی تو اپنے آپ کو سمجھاتا کہ تو بندہ ہے یہ کلمہ کہنے کے لائق نہیں۔ جب حال زیادہ ہو جاتا تو پھر اپنے بدن میں سوئی چبھوتا اور کہتا کہ اگر تو اللہ ہوتا تو تجھے درد نہ ہوتا۔ کبھی ایسا ہوا کرتا کہ مطلقاً درد بھی محسوس نہ ہوتا خواہ کتنی ہی سوئیاں چبھوئی جاتیں۔ جب اس سے بھی زیادہ غلبہ حال کا ہوتا تو پھر آگ کی چنگاری بدن پر رکھ کر سمجھاتا کہ اگر تو اللہ ہوتا تو جلن نہ ہوتی۔ اب جلن ہے تو تو ضرور بندہ ہے۔ بہرحال اس حد تک ہوا کہ جلن بھی مطلق محسوس نہ ہوتی۔ جب یہ غلبہ بہت ہی بے اختیار کرتا تو سجدہ میں گر کر عرض کرتا کہ میں تیرا عاجز بندہ ہوں۔ مجھے اس حال سے نکال کر شاہراہِ شہود پر بطفیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہنچا۔ پھر اچانک پرورش روح مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شروع ہو گئی۔ پھر تو یہ حال ہو گیا کہ خواہ کیسی ہی بیہوشی ہوتی نماز کا جب وقت آتا خود بخود ہوش آجاتا۔ اور نماز باجماعت ادا ہو جاتی۔ پھر جلدی خدا تعالےٰ نے اس مقام سے نکال کر شاہراہ شہود پر پہنچا دیا۔ اس حال کی گرفت بڑی سخت ہے اور شور و درد زیادہ ہوتا ہے۔ مگر اصل شاہراہِ شہود آگے ہے۔ یہ صرف ولایتِ صغریٰ کا شروع ہے اس میں نہ بیٹھ رہنا چاہیئے۔ بعض کو ایک ہی [illegible] جبر دیگر مقامِ وحدت وجود کھول دیتے۔ پھر [illegible] سے لے آئے شاہراہ شہود

میں پہنچا دیتے۔ مرید پیرِ کامل کی توجہ کے سوا اس مقام سے آگے نہیں نکل سکتا۔ خواہ کتنی ہی مدّت تک پڑا رہے۔ اِلّا ماشاء اللہ۔

اب اس کے وظیفے کی بابت لکھا جاتا ہے کہ اس طریقہ سے نفی اثبات اس قدر کرے کہ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے بلکہ پاس انفاس اسی کا کرے اور یہ تعداد چالیس لاکھ ادا کرے۔ باخلوت یا بے خلوت، باصوم یا بے صوم، جب رحمتِ الٰہی شاملِ حال ہو اور شفقت پیر کی مرید کے حال پہ ہو اور شوق مرید کا کامل ہو تو انشاء اللہ تعالےٰ یہ حال ایسا کُھلتا ہے کہ مُرید کبھی اپنی انانیت پر قادر نہیں ہوتا بلکہ اپنے آپ کو فانی اور اللہ کو باقی جان جاتا ہے۔ اس مقام کی انتہا اتحاد ہے۔ ہر چیز کو خُدا سمجھنے لگتا ہے۔ میں نے بعض طبائع کو ایک لاکھ نفی اثبات کرنے اور ایک دو توجہ لینے سے کھلتے دیکھا۔ بعض کو دو لاکھ بعض کو چار لاکھ اور بعض کو صرف بارہ تسبیح اور چند توجہات میں اور بعض کو چالیس لاکھ یا اس سے بھی زیادہ کرنے میں جا کھلتا ہے یہ محض فضلِ ربّی ہے۔ اگر مردِ کامل مل جائے تو بس یہ اسمِ اعظم ہے۔ لاکھ کی طرف بھی نہیں جانے دیتا۔ ایک تنکے میں بنا دیتا ہے۔ جب طالب اس ذکر میں مشغول ہو گیا تو مالغات جاتے رہے۔ اسباب موجود ہو گئے اور سعادتِ ازلی کی یاوری شروع ہو گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ علےٰ احسانہٖ حَمْدًا کَثِیْرًا ط

ملکاتِ رذیلہ کے مارنے کے معنی

اس جگہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے وہ بیان کیا جاتا ہے کیونکہ پھر مراقبات کا ذکر شروع ہو گا۔ جو دُوسرا رکن تصوّف کا ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ شہوت، طمع، حرص، تکبّر، حسد، غصّہ جو پانچ پانچ دشمن پانچوں لطائف کی ہیں ان کو مارنا چاہیئے اور نفس کو بھی۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ اگر ان کے مارنے کے معنی بالکل باطل اور لاشئے کر دینے کے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اگر شہوت جو قلب کے نیچے ہے اس کو زائل کر دینے کے یہ معنی ہوتے تو انبیاء

علیہم السلام ہر گز عورتوں سے نکاح نہ کرتے حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک ہزار عورتیں تھیں۔ ایسا ہی ان کے باپ حضرت داؤد علیہ السلام کے بھی ایک ہزار عورتیں تھیں۔ سوائے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے تمام انبیاء اولیاء اور اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعدد ہی عورتیں نکاح میں تھیں اور اسی طرح غصہ تمام انبیاء میں تھا کہ کفار اور مشرکین اور شیطان کے ساتھ رکھتے تھے۔ ایسا ہی حرص بھی تمام انبیاء و اولیاء کو تھی۔ کہ وہ حرص عبادت اور اعمال صالحہ کی ہر وقت رکھتے تھے۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی ہے۔ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ؕ (ترجمہ) وہ تم پر حرص والے ہیں اور ایمان والوں کے ساتھ مہربان اور رحم والے ہیں۔ ۱۲

اور کثرت سے اہلِ ایمان طمع وصل اور رضائے الٰہی کا رکھتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کافر کے مقابلہ میں فخر کرنا اور جہاد کے وقت فخر کرنا یہ متکبری خدا تعالیٰ کو پسند ہے۔ اب ہم ملکاتِ رذیلہ گن کر لکھ آئے ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام میں بھی ہوتی تھیں۔ اگر مارنے اور معدوم کرنے ہی کے لائق ہوتیں تو یہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ابدان میں نہ ہوتیں اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ؕ کے صحیح معنی نہ بنتے (جب احسن تقویم وہ عمدہ بناوٹ جو تمام صورتوں میں بہت ہی سوہنی صورت انسان کے بدن کی ہے) اگر یہ خصائل بذاتہٖ برے اور رذیل ہوتے ہیں تو یہ احسن تقویم کے بالکل خلاف ہوتے اور یہ آیت اس انسان پر صادق نہ آتی۔ اس واسطے اب میں اس کے معنی لکھتا ہوں کہ بیشک احسن تقویم ہی میں یہ خصائل ہیں اور ہونے چاہئیں۔ اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کو مار کر ہم کو دکھایا مگر تم لوگ مارنے اور کشتہ و قتل کرنے کے معنی نہیں سمجھے بلکہ یہ مارنے کشتہ و قتل کرنے کے اصطلاحی لفظ ہیں۔ جیساکہ اکسیریاں

اور طبیبوں کے ہاں یہ الفاظ مشہور ہیں کہ سنکھیا کا کشتہ فلاں مرض کو شفا دیتا ہے اور پارے کا کشتہ اگر قائم النار ہو جائے تو قلعی کو بٹھا دیتا ہے۔ سونے اور چاندی کا کشتہ قوتِ باہ پیدا کرتا ہے۔ لفظ کشتہ کشتن کے مصدر سے ہے۔ کشتن کے معنیٰ قتل کرنے کے ہیں۔ قتل کرنے سے مراد اگر محض بطلان ان کے جسم کا لیا جائے تو معنیٰ بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ ان کشتوں کا جسم باقی و موجود رہتا ہے۔ اگر موجود نہ رہے تو کس چیز کو کھائے یا استعمال کرے بلکہ فقط کسی قدر ظاہر صورت میں تھوڑا سا تغیر آ کر بعد کشتہ ہونے کے تاثیر بدل جاتی ہے مثلاً سنکھیا میں کشتہ کرنے سے پہلے زہریلا مادہ غیر معتاد تھا۔ جس کے کھانے سے ہر حیوان مرجاتا تھا اب وہ زہر دہ مادہ جو اس میں اوروں کے مارنے والا تھا کسی دوا کے ذریعے سے مار دیا تو اب اس میں سے موذی چیز مرگئی اور خوف ہلاکت جاتا رہا۔ اب جس قدر قوت سنکھیے کی ڈلی میں تھی وہ شفا کے لائق ہو گئی اور اسی کام میں آئے گی جیسے ضعیف بدن کو قوی کرنا۔ حرارتِ عزیزی کو جوش میں لانا۔ اور بہت سے فائدے اس کے ہیں۔ اب معلوم کرلے کہ یہ کشتہ ہونے سے پہلے جیسا ضرر دینے والا تھا بعد کشتن وہی فائدہ عظیم بخشنے والا ہو گیا۔ یہ مثال تو تو سمجھ چکا۔ اب اسی پر یہ بھی خوب طرح سمجھ لے کہ شہوت جو قلب کے نیچے ہے اس کو اپنے مطلوب کا بڑا شوق اور جوش ہے مگر اس کا منتہا یعنی معشوق اسفل میں ہے تو یہ جوش میں آ کر تمام بدن کو اپنے مطلوب کی طرف کھینچ لاتی ہے۔ حتیٰ کہ یہی شہوت حیوانات کے ساتھ زنا کرانے پر مستعد کر دیتی ہے۔ جب اس کا زور اس قدر ہے کہ اسفل کی ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔ جیسا کہ زانی مزاجوں میں بالعموم دیکھا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس کی حرکت مطلوب کی طرف بہت ہی قوی اور زور آور ہے مگر اسفل کی طرف اس رجوع قوی سے بدن کو ہلاکتِ ابدی میں ڈال دیا۔ اگر اس کا یہ شوق اور قوی حرکت ملاءِ اعلیٰ کی طرف جلدی میں اپنے ساتھی قلب کے ہم رنگ اور ہمراز ہو جائے تو ایک تو قلب کی اپنی قوت جو مذکور کی طرف ہے۔ دوسری یہ قوت مل کر خیال کرو کہ جس جانور

کے مضبوط دو پر ہوں۔ اس کی پرواز کس قدر قوی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی کیسی جلدی محبوب حقیقی سے واصل ہوں۔ اب تو شہوت مارنے کے معنی بھی سمجھ لے گا۔ جس طرح کہ سنکھیئے میں دوا ڈال کر آگ دی اور اس کا ضرر رفع ہو کر صورت بدل گئی۔ اس طرح اللہ کے نام کی بوٹی دل میں لگا کر یعنی اس کا ذکر کر کے قلب کی سیاہی دور اور اس کو منور کرے گا اور شہوت جو ایک کاغذ کی مقدار کے فاصلے پر ہے۔ ذکر قلب سے منور ہو کر مذکور کی طرف متوجہ ہو کر مذکور کے ہم رنگ ہو جائے گی۔ تو شہوت کا وہ مضر و موذی مادہ دور ہو کر وہ بھی منور ہو جائے گی۔ اور جیسا وہ جذبہ قوی رکھتی تھی اسفل سے اٹھ کر اور ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ ہو کر مشاہدہ جمال الٰہی میں مشغول ہو جائے گی۔ اب یہ شہوت جو بہت ہی بری چیز تھی قلب کی ہمراز اور ایک ذات و ایک مقصود اور ایک مطلوب ہو گئی۔ دوئی نہ رہی۔ اپنا مقصود حاصل کرنے میں دونوں قویٰ ایک ہو گئے۔

؎ دو تن یک شود بشکند کوہ را

پراگندگی آرد انبوہ را

(ترجمہ) دو بدن ایک ہو جائیں تو پہاڑ کو توڑ ڈالتے اور ایک لشکر میں پریشانی پیدا کر دیتے ہیں۔

یعنی خطرات اور ہجوم حوادثِ خناس و نفس جو ملاء اعلیٰ کی سیر و مشاہدہ میں مخالفت کر رہے تھے۔ اب ان کو دور کر کے اپنے مطلوب سے مل گئے۔ یہ معنی ہیں شہوت کے مارنے کے کہ اس کے ضرر و ایذا کو دور کر کے نفع کی چیز بنا دینا۔ جب یہ کشتہ ہو گیا تو اب سوائے اطاعتِ الٰہی ذرا بھی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ بلکہ ہر لحظہ اطاعتِ الٰہی میں سرگرم رہیں گے۔ جیسا کہ ایک بزرگ کا قصہ ہے۔

ایک بزرگ کا عجیب قصّہ

ایک درویش کسی شہر میں رہتے تھے۔ عیال دار بھی تھے آپ کو نورِ باطن سے معلوم ہوا۔ ایک ولی اللہ مجذوب کامل جنگل میں شہر سے ایک دو میل کے فاصلے پر بھوکے پڑے ہیں اور استغراق میں بے ہوش ہو رہے ہیں۔ ان کے دل میں آیا کیا ہی اچھا ہو جو کوئی اِس مجذوب کو روٹی کھلا آئے چونکہ آپ خود پاؤں سے معذور تھے چل پھر نہ سکتے تھے۔ آپ نے اپنی عورت سے کہا۔ ان کی عورت صالحہ تھی اور فرمانبردار۔ اس نے عرض کی کہ اگر مجھے اِس کارِ خیر کی اجازت ہو تو میں اس کام کو سرانجام دے سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اجازت ہے جاؤ کھلا آؤ۔ چنانچہ وہ روٹی لے کر چلنے کو تیار ہو گئیں۔ لیکن اس جنگل اور شہر کے درمیان ایک دریائے عظیم تھا کہ بجز کشتی اس سے گزرنا دشوار تھا۔ اس عورت نے کہا کہ کیا کروں، روٹی تو لے جاتی مگر اس وقت کشتی نہیں ملتی کیونکہ رات کا وقت بہت گذر چکا اور میں تیرنا نہیں جانتی۔ یہ سُن کر اس بزرگ نے فرمایا کہ تو روٹی لے جا۔ جب دریا کے کنارے پر پہنچے تو دریا کو میرا اسلام علیک کہنا۔ بعد اس کے کہنا کہ میرے خاوند نے آپ کو کہا ہے کہ میں نے تمام عمر اپنی عورت سے جماع نہیں کیا۔ اگر اس کا یہ کہنا سچ ہے تو مجھے راستہ دے دے۔ عورت نے کہا یہ عجیب بات ہے کہ میرے آپ کے نطفہ سے تین چار بچے موجود ہیں۔ آپ جھوٹ بول کر دریا سے راستہ مانگتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تو اسی طرح دریا سے کہہ دے اگر وہ راستہ دے دے گا تو اس بات کو سچ جان لینا اور گذر جانا۔ ورنہ پھر واپس آجانا۔ چنانچہ وہ چلی گئی اور جب دریا کے کنارے پر آئی اور اس دریا سے کہا تو دریا فوراً پھٹ کر آدھا ایک طرف اور آدھا دوسری طرف ہو گیا۔ اور بیچ میں پرلے کنارے تک راستہ خشک نکل آیا۔ عورت چلی گئی اور اس بزرگ کے آگے روٹی رکھ دی۔ انہوں نے

بلا پرسش خوب شکم سیر ہو کر روٹی کھائی۔ حلال معاش تھی اس سے راحت حاصل ہوئی۔ عورت نے برتن اٹھالئے اور رخصت کے وقت کہا کہ پہلے تو میرے خاوند نے مجھے کہا تھا کہ دریا سے کہنا کہ تمام عمر میں نے اپنی عورت سے جماع نہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو مجھے راستہ دے دے۔ چنانچہ میں نے کہا اور دریا نے راستہ دے دیا۔ حالانکہ میرے چار بچے خاوند کے نطفہ سے موجود ہیں۔ آپ بھی کچھ فرمائیے تاکہ راستہ مل جائے اور گھر پہنچ جاؤں۔ کیونکہ جب میں دریا سے نکل آئی تھی تو دریا اسی وقت مل گیا تھا۔ اس بزرگ نے تبسّم فرمایا اور کہا کہ اے نیک بخت! جا دریا سے میرا السلام علیک کہہ کر یہ کہہ دینا کہ وہ فقیر جس کو میں روٹی کھلا کر آئی ہوں کہتا ہے کہ میں نے تمام عمر میں کبھی روٹی نہیں کھائی۔ اگر یہ بات سچ ہے تو مجھے راستہ دے دے۔ عورت نے کہا کہ عجب کمال ہے جو دو جھوٹوں میں آیا ہے اور دریا بھی مان لیتا ہے۔ پہلا تو جھوٹ تھا ہی۔ یہ دوسرا جھوٹ کہ خود میرے روبرو روٹی کھائی اور پھر انکار۔ فقیر نے جواب دیا کہ اے نیک بخت جھوٹ نہیں۔ اس معاملہ میں ہم دونوں سچے ہیں۔ اور خدا تعالٰی نے ہمارا یہ سچ قبول فرما لیا ہے۔ تیرے خاوند نے جو کہا کہ میں نے کبھی اپنی عورت سے جماع نہیں کیا۔ تو وہ سچا ہے کہ اس نے شہوت کے حکم یا نفس کی لذّت و خواہش اور عیش کے خیال سے کبھی یہ کام نہیں کیا بلکہ خدا تعالٰے کا حکم سمجھ کر کہ اس نے مجھ پر اس کا حق فرض کیا ہے اس حکم کو ادا کیا نہ کہ اپنی نفسانی لذّت اور عشرت کے واسطے۔ جب اس نے تصوّر ادائے فرض کیا تو پھر یہی کام اس کی عبادت میں لکھا گیا اور کثرتِ خلوص کے ساتھ وہی عبادت مظہرِ تجلّیاتِ رضائے الٰہی ہوگئی اور وہ جماع موجبِ مشاہدہ ذاتی ہو گیا اور بہت بڑا عمل اور کمالِ شجاعت ہے کہ عورت اپنی ہو اور نفس و شہوت کے غلبہ کو دبا کر حکمِ الٰہی کے تابع کر کے کام کیا۔ اور میں نے جو کہا ہے کہ روٹی کبھی نہیں کھائی سو در اصل میں نے پیٹ بھرنے اور لذّت اور خوشی کے واسطے کبھی نہیں کھائی بلکہ فقط نفس اور بدن کا جو حق میرے اوپر اللہ تعالٰے نے فرض کیا ہوا ہے وہ حکم

ادا کرنے کے واسطے کھاتا ہوں۔ اس میں لذّت اور شہوت کا کچھ دخل نہیں۔ ہم دونوں سچّے ہیں۔ امتحان کرنے کی غرض سے یہ کہا گیا کہ ہمارا یہ عمل اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں قبول ہوگیا یا نہیں۔ جب وہ عورت واپس آئی۔ تو اسی طرح دریا کو پھر کہا۔ چنانچہ بدستور سابق پھر راستہ ہوگیا اور دریا سے نکل کر گھر آئی اور تمام قصّہ اپنے خاوند سے بیان کیا تو انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا کہ الحمد للہ میرا عمل بے ریا رہا اور اللہ تعالےٰ نے قبول فرما لیا۔ شہوت کے مارنے اور اطاعت کے یہ معنی ہیں۔ اب ہم غصّہ کے مارنے کے معنی بیان کرتے ہیں۔ اگر غصّہ کے مارنے کے معنے اس کے باطل کر دینے کے ہیں تو بالکل غلط ہیں کیونکہ غصّہ اللہ تعالےٰ کے بھی ہے اور انبیاء و اولیاء کے بھی۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکر رنجی دیکھتے تو فرمایا کرتے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِہٖ (ترجمہ) پناہ مانگتے ہیں ہم اللہ تعالےٰ سے اللہ کے غصّے اور اس کے رسول کے غصّے سے۔

تو معلوم ہوا کہ غصّے کی بدن میں سخت ضرورت ہے کیونکہ وہ بمنزلہ سپاہی کے ہے۔ جیسا کہ امیر شخص اپنے دروازے پر سپاہی کا پہرا کھڑا کر دیتے ہیں تاکہ وہ کسی مخالف آدمی کو اندر نہ آنے دے اور جانوروں اور دشمنوں سے گھر کی حفاظت کرے۔ دوست آشنا گھر میں آئیں تو ان کو روکے نہیں۔ تو اب سپاہی کو غصّہ اور نرمی دونوں کی ضرورت ہے۔ تاکہ غصّہ کے ساتھ آقا کے دشمنوں اور نقصان دینے والوں سے لڑے اور ان کو اپنی قوّت سے دفع کرے اور اس کے دوستوں آشناؤں کو نرمی کے ساتھ اندر جانے سے نہ روکے۔ نہ ان سے کسی معاملہ میں ناحق بھڑے۔ اگر سپاہی میں محض غصّہ ہی غصّہ ہے اور دوست دشمن سب کو ایک ہی لاٹھی ہانکے تو ایسا سپاہی بہت ہی بُرا ہے اور وہ قابل رکھنے کے نہیں۔ ضرور وہ ایک روز برخاست ہو کر قعرِ مذلّت میں پڑے گا یا کوئی رحم دل آقا اس کو سختی سے یا نرمی سے سیدھا کرے۔ تاکہ وہ اس کے حکم کے موافق عمل کرنے لگے۔ اسی طرح بدن انسان میں اس غصّہ کے سپاہی کا

حال ہے کہ اکھڑ بے وقوف اس نالائق سپاہی کی طرح دوست دشمن کی کچھ تمیز نہیں رکھتا۔ ہر ایک کے ساتھ بھڑ جاتا ہے تو اس کا مارنا یہ ہے کہ اس کو ادب سکھایا جائے کہ جو چیزیں اطاعت اور وصل الٰہی کرانے والی ہیں اُن کو غصّہ اور طاقت کے ساتھ دور کرے۔ جیسا کہ اپنے دشمن پر یا کوئی کسی کو مارنے یا گالی دینے لگے تو اس پر غصّہ آتا ہے۔ ایسا ہی مناہی اور موانعات رضاءِ الٰہی پر غصّہ جوش کھائے۔ جب یہ حال ہوگیا تو اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ (ترجمہ) محبّت خُدا کے واسطے اور غصّہ خدا کے واسطے۔ بس یہ اللہ کا غصّہ ہوگیا۔ اسفل سے خلاصی پا کر ملاء اعلیٰ میں جاملا۔ جو چیزیں اسفل کی طرف لے جانے والی ہیں ان پر ناراض ہو کر دُور کر دینے والا ہے اور جو ملاءِ اعلیٰ میں لے جانے والی ہیں ان پر راضی ہو کر حاصل کرا دینے والا تو فی الحقیقت اب یہ بہت ہی بڑی کام کی چیز ہے اور اس کا وجود بیشک احسن ہے مگر جب فعل بُرے کرنے لگ گئے بُرا ہوگیا۔ جب ان سے ہٹ کر نیک کرنے لگا تو احسن ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے اخلاص کا قصّہ

جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ ایک کافر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے بڑی مشکل سے گرایا جب تلوار نکال کر اس کو قتل کرنے لگے اور اس کے گلے پر رکھ دی تو اس نے آپ کے چہرہ مُبارک پر تھوک دیا۔ آپ نے اسی وقت تلوار میان میں کرلی۔ اور اس کو چھوڑ دیا۔ احباب نے عرض کیا کہ ایسا کافر بمشکل قابو آیا۔ پھر آپ نے کیوں چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ جس اللہ تعالےٰ نے اس کو اب گرایا پھر وہی گرا دے گا اور چھوڑنے کا سبب یہ ہے کہ جب میں نے اس کو گرایا اس وقت میں خُدا کا دوست تھا اور وہ خدا تعالےٰ کا دشمن۔ میرا غصّہ خدا کا غصّہ تھا۔ اس میں کچھ ملاوٹ نہ تھی۔ جب اس نے میرے مُنہ پر تھُوکا تو میرا غصّہ بھی اس میں مل گیا اور خالص خُدا تعالےٰ کا غصّہ نہ رہا۔ اس واسطے میں اپنے غصّے کی وجہ سے نہیں مارنا چاہتا۔ پھر جب خالص خدا تعالےٰ کا غصّہ ہوگا۔ اس وقت

ماروں گا۔ اب تم پر یہ امر ظاہر ہو گیا کہ غصہ مارنے کے یہ معنی ہوئے کہ اس کا ضرر دُور کر کے نفع کی چیز بنا دینا۔ اور انبیاء اولیاء کا غُصّہ بھی نفع دینے والا مظہر رضاء الٰہی کا ہوتا ہے۔ اور نا اہل کا غصّہ مظہر گمراہی کا ہے۔ یہ تو بخوبی سمجھ چکا اب بھی جان لے کہ طمع بھی اپنی ذات میں ایسی احسن ہے۔ اگر بے جا فعل میں پھنس گئی تو بُری ہے۔ جیسے مال کی چاہ بے جا جو حرمت سے نہ بچا ہوا ہو یا لباس کی یا زیور مویشی کی طمع۔ یہ سب کی سب اسفل کی طرف لے جانے والی ہیں۔ بجائے اس کے طمع بمعنی محبّت نیک اعمال کے جمع کرنے کی یا کثرت عبادت کی یا کثرت مشاہدہ جمال الٰہی کی ہو۔ تو محمود ہے اور اس کی پیدائش اللہ تعالےٰ نے اسی واسطے فرمائی ہے۔ مگر نفس نے اس کو اسفل میں لگا دیا ہے۔ اب اسفل سے چھڑا کر ملاء اعلےٰ کی طرف لے جائے تو یہی معنی اس کے مارنے کے ہیں کہ جو کشش اس کی اسفل کی طرف ہے اس کو نیست و نابود کر دینا یعنی اس کو جو شوق مال و زر دنیوی اشیاء کا ہے بجائے اس کے ذاتِ الٰہی کے مشاہدہ اور رضا کا شوق ہو جائے تو یہ بہت ترقی دینے والے کام میں لگ گئی۔ اب حسد و بخل کو لو۔ یہ واسطے مقابلہ شیطان کے تھا۔ اب چونکہ یہ مقابل رحمٰن کے ہو رہا ہے۔ اس واسطے مذموم ہو گیا۔ ورنہ بذاتہٖ یہ بھی احسن ہے۔ اب رہی متکبری۔ یہ بہت ہی بری شے ہے بندہ کے حق میں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظْمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ فِيْ شَيْءٍ مِّنْهُمَا لَا يُبَالِي اللّٰهُ فِيْ اَيِّ وَادٍ هَلَكَ ط یعنی تکبّری میرے اُوپر کی چادر ہے اور عظمت یعنی بزرگی میرا تہ بند۔ جس نے اس میں جھگڑا کیا اس کے واسطے ذلّت اور قعرِ دوزخ ہے۔ اگر تکبّری سے احکامِ الٰہی کو نہ مانا اور اطاعت نہ کی تو ضرور بالضرور قابل سزائے مذکورہ بالا ہے لیکن اگر نفس یا کافر متمرد کے مقابل میں ان کو خدا تعالےٰ کا دشمن سمجھ کر کی جائے تو پھر یہ بھی احسن ہے جیسا کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منوّرہ کے لوگوں کو ساتھ لے کر حج کو تشریف لے گئے۔ تو اس

وقت مدینہ منورہ میں بیماری سوکھے تاپ کی تھی اور تمام اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین جو آپ کے ساتھ تھے۔ لاغر ضعیف تھے اور رنگ زرد ہو گئے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالہام الٰہی ارشاد فرمایا کہ جب طواف خانہ کعبہ کا کرو تو خوب اینٹھ اور اکڑ اور سینہ نکال کر تیزی کے ساتھ کرنا تاکہ کافر ہم کو ضعیف نہ سمجھیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور کفار حیران رہ گئے۔ اللہ تعالےٰ کو ان کا یہ تکبر پسند آیا بسبب اس امر کے کہ اللہ تعالےٰ کے دشمنوں کے مقابلہ میں تھا۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ کے واسطے اس کو جاری کر دیا۔ چنانچہ حج میں اب ہمیشہ تین یا چار پھیرے اکڑ کر طواف کیا جاتا ہے اور یہی معنی تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللهِ کے ہیں۔ (ترجمہ) اپنی عادتیں خدا کی سی بنالو۔ ۱۲ ۔ اور وہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ دُعا فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ یعنی اے اللہ ہم کو چیزوں کی حقیقتیں ویسی ہی دکھا جیسی کہ وہ اصل میں ہیں یعنی جو چیزیں اچھی ہیں ان کو اچھائی کی حالت میں دکھا اور جو بُری ہیں ان کو برائی کی حالت میں دکھا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اچھی چیز کو اپنی کوتاہ نظری سے بُرا سمجھ بیٹھیں اور بُری کو اچھا۔ اس دُعا کا یہ مطلب ہے جب تو یہ سمجھ چکا تو اب نفس کے مارنے کے معنی بھی سمجھ لے تاکہ تجھ پر اخفا نہ رہے اور وہ اگلے مراقبات میں لکھیں گے۔ جب یہ مراقبہ پختہ ہو گیا تو جان لو کہ اللہ تعالےٰ نے ببرکت خواجگانِ نقشبند رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ حصولِ طریقت کا فضل کر دیا اور اس طریقہ کو بزرگان نے آسان طریق فرمایا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ پندرہ روز بجناب الٰہی سجدہ میں رہے کہ یا الٰہی مجھے ایسا طریقہ عنایت فرما جو بہت آسان ہو تو اللہ تعالےٰ نے آپ کو یہ آسان اور جلد پہنچانے والا طریقہ عطا فرمایا لیکن پھر بھی شیخ یعنی پیر کامل مکمل بلکہ اکمل چاہیئے جو ظاہر شریعت سے آراستہ ہو اور باطن اس کا ماسوائے سے پاک ہو کر دوام حضور وجمعیت سے پیراستہ ہو۔ خلاصہ اس سلوک کا طے کرنا مقاماتِ عشرہ کا ہے جو توبہ، انابت، زہد، ریاضت، ورع، قناعت، توکّل، تسلیم، رضا، صبر ہیں اور ریاضت انہی میں طے ہو جاتی ہے۔ جب یہاں تک تو آ گیا تو

آگے کوئی مشکل نہیں۔ سب آسان ہی آسان ہے۔ کیونکہ ولایتِ صغریٰ پوری ہوگئی لطائفِ خمسہ عالمِ امر معہ اپنے اصول کے جو نیمہ دائرہ عرش کے اوپر ہیں۔ سب ولایتِ صغریٰ میں داخل ہیں بلکہ ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کا کشف اور عالمِ ارواح و ملائکہ جنّت و دوزخ جو کچھ بھی یہاں تک نظر آئے۔ ولایتِ صغریٰ میں داخل ہے۔ آگے ولایتِ کبریٰ ہے جس کا مقام نفس ہے۔ اس میں عناصر اربعہ بھی اصلاح پا جاتے ہیں۔ یہ سات ولایتیں ہو جاتی ہیں۔ پانچ عالمِ امر کی اور ایک نفس اور دوسری قالب کی۔ جو حالات ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ یہ سب ذکر اور لطائف کے بیان میں تھے۔ اس کے ساتھ فکر یعنی مراقبہ کا بیان نہیں لکھا گیا۔ لہٰذا اب وہ بیان کرتے ہیں۔

مراقبہ احدیت

اے طالبِ مولا! سن کہ جب قلب میں ذکر شروع کریں بعد ذکر کے مراقبہ کرنے کا طریقہ اس طرح پر ہے اور اس مراقبہ کا نام احدیت ہے۔ مراقبہ حضوری بھی اسی کو کہتے ہیں نیّت اس مراقبہ کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے ذات جامع صفات کمالیہ کا اور وہ مبرّہ و منزّہ ہے جمیع نقصان و زوال سے جو مسمی اسم مبارک اللہ کا ہے اوپر لطیفہ قلب میرے کے۔ یہ مراقبہ بلا ذکر کے کرے۔ بیٹھ کر بغیر کسی خطرہ کے ایک ساعت کبھی دو ساعت تک مشق کریں۔ جب تین ساعت بلا خطرہ کے کر لے تو یہ سمجھ لے کہ مراقبہ پک گیا۔ اس مراقبہ میں سیر دائرۂ امکان کی ہے۔ اس جگہ اسمِ ذات کا ذکر ضروری کسی قدر کریں اور اگر نفی اثبات کا ذکر کریں تو کلمہ کے معنی یہ تصوّر میں لانے چاہئیں لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی نہیں میرا معبود مگر اللہ۔ جب دائرۂ امکان پورا ہو جائے تو دوسرا مراقبہ معیّت کا شروع کریں۔

مراقبہ معیّت

نیّت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے اوپر لطیفہ قلب میرے کے اس ذات سے

جو ہر ذرہ ذرّات کائنات کے ساتھ ہے اور ہر ذرہ میرے باطن کے ساتھ ہے جو مفہوم ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ یعنی وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو اور اس وقت میں کلمہ شریف نفی اثبات کے طریقہ سے ان معنوں کے ساتھ لَا مَعِیَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی نہیں کوئی شے میرے ساتھ مگر اللہ پڑھا جائے گا۔ اس مراقبہ کو ایک وقت بلا ذکر صرف فکر کے ساتھ چند ساعت کرے اور ذکر کے معنوں کا جو اوپر ذکر ہو چکے ہیں پورا خیال رکھے۔ کیونکہ ذکر بلا خیال معنی مفید نہیں ہوتا۔ جب لطائف کی پڑوسنیں اپنے ہم جلیسوں کے انوار سے منوّر ہو کر اصلاح پا جائیں اور جیسا کہ ہم اُوپر لکھ آئے ہیں قلب اور دوسرے لطائف موردِ انوارِ الٰہی ہو چکیں۔ اس وقت بندہ پر اس حدیث شریف کا حال شروع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس کا اتمام آگے جا کر ہوتا ہے۔

لَا يَزَالُ يَتَقَرَّبُ عَبْدِیْ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ يَبْصُرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّذِیْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ يَمْشِیْ بِهَا

(ترجمہ) بندہ نوافل کے ذریعہ ہمیشہ میرا قُرب ڈھونڈتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست رکھنے لگتا ہوں۔ پس جب میں اس کو دوست رکھنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہُوں جس سے وہ سُنتا ہے اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ چلتا ہے۔

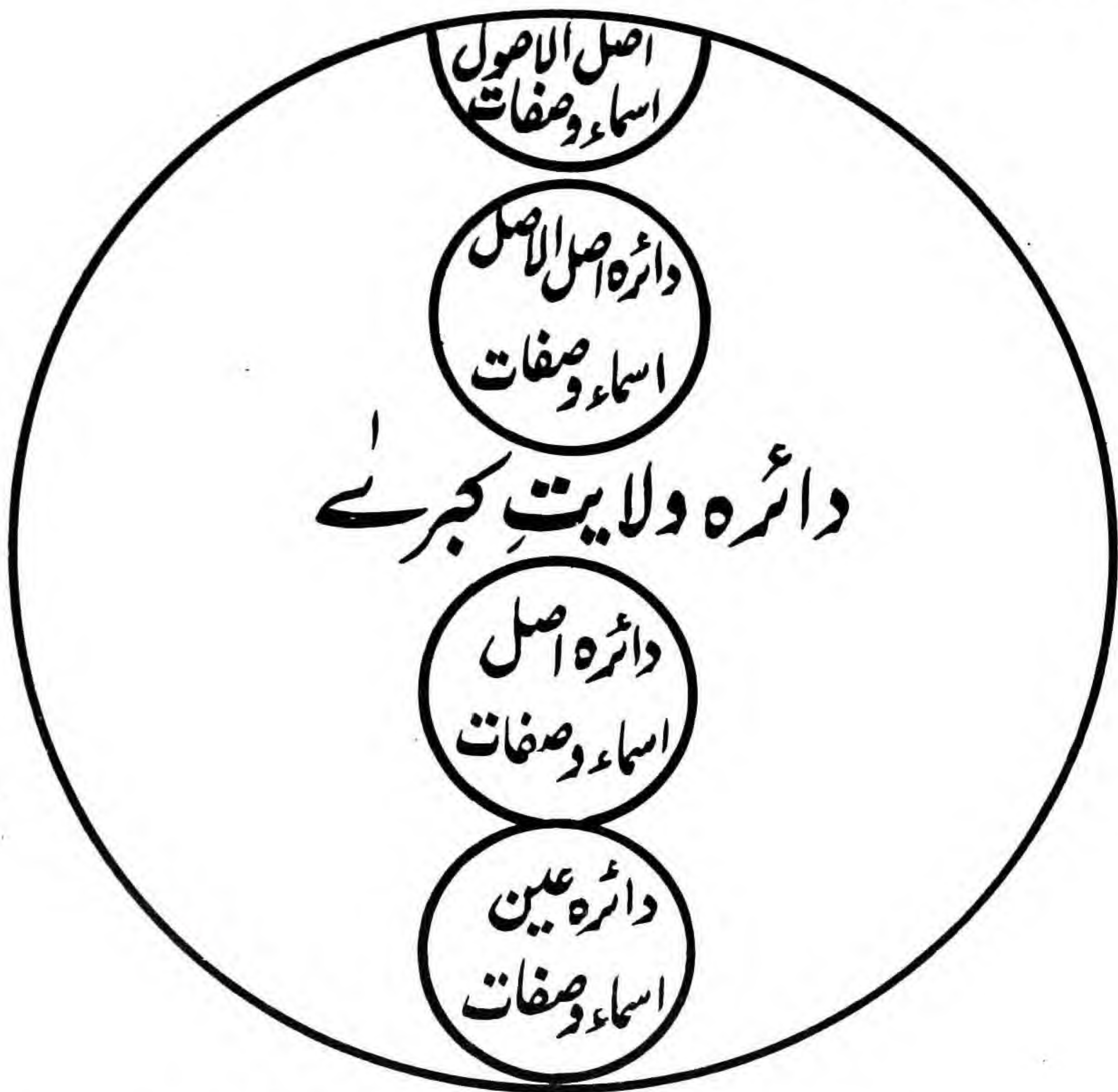


فصل دربیان فنا لطیفۂ نفس جو اَنا ہے

جان اے سعید ازلی کہ جب اسرار توحید وجودی اور معیت کے کھل جاتے ہیں تو طالب مولا کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرش سے فرش تک بلکہ عرش سے فوق تک ایک نور نے احاطہ کیا ہوا ہے اور جمیع ذرّات ممکنات اس رنگ میں جو بسبب بے رنگی کے کہ میلان بسیاہی رکھتا ہے اور مصداق کَانَ اللّٰہُ فِی عَمَاء کا ہے (ترجمہ) خدا تعالیٰ اندھادھند میں تھا) غرق ہیں تو اس کو استغراق ہو جاتا ہے۔ جب پیر توجہ لطیفہ نفس پر مقام اقربیت کی دیتا ہے تو اس کا نور جو سیاہی مائل ہر ذرّہ کو محیط تھا اس کا نام و نشان نہیں رہتا اور وجود ممکنات کا جو اس نورِ سیاہ میں معدوم تھا پھر ظہور ہو جاتا ہے مثل ستاروں کے جو چمک و روشنی آفتاب میں گم تھے لیکن سیر قلبی میں اس قدر تیزی آنکھ کو نہیں ہوتی جو واجب اور ممکن میں تمیز کر سکے اسی واسطے قائل اتحاد کا ہو جاتا ہے۔ چونکہ ولایتِ کبریٰ انبیاء کا مقام صحو یعنی ہوشیاری کا ہے۔ اسی واسطے نظر کو تیزی عنایت ہو جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وجود ممکنات ثبوت و استقرار رکھتا ہے لیکن وجود ظلّی ہے جو پرتوِ وجود الٰہی کا اوپر اعدام کے ہوا ہے اس سے موجود ہے۔ اسی طرح صفات ممکنات پرتوِ صفات حق سبحانہ مشہود ہوتی ہیں اور عین یعنی معنیٰ توحید شہودی کے ہیں جو لطیفہ نفس میں مشہود معلوم ہوتے ہیں اس جگہ فرق اقربیّت و معیّت کا معلوم ہو گیا کہ نہایت معیّت کی اتحاد ہے اور کمال اقربیّت کا اثر اثنینیت۔ اقربیّت کا بیان تقریر میں نہیں سما سکتا۔ کیونکہ عقل ناقص ہے اور ادراک کرنے اس مقام سے عاجز اور یہ معاملہ عقل سے آگے کا موقوف ہے۔ انکشافِ تام کے اور انکشاف تام اس زمانہ میں بہت کم

ہے لیکن اگر انکشاف تام نہ ہو تو راہِ سلوک بہت اسلم رہتا ہے۔ انکشاف میں خطرات ہیں اور بے انکشافی میں سلامتی۔ اب اس جگہ جان لے کہ دائرہ ولایت کبریٰ تین دائروں اور ایک قوس یعنی نصف دائرہ میں شامل ہے۔ پہلے تین دائروں سے سیرِ اقربیّت و توحید شہودی منکشف ہوتی ہے۔ اس دائرے کے نیچے کا حصہ متضمن ہے۔ اسماء وصفات زائد کو اور نصف اوپر کا مشتمل ہے۔ شیونات ذاتیہ کو اس دائرہ میں عروج خمسہ عالم امر کو ہوتا ہے۔ اصل مطلب اس کا یہ ہے کہ پہلے لطائف خمسہ عالم امر کا منہ نیچے ولایتِ صغریٰ میں تھا اُوپر کی طرف متوجگی نہ تھی۔ جب ولایتِ کبریٰ کا آکر فیض پڑا تو اس نے ان کا منہ اوپر کی طرف کر دیا۔ اب عروج ان کا پورا کامل طور پر اپنے اصل کی طرف ہو گا کیونکہ ولایتِ کبریٰ کے فیض نے ان کو اوپر کی طرف متوجہ کر دیا اور موردِ فیض یعنی جگہ ان کے فیض وارد ہونے کی لطیفہ نفس ہے۔

نقشہ ساڑھے تین دائروں کا یہ ہے :-



نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ اولیٰ ولایت کبریٰ سے اوپر نفس میرے کے اس ذات سے جو میری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور مفہوم ہے آیۂ کریمہ

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد کا یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ہم اپنے بندہ کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں جب اس دائرہ میں عروج واقع ہوتا ہے تو سیر دائرہ اصل میں جا پڑے گی اور دائرہ اصل سے اصل الاصل میں ترقی ہوگی۔ پھر اس سے اصل الاصول میں جو عبارت ہے قوس سے سیر ہوگی۔ ان ڈھائی دائروں میں کمال استہلاک و اضمحلال حاصل ہوتا ہے جب میرے قبلۂ عالم پیر دستگیر فداہ روحی نے مجھے توجہ اس دائرہ پر دی تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ پرنالہ شدّت سے بہتا ہے۔ ایسا ہی بے رنگ نور کا ایک پرنالہ لطیفہ نفس پر گرتا ہے اور وجود ہستی کا مثل نمک کے جو پانی میں پڑ کر گل جاتا ہے ایسا معدوم ہوا کہ نام ونشان وجود کا نہ رہا اور زوال عین و اثر تعیّن کا میّسر ہو گیا اور میں نے اطلاق لفظ اَنَا کا ایسا جانا کہ موردِ اَنَا کے واسطے کہیں جگہ نہ پائی۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ دریائے عدم کے نیچے چلا گیا ہوں اور دریا ناپیدا کنار ہے اس میں معدوم ہو گیا ہوں۔ اس ولایت میں فنا کی حقیقت میّسر ہوتی ہے۔ پہلی ولایت میں مراقبہ محبت کا کیا جاتا ہے اور وہ اس طرح ہے۔

نیّت مراقبہ محبّتِ اوّل

فیض محبّتِ اوّل کا آتا ہے۔ دائرہ ثانی ولایتِ کبریٰ سے اوپر لطیفہ نفس میرے کے جو اَنَا یعنی میں ہے اور جو مفہوم ہے۔ یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ کا۔

نیّت مراقبہ محبّتِ ثانی

فیض محبّت ثانی کا آتا ہے۔ دائرہ ثالث ولایت کبریٰ سے اُوپر لطیفۂ نفس میرے کے جو اَنَا یعنی میں ہے۔ اس ذات سے کہ میں محبوب اس کا ہوں اور وہ محبوب میرا ہے جو مفہوم ہے یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ کا۔

یہ ساڑھے تین دائروں کا حال بیان ہو چکا جن کے فیض وارد ہونے کا محل لطیفہ نفس ہے اور پیچھے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ لطیفہ نفس کا مقام ماتھے پر ہے۔ اب یہ

سمجھ لو کہ ان دوائر کا فرق آپس میں صرف اسی قدر ہے کہ قلت و کثرت انوار کی اور ضعف و قوت اور یہ اس طرح ہے کہ پہلے دائرہ اقربیت میں آگے کے ڈھائی دائروں سے زیادہ قوت اور کثرت انوار کی ہے۔ اس سے دوسرے دائرہ میں کم اور ضعیف اور تیسرے دائرہ میں دوسرے دائرہ سے کم اور ضعیف اور قوس میں اس سے کم اور ضعیف عرض اور طول اور بے رنگی میں بہ نسبت فوق کے ماتحت اپنے سے۔ اس کے اگر وجوہ بیان کروں کہ کس طرح اور کیوں کمی و ضعف ہے تو کتاب طول ہو کر جو مطلب اس تحریر سے ہے وہ گم اور فوت ہو جائے گا۔ اس واسطے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ۔ میں نے اپنے بہت سے درویشوں کو اس مقام میں توجہ دی۔ اکثروں کو تو کشف اس دائرہ کا جلدی ہوا اور بعض کو دیر کے بعد کھلا۔ مگر یہ مقام صحو، تسلی اور تسکین کا ہے اور قطع ہو جانے اس مقام یعنی ولایتِ کبریٰ کی یہ نشانی ہے کہ مانند قرص آفتاب کے سالک پہ نور منکشف ہوتا ہے اور جس قدر یہ دائرہ منکشف ہوتا ہے اسی قدر نور کی چمک ظاہر ہوتی ہے اور بڑھتی رہتی ہے اور جس قدر یہ دائرہ قطع ہونے سے باقی رہا ہے اسی قدر دائرہ مانند کسوف آفتاب کے نظر آتا ہے اور علامت تمام ہو جانے دائرہ ولایتِ کبریٰ کی یہ ہے کہ معاملہ قبض باطن جو دماغ میں تعلق رکھتا تھا اس کا تعلق سینہ کے ساتھ ہو کر شرحِ صدر حاصل ہو جاتا ہے۔ علیٰ حسب استعداد اور وسعت سینہ میں اس قدر ہو جاتی ہے۔ کہ بیان سے باہر ہے اگرچہ سیر قلبی میں بھی وسعت اس قدر ہوئی تھی کہ آسمان ہا اور زمین ہائے متعددہ اس میں نظر آتی تھیں لیکن قلب کے بطون میں مثل قلب کے کبھی کبھی نظر آتے ہیں۔ یہ وسعت فقط قلب میں تھی اور وسعت صدر کی اب ولایت کبریٰ میں حاصل ہوئی ہے جو شامل ہے۔ تمام سینہ کو عموماً اور لطیفہ اخفیٰ کو خصوصاً اور علامت شرح صدر کی بغیر کشف کے کہ بعض طبائع میں کشف نہیں ہوتا اور ان کو صرف بطریق وجدان کے معلوم ہوتا ہے۔ تو وجدان والوں کی نشانی یہ ہے کہ احکام الٰہی اور قضاء امر الٰہی سے

چون و چرا اٹھ جاتی ہے یعنی بغیر چون و چرا کے احکام الٰہی کے ادا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اس مقام میں نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے اور جمیع احوال میں یہ راضی برضائے الٰہی رہتا ہے۔ اس مقام تک مسمٰی اسم ظاہر ہے یعنی یہاں تک انسان کا ظاہر ہے مورد اس مقام کے انوار کا لطیفہ نفس اور لطائف خمسہ عالم امر کے ہیں۔ قوّت اور وسعت بے حد باطن میں پیدا ہو جاتی ہے اور جیسا کہ ظلال اسماء و صفات تعیّنات جمیع خلائق سوائے انبیائے کرام و ملائکہ عظام علیہم السلام ہیں اور اس مراقبہ کی سیر کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں۔ اسی طرح سیر مراقبہ اسماء و صفات و شیونات کو کہ مبادی تعیّنات انبیاءِ کرام ہیں۔ اس کو ولایت کبریٰ کہا جاتا ہے۔ اس کے آگے مبادی تعینات ملائکہ عظام ہیں اس کو ولایت علیا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جو ولایتِ کبریٰ سے آگے آتی ہے۔ جب یہ تینوں ولائیتں صغریٰ، کبریٰ، علیا حاصل ہو جائیں تو مثل معجون مرکب عُمدہ اور قابل پرواز کے ہو جاتا ہے۔ اب ولایتِ کبریٰ کے مقام کے ذکر کا بیان کیا جاتا ہے اور وہ اس طرح ہے جیسا کہ پہلے ولایتِ صغریٰ میں ذکر کلمہ شریف کا بطور نفی اثبات کے دم بند کر کے یعنی زبانی کیا جاتا ہے۔ اس ولایت کبریٰ میں بھی ذکر کرنے کا حکم ہے اور یہ تہلیلی کہا جاتا ہے۔

ذکر تہلیلی کا طریقہ

اس طرح کہ حرف لا کو قلب سے اُٹھا کر سرّ اور اخفی و خفی میں گزار کر رُوح پہ اِللہَ کی ھَا کو تصوّر کر کے اِلَّا اللہ کی ضرب پھر لوٹ کر قلب پہ مارے اور چھ دفعہ پڑھنے کے بعد ساتویں دفعہ کلمہ کو پُورا کرے اور محمدّ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح ادا کرے کہ ناف کو محمدّ کا میم تصوّر کرے اور وہاں سے اُٹھا کر اس لکیر کے راستہ سے جو سینہ میں سے ہوتی ہوئی گردن تک آئی ہے گزارتا ہُوا

زنخدان کے درمیان سے گزار کر ہونٹوں اور ناک پر سے گذارتا ہوا ماتھے پہ پہنچائے۔
اور لفظ رسُول اللہ کا تصوّر ماتھے پر کرے۔ مطلب یہ کہ لفظ محمدّ رسُول اللہ اس طرح
سے ادا ہو کہ اس تمام راستہ مذکورہ بالا سے اس تمام لفظ کو یوں گذارے کہ لفظ
رسُول اللہ کی ھا ماتھے پر آکر ختم ہو۔ اس وقت یہ دعا مانگے الٰہی ترک کیا میں نے
دُنیا اور آخرت کو اور مقصُود میرا تو ہے اپنی محبّت اور معرفت اور پورا وصل مجھے اپنا
دے۔ سات بار کے بعد اس دُعا کو ضروری مانگنا چاہیئے اور اس وقت یہ تصوّر کرے کہ
اللہ تعالیٰ کی ذات میرے سامنے ہے اور معنیٰ بھی پر خیال کرے کہ لَا اَقْرَبَ اِلَیَّ مِنْ حَبْلِ
الْوَرِيْدِ اِلَّا اللہ (ترجمہ) میری شاہ رگ سے زیادہ کوئی چیز میرے قریب نہیں مگر اللہ۔
اور لفظ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ کو زبان سے نہ نکالے۔ فقط خیال میں تصوّر کرے اور
ذکر میں اتار چڑھاؤ کرے۔ اس طرح کہ پانچ ہزار کلمہ شریف کو ولایت کبریٰ کے ساڑھے
تین دائروں میں تقسیم کرلیں اور دائرہ کے ہر حِصّہ میں جس قدر تعداد کلمہ شریف کی آئے
اس تعداد کا ذِکر اس طرح پُورا کریں کہ جس طرح سینہ میں لَا اِلٰہَ کے گزرنے کا تصوّر کرتا
ہے اور وہی تصوّر سینہ کا بطریق مذکور تصوّر دائرہ اقربیت میں خیال کر کے ذکر کریں۔
یعنی لَا اِلٰہ کے ساتھ اقربیت کے تمام حجاب دُور ہو کر اِلَّا اللہ کی ضرب کے ساتھ عین
دائرہ کے اندر اسماء وصفات روشن ومنوّر ہو رہے ہیں۔ جب اس دائرہ کی تعداد پوری ہو جائے
تو پھر ذکر اوپر دائرہ محبّت اوّل میں چڑھا کر لے جائیں اور جس طرح اقربیت میں
لَا اِلٰہ کے ساتھ اقربیت کے حجاب، دُور کر کے اِلَّا اللہ کے ساتھ دائرہ کے اندر عین اسماء وصفات
کو روشن کرنے کا خیال کیا تھا۔ اس میں خیال کر کے اصل اسماء وصفات کو منوّر کریں اور لَا اِلٰہ کے
ساتھ اس کے حجاب اُٹھائیں اور ذکر کی مقررہ تعداد پوری کر کے پھر محبّت ثانی میں چڑھا کر اسی
طرح اس دائرہ کے ذکر کو پورا کریں۔ پھر اسی طرح محبّت ثالث یعنی قوس میں چڑھا کر ذکر کو اسی
خیال کے ساتھ جیسا کہ پیچھے مفصّل بیان ہو چکا ہے ذکر کریں۔ کچھ عرصہ اس طرح مواظبت

کرنے سے حجاب بالکل اُٹھ جاتے ہیں اور میدان صاف ہو جاتا ہے۔ مگر یہ ذکر سبق کے وقت ہے یعنی جب مُرشد انگلی رکھ کر جس دائرہ کا سبق دیں۔ اس دائرہ پر اس طرح ذکر کرے اور اگر تمام دائروں کا سبق مرشد ایک ہی وقت میں عطا فرما دیں۔ یعنی ہر دائرہ پہ مُرشد انگلی رکھ کر نسبت بتا چکنے کے بعد فیض ڈال دیں اور ذکر کروا دیں تو پھر آپ تفصیل کر کے تمام دائروں پہ ذکر کرتا رہے جیسا کہ اُوپر تحریر ہوا اور جب تمام دائرے پک جائیں اور تمام پر یکساں فیض پڑنے لگے تو پھر اختیار رہے خواہ یہ اتار چڑھاؤ کے ساتھ تفصیل وار ذکر کرے یا نہ کرے۔ البتہ مراقبات میں ولایت کبریٰ کے تمام دائروں پر الگ الگ تفصیل کے ساتھ فیض لیتا رہے۔ کیونکہ ان دائروں کا خاصہ ہے کہ جب ذکر پک جاتا ہے تو یہ خود ہی اپنے اپنے مقام کا الگ الگ فیض کھینچتے رہتے ہیں۔ جب ان دائروں کا فیض مرید لے چکے اور پھر فیض ڈال چکے تو پھر مُرید سے اس مقام میں کلمہ شریف کی زکوٰۃ معہ توجہ دلائیں۔ اور کم از کم چار زکوٰتیں دلائیں اور ساتھ ہی چھ اسماء کی زکوٰتیں بھی معہ توجہ کے اسی مقام میں دلائیں۔ کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے اور چونکہ یہ طریقہ قادریہ نقشبندیہ دونوں سے مرکب ہے۔ اس واسطے اس مقام میں حضرت غوثِ صمدانی سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو مقام طے کرا کر عروج کرانے میں بڑا دخل ہے۔ اس لئے اس مقام میں اسماء سبعہ کی زکوٰتوں سے ببرکت توجہ روحانیت حضرت پیرانِ پیر رضی اللہ عنہ تصرفات شروع ہو جاتے ہیں۔ طریقہ ان زکوٰتوں کا آخر فصل ہذا پر بطور ضمیمہ تحریر کیا گیا ہے چونکہ یہ مقام انبیاء علیہم السلام کا ہے جیسا کہ ماتھے پر نورِ عرش کی طرف سے معلوم کرتا ہے پھر اندر سینہ کے بطون لطائف میں جاتا ہے۔ یہی وحی کے علوم کے آنے کا راستہ ہے۔ سیّد المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ کبھی مجھ پر فرشتہ صُورت کے ساتھ آ کر وحی کرتا ہے اور کبھی جرس یعنی گھنٹی کی طرح آواز میرے سر میں آتی ہے۔ یہ سب سے زیادہ اشد ہے۔ یہ

وہی مقام ہے۔ اس مقام سے انبیاء علیہم السلام کو وحی یعنی علوم متواترہ ہوتے تھے۔
اسی طریقہ نقشبندیہ کا سلوک سنتِ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے یعنی اس طریق سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وصل ہوا تھا۔ اور اسی طریق سے اپنے رب کو ملنا سنّت ہے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح۔ اور واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے یہ مقامِ نبوّت اور نزولِ وحی کا مقام ہے اور اولیاء کے واسطے ولایت اور نزولِ الہام کا مقام۔ کوئی اپنی غلط فہمی سے یہاں یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ان علوم کے نزول اور اس مقام کے حصول سے میں بھی نبی بن گیا۔ یہ کفر و الحاد ہے امتیوں کو یہ واردات محض انبیاء علیہم السلام کے طفیل سے ہی نصیب ہوتی ہیں اور یہ جو کچھ ہوتا ہے بطفیل اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے وارد ہوتا ہے۔ الاولیاء تحت اقدام الانبیاء (ترجمہ) اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کے قدموں کے نیچے ہیں۔ ۱۲
ایسا ہی اپنے نبی کے قدم کے ماتحت ولایت ہوتی ہے اور یہ اُوپر سے فیضان لینا محارست اور عادت اولیاء اللہ کی بوجہ ادب کے ہوگئی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کسی جہت میں محدود نہیں۔

طریقہ ذکر سُلطانا محمُودا

اس جگہ ایک اور مقام ہے جس کو بعض اولیاء اللہ نے الگ لکھا ہے لیکن فی الحقیقت الگ نہیں بلکہ اسی ولایتِ کبریٰ کی ایک شاخ ہے۔ اس کا طریقہ اور محل یہ ہے کہ ولایتِ کبریٰ کا فیض جو ماتھے پر گر رہا ہے اسی فیض کو اپنے خیال سے دونوں ابرو کے درمیان لاتا ہوا ناک کے سرے یعنی پھننگلی پر لے آوے اور خیال کرے کہ وہی فیض جیسا کہ وہاں پڑ رہا ہے ویسا ہی اس جگہ بھی پڑ رہا ہے۔ اگر طالب بینا ہے تو دونوں آنکھوں کی نظر ناک کی پھننگلی کے دونوں کناروں پر لگا رکھے اور خیال کرے کہ اوپر سے

نُور کی دھار اس جگہ پڑ رہی ہے۔ جب معلوم کرلے کہ اب فیض اچھی طرح پڑنے لگ گیا تو پھر اس پھننگلی سے تین دھاریں نیچے کو بہتی ہوئی اس طرح خیال کرے کہ ایک میرے بائیں طرف قلب میں گر رہی ہے اور دوسری دائیں طرف لطیفہ روح میں اور تیسری سینہ پر لطیفہ اخفیٰ میں پڑ رہی ہے۔ اس پر نظر خوب پکا کرجائے یہاں تک کہ نظر کو پھننگلی پر رکھے اور نظر کو اُوپر چڑھائے۔ یہاں تک چڑھائے کہ سر کے اُوپر سے چڑھاتا ہوا سر سے پیچھے لے جائے کہ یہاں سے پیچھے تک اپنا چہرہ نظر آنے لگ جائے۔ جب یہ ہو جائے تو پھر سر کے پیچھے کی تمام چیزیں نظر آنے لگ جاتی ہیں۔ یہ وہ سُنّتِ نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ آپ کو پیچھے کی چیزیں ایسی ہی نظر آتی تھیں جیسے آگے کی دیکھتے تھے۔ ایسا ہی حال اس شغل میں ہے۔ علاوہ اس کے اور عجائب کیفیات ہیں جو میں تحریر نہیں کرتا تاکہ طالبِ مولا اسی جگہ پھنس کر نہ بیٹھ رہے۔ کیونکہ میں نے بعض طالبین کو جو اس جگہ توجہ دی تو ایسی گرفت ہوئی کہ یہ کہنے لگے کہ فقیری بس یہی ہے اور ہم اسی پر راضی ہیں۔ آگے جانا نہیں چاہتے۔ بڑی مشکل سے آگے سبق دے کر نکالا۔ اس شغل یا مراقبہ کا نام سلطان محمود ہے جو اسی ولایتِ کبریٰ کی شاخ ہے۔ بعض صالحین نے اس کو الگ لکھا ہے مگر یہ الگ نہیں ہے۔ اسی میں شامل ہے۔

طریقہ ذکر سُلطاناً نصیرا

اس کے بعد اسی شاخ کی ایک شاخ سُلطَاناً نصِیرا ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ اُوپر کے لب میں ایک شاہ رگ شاخ ہے۔ وہ شاہ رگ کہ جس کو حبل الورید اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اور وہ عرض میں ہے یعنی اس طرف

سے اس طرف جاتی ہے ۔ اس پر فیض کا خیال کرے ۔ یہاں سلطاناً محمودا کی طرح نظر جمانے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ فقط خیال جمائے ۔ چونکہ شاہ رگ ہی مقام اقربیت ہے ۔ اس کی یہ شاخیں ہیں ۔ لہٰذا یہ ایک ہی مقام ہے ۔ اس واسطے میں نے اسی میں بیان کر دیا ہے اور ایک شاخ اسی مقام میں اور بھی ہے ، جس کو سُلطاناً نصیرا کہتے ہیں مگر وہ چنداں فائدہ بخش نہیں ہے لہٰذا وہ بیان نہیں کیا جاتا ۔ جب مقامات ولایتِ کبریٰ کا فیض تجھ کو گرفت کرے اور اُوپر سے فیض ماتھے پر پڑتا معلوم ہو تو بہت مُبارک ہے ۔ تجھ پر سعادت ازلی نے یاوری کی ۔ بس اب اسی کا جس قدر تجھ سے ہو سکے اس جگہ بہت ہی مراقبہ کر ۔ اگر مراقبہ کرتے کرتے اس مقام کا فیضان بند ہو جائے تو ذکر خفی تہلیلی قلبی شروع کر دے بغیر حرکت زبان کے جیسا کہ ولایتِ علیا میں کیا جاتا ہے ۔ اس طرح مراقبہ میں پھر فیضان آنا شروع ہو جاتا ہے اور ولایتِ صغریٰ و کبریٰ کا ذکر بغیر مراقبہ کے نہ کرے ۔ یعنی ذکر کرتے وقت بھی فیضان کا خیال رکھے ۔ کیونکہ ذکر بے فکر کو نفاق خفی کہتے ہیں اور بے فائدہ اور وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ لمحہ کا فکر ستر سال کی عبادت سے جو بغیر فکر کے ہے بہتر ہے وہ فکر یہی مراقبہ ہے کچھ اور چیز نہیں ۔ کیونکہ طالبِ مولا جب ذکر کرتا ہے تو ذکر کرتے کرتے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ تسبیح ہاتھ میں نہیں رہتی ۔ کیونکہ جب ذکر، قلب، رُوح، سرّ، خفی، اخفیٰ پر جاری ہو جاتا ہے تو اب تسبیح بے چاری کہاں کہاں جائے ۔ پھر سُلطان الاذکار بھی ولایت علیا میں اپنا زور شور کر کے رہ جاتا ہے تو پھر سوائے فکر کے کوئی چیز نہیں رہتی ۔ اس وقت فقیر ذکر، شغل، تسبیح سب دکھلاوے کے واسطے کرتا ہے جو عین خلوص بے ریا ہے کیونکہ یہی ذریعہ وصل الٰہی کا ہوا ہے ۔ اسی سے مولا ملا ۔ اب اس کو طالبین سیکھیں اور مولا سے واصل ہوں ـــــ اسی واسطے کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ ؎

تسبیح مالا رہ گئی انحد بھی رہ جائے
پر سرت سہاگن نہ مرے جو تن میں رہے سمائے

(ترجمہ) سُرت کہتے ہیں فکر کو ۔ یہ سہاگن ہو جائے ۔ سہاگن خاوند والی عورت کو کہا جاتا ہے ۔ یعنی فکر ایسی سہاگن ہو جائے کہ باقی کے ساتھ اس کا نکاح یعنی تعلق قوی اور شدید تو اب یہ سہاگن ہو گئی اور کوئی چیز درمیان میں حائل نہ رہی ۔

عبد معبود کے مشاہدہ میں ہے ۔ ذکر صرف فکر کی صفائی کے لئے ہے ۔ جب فکر صاف ہو گیا تو اب ذکر بے فکر کی ضرورت نہیں ۔ اب ذکر لسانی بے مکر سے ہجر ہے ۔ اسی واسطے اخیر مقام والے فقیر کو ذکر کرنے سے ہوش آجاتا ہے اور مواجید واذواق سے جذبہ ذاتِ الٰہی کی طرف ہوتا ہے ۔ شاہ ولی اللہ نے قول الجمیل میں تحریر فرمایا ہے ۔ جَذْبَۃٌ مِنْ جَذْبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِیْ عَمَلَ الثَّقَلَیْنِ یعنی ایک ساعت جو جذبہ طرف ذاتِ الٰہی کے ہوتا ہے ۔ ثقلین کی عبادت کے جو بغیر جذبہ کے ہے برابر ہے ۔ مراد یہ ہے کہ تمام عالم کے جن وانس نے جو عبادت بغیر جذبہ کی ہے ۔ ایک جذبہ خدا تعالےٰ کے جذبات سے ان کے برابر ہے ۔ جذبہ اس کو د ھپلانگ کو نہیں کہتے جذبہ کے معنیٰ وصل ذاتِ الٰہی کی کشش کا ہونا ہے ۔ لطائف عشرہ کو اس ولایت کبریٰ میں سے ایک نکتہ بھی اگر طے ہو جائے تو تمام ولایتِ صغریٰ کے برابر ہے ۔ اب جو کلام پڑھے گا یا ذکر کرے گا اسی کا فیضان ماتھے بلکہ سینے میں آنا شروع ہو جائے گا ۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ ۔ ؎

ایں دولت جاوید بوالہوس را ندہند
مادۂ شہباز مگس را ندہند مرتبہ شاہ عسس را ندہند

(ترجمہ) یہ ہمیشہ رہنے والی دولت ہوس کے بندوں کو نہیں دیتے ۔ شہباز کی

خوراک مکھی کو نہیں دیتے۔ کوتوال کو بادشاہ کا مرتبہ نہیں دیتے۔

یہ کمال اللہ تعالیٰ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ہی عنایت فرمایا ہے۔ اب یہاں تک مسمیٰ اسم الظاہر کا ہے۔ جو ظاہر بدن انسان کا ہے۔ اس کا یہ ظاہر ہے جس کا مسمیٰ یہاں تک ہے۔ آگے مسمیٰ اسم الباطن شروع ہوگا۔ اسی واسطے بے فکر ذکر کی مذمّت مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں فرمائی ہے۔

بر زباں تسبیح و در دِل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

(ترجمہ) زبان پر تسبیح اور دل میں گائے گدھے کا خیال۔ ایسی تسبیح سے کب اثر اور نفع پہنچ سکتا ہے۔ ۱۲

جس چیز سے نحن اقرب کا گھونگٹ کھلے وہ فکر مشاہدہ کا ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ ع

اس کا مکھ ایک جوت ہے گھونگٹ ہے سنسار

ضمیمہ

متعلق فصل ولایتِ کبریٰ

طریقہ نقشبندیہ و قادریہ کے مرکّب ہونے کا بیان

یہ جو اُوپر لکھا گیا ہے کہ طریقہ قادریہ اور نقشبندیہ دونوں سے مرکب ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرہ الاقدس کتاب حضرات القدس میں خود امام ربّانی رضی اللہ عنہ کی زبانی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت امامِ ربّانی رضی اللہ عنہ حلقہ میں مع یارانِ مراقب بیٹھے تھے کہ حضرت شاہ سکندر نبیرۂ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہما تشریف لائے اور ایک خرقہ آپ کے دوشِ مبارک پر ڈال دیا۔ حضرت نے جو آنکھ کھولی دیکھا کہ شاہ سکندر ہیں جلدی سے اُٹھے اور بتواضع معانقہ کیا۔ حضرت شاہ سکندر نے فرمایا کہ میرے جدِ امجد نے اپنے وصال کے نزدیک یہ جُبّہ جو کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے پشت بہ پشت ہمارے یہاں چلا آتا ہے میرے سپرد کر کے فرمایا تھا کہ اس کو امانتاً اپنے پاس رکھو جس کو میں کہوں گا اس کے حوالے کر دینا۔ اب چند مرتبہ مجھ سے حضرت جدِ امجد نے تمہارے حوالے کرنے کے واسطے واقعہ میں فرمایا لیکن مجھ پر اس تبرّک کا علیحدہ کرنا سخت شاق تھا۔ مگر چونکہ اب تاکید بہ تہدید تھی۔ چار و ناچار لے آیا ہوں چنانچہ حضرت امام ربّانی رضی اللہ عنہ وہ خرقہ پہن کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کے دل میں خطرہ گزرا کہ مشائخ کے بھی عجیب معمول ہیں کہ جس کو جامہ پہنا دیا وہی خلیفہ بن گیا ورنہ چاہیئے تھا کہ پہلے خلعت معنوی پہنائیں بعد ازاں اپنا خلیفہ

بنائیں ۔ بمجرد اس خطرہ کے حضرت غوث الثقلین سیّد شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرّہ معہ تمامی خلفاء کے تا حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہما تشریف لائے اور اپنی نسبتِ خاصہ کے انوار سے مالا مال کر دیا ۔ اس وقت آپ کے دل میں خیال گزرا کہ میں نقشبندیوں کا پرورش یافتہ ہوں اور یہاں یہ معاملہ گزرا ۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی سے لے کر تا حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سب تشریف لائے ۔ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے برابر بیٹھے ۔ اکابر نقشبندیہ نے فرمایا کہ شیخ احمد ہماری تربیت سے کمال و تکمیل کو پہنچے ۔ آپ کو ان سے کیا علاقہ ۔ اکابر قادریہ نے فرمایا کہ انہوں نے اوّل چاشنی ہمارے خوان سے کھائی ہے (اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرّہ حضرت امامِ ربّانی کے ایّامِ شیر خوارگی میں تشریف لائے تھے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ اس وقت بیمار تھے اور حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی زبان مبارک امامِ ربّانی رضی اللہ عنہ کے دہن مُبارک میں دے دی جس کو آپ نے بڑی دیر تک چُوسا اور شفا یاب ہو گئے) اور اب خرقہ بھی ہمارا ہی پہنا ہے ۔ اسی بحث میں حضرات چشتیہ کبرویہ وسہروردیہ بھی تشریف لائے اور کہا کہ ان کے ہم بھی دعویدار ہیں (کیونکہ ان خاندانوں کی خلافت حضرت امامِ ربّانی رضی اللہ عنہ کو قبل بیعت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ اپنے والدِ بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے مل چکی تھی) حضرت امام ربّانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت اس قدر ارواحِ اولیاء جمع ہوئیں کہ تمام مکان و گلی کوچہ و دشت و صحرا بھر گیا اور مناظرہ کو صبح سے ظہر کا وقت ہو گیا کہ اسی اثنا میں جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہوئے اور بکمال کرم و نوازش سب کی تسلّی فرما کر اشارہ فرمایا کہ چونکہ شیخ احمد کی تکمیل طریقہ نقشبندیہ میں ہوئی ہے اس واسطے اسی کی ترویج کریں اور باقی دیگر سلاسل کی نسبت بھی القا کریں ۔ کہ ان کا حق بھی ثابت ہے اور اسی پہ فاتحہ خیر پڑھا گیا اور سب رخصت ہوئے ۔

طریقہ زکوٰۃ کلمہ شریف و اسماء سبعہ

ان زکوٰتوں کا طریقہ اس طرح ہے کہ مرید تین روز روزہ رکھے اور مسجد میں معتکف رہے۔ سوائے حاجت بول و براز کے باہر نہ نکلے۔ ترک حیوانات جلالی و جمالی کرے یعنی گوشت مچھلی گھی دُودھ وغیرہ کچھ نہ کھائے اور موافق سنت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کی روٹی نمک کے ساتھ کھائے۔ اگر کسی وجہ سے جو کی روٹی اور نمک پر اکتفا نہ کرسکتا ہو تو گیہوں کی اور دال ماش یا مونگ کی بھی اجازت ہے مگر دال میں پیاز لہسن یا کوئی چیز بدبُودار نہ ہو اور روٹی پکانے والی عورت نمازی اور حیض و نفاس سے پاک ہو۔ پہلے روز صُبح کو غسل کرے پھر احرام باندھے اور احرام میں صرف یہ تین کپڑے ہوتے ہیں۔ ایک چادر بڑے عرض کی جو سی ہوئی نہ ہو۔ جیسی کہ عموماً دو پونے دو گز کے عرض اور تین گز کے طُول کی لٹھے کی چادریں آج کل بازاروں میں بالعموم بکتی ہیں اور ایک عمامہ پانچ ہاتھ کا اور ایک مصلیٰ تین ہاتھ کا۔ احرام باندھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چادر کا ایک کنارا اپنی پشت اور بائیں مونڈھے کے اُوپر کو لاکر سینہ کے عین وسط میں پہنچائے اور دوسری طرف سے چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اور موافق معمول کے اوڑھ کر دائیں مونڈھے کو ڈھانپتا ہوا سینہ کے درمیان چادر کے پہلے کنارے سے ملا کر گرہ دے دے۔ عمامہ سر پہ باندھ لے اور مصلےٰ نیچے بچھا لے۔ پیر کو چاہیئے کہ مرید کو احرام خود باندھ کر دکھائے اور واضح رہے کہ یہ تینوں کپڑے نئے ہوں۔ مستعمل نہ ہوں اور سفید ہوں رنگین نہ ہوں۔ اگر سردی کا موسم ہو تو احرام کے اوپر روئی دار لحاف یعنی رضائی یا کمبل اوڑھ لینے کی رخصت ہے بشرطیکہ وہ کمبل یا رضائی پاک ہو۔ بعدہٗ دو رکعت نفل پڑھے اور دونوں رکعتوں میں بعد الحمد شریف کے

قل ہو اللہ سالم تین بار اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سالم ایک ایک بار پڑھ کر ختم کرے۔ پھر بعد سلام درود شریف گیارہ مرتبہ۔ الحمد شریف ایک بار۔ قل یا ایہا الکافرون ایک بار۔ قل ہو اللہ شریف سات بار۔ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک بار۔ پھر درود شریف گیارہ بار اور استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ ستائیس بار پڑھ کر ان نفلوں اور سورتوں کا ثواب حضرت پیران پیر سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچائے اور کلمہ شریف پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور ہر پانچسو دفعہ کلمہ شریف کے بعد ایک دفعہ کلمہ شریف کی توجہ معنوں کا خیال کر کے پڑھے اور پیر اس توجہ کے معنی مرید کو خود سمجھائے۔ اگر مرید خواندہ نہ ہو تو خیر ویسے ہی پڑھ لے۔ توجہات اسم سبعہ ذیل میں لکھی جاتی ہیں اور تین دن میں ایک لاکھ کلمہ شریف کو پورا کر دے اور بعد ختم ہونے کے تیسرے روز اعتکاف سے عصر کے وقت اس طرح باہر نکلے کہ پہلے کسی قدر حلوا بقدر استطاعت پکوا کر اس پر حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دے کر ان لوگوں کو جو نمازی ہوں اور حقّہ نہ پیتے ہوں یا معصوم بچّوں کو تقسیم کر کے پھر اعتکاف سے باہر آجائے اور علاوہ کلمہ شریف کے باقی چھ اسماء کی زکوتیں اگر ایک ایک دن میں پوری کر کے چھیئوں اسماء کی زکوتوں سے فارغ ہو جائے مگر ہر اسم کی زکوٰۃ میں تمام شرائط مذکورہ بالا کی پابندی رکھے اور جو خواب یا انکشاف ان ایّام میں معلوم ہوں وہ پیر سے بیان کر دے یا اگر پیر دُور ہوں تو ان کو تحریر کر دے اور جس اسم کی زکوٰۃ سے ہر پانچ سو دفعہ وہ اسم پڑھنے کے بعد ایک مرتبہ اسی اسم کی توجہ بلحاظ معنی ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے مثلاً اسم ذات کی زکوٰۃ میں پانچ سو دفعہ اللہ اللہ کہنے کے بعد ایک دفعہ اسم ذات کی توجہ پڑھے۔ اسی طرح حی اور ودود اور وھاب وغیرہ کا حال ہے۔

توجّہاتِ اسماءِ سبعہ

اسمِ اوّل، کلمہ شریف: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک لاکھ بار، توجہ اسکی یہ ہے۔

اِلٰہِیْ اَظْہِرْ عَلٰی ظَاہِرِیْ سُلْطَانَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط
الٰہی ظاہر کر اوپر ظاہر میرے کے غلبہ لا الٰہ اِلَّا اللہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط وَحَقِّقْ بَاطِنِیْ بِحَقَائِقِ
لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ اور متحقق کر میرے باطن کو ساتھ حقائق

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط وَاسْتَغْرِقْ
لا الٰہ اِلَّا اللہ لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ اور مستغرق کر

فِیْكَ ظَاہِرِیْ بِاِحَاطَةِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط
اپنی ذات میں میرے ظاہر کو ساتھ احاطہ لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ اِلَّا اللہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط وَاحْفَظْنِیْ اَللّٰہُمَّ بِكَ لَكَ فِیْ مَرَاتِبِ
لا الٰہ اِلَّا اللہ اور محفوظ رکھ مجھ کو اے میرے اللہ اپنے کے بطفیل اپنی ذات کے

وُجُوْدِكَ وَ شُہُوْدِكَ حَتّٰی لَا اَشْہَدَ غَیْرَ اَفْعَالِكَ وَ
وجود اور شہود کے مراتب میں یہاں تک کہ نہ مشاہدہ کروں میں مگر تیرے افعال اور

صِفَاتِكَ بِوَجْہِ الْحَقِّ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط
اور تیسری صفات کا بطفیل حق لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
لا الٰہ الا اللہ۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ اذ قال العبد لا الٰہ الا اللّٰہ خرقت السمٰوٰت حتیٰ تقف بین ید اللّٰہ فیقول اسکن فیقول کیف اسکن ولم تغفر لقائلی فیقول ما اجریتہ علیٰ لسانہ الاوقد غفرت لہ ؕ (رواہ الدیلمی)

(ترجمہ) جس وقت بندہ لا الٰہ الا اللّٰہ کہتا ہے۔ تو کلمہ شریف آسمانوں کو پھاڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اللّٰہ جل جلالہٗ کے سامنے جا کھڑا ہوتا ہے۔ تو اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بس یہیں ٹھہر۔ پس کلمہ شریف عرض کرتا ہے کہ اے خداوند میں کیونکر ٹھہروں حالانکہ تو نے میرے پڑھنے والے کو بخشا تو ہے ہی نہیں۔ پس اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نہیں جاری کیا کلمہ شریف کو اس کی زبان پر مگر تحقیق اس کو بخش ہی دیا تھا۔ روایت کیا اسکو دیلمی نے۔

اِسم دوم : اَللّٰہ اَللّٰہ ایک لاکھ بار۔ توجہ اس کی یہ ہے:۔

یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ دُلَّنِیْ بِكَ عَلَیْكَ وَارْزُقْنِیَ الثَّبَاتَ
یا اللّٰہ یا اللّٰہ یا اللّٰہ راستہ دکھا مجھ کو اپنا صدقہ اپنی ذات کا اور مجھ کو اپنے وجود کے

عِنْدَكَ وَجُوْدِكَ مَا اَكُوْنُ مُنَادِّبًا بَیْنَ یَدَیْكَ یَا اَللّٰہُ
پاس ایسی ثابت قدمی نصیب کر کہ میں تیرے سامنے باادب رہوں یا اللّٰہ

یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ ؕ اِلٰهِیْ بِعَظْمَتِكَ وَجَلَالِكَ اُرْزُقْنِیْ حُبَّكَ
یا اللّٰہ یا اللّٰہ الٰہی بطفیل اپنی عظمت و جلال کے نصیب کر مجھ کو محبت اپنی

یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ ؕ اِلٰهِیْ اِجْعَلْ قَلْبَ عَبْدِكَ الضَّعِیْفِ
یا اللّٰہ یا اللّٰہ یا اللّٰہ الٰہی اپنے اس ضعیف بندے کے قلب کو

مَظْهَرَ الذَّاتِكَ وَمَنْبَعًا لِاٰیَاتِكَ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ ؕ
کر مظہر اپنی ذات کا اور سرچشمہ اپنی نشانیوں کا یا اللّٰہ یا اللّٰہ یا اللّٰہ،

اسم سوم : حَیُّ حَیُّ حَیُّ ایک لاکھ بار۔ توجہ اس کی یہ ہے :۔

یَا حَیُّ یَا حَیُّ یَا حَیُّ اَحْیِنِیْ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَّاَسْقِنِیْ مِنْ
یا حی یا حی یا حی زندہ رکھ مجھ کو پاک زندگی کے ساتھ اور پلا مجھ کو اپنی

شَرَابِ مَحَبَّتِكَ اَعْذَبَهٗ وَاَطْيَبَهٗ يَا حَيُّ يَا حَيُّ يَا حَيُّ ط
محبت کی شراب بہت خوشگوار اور پاکیزہ شراب یا حی یا حی یا حی

اِلٰهِیْ حَقِّقْ حَیَاتِیْ بِكَ یَا حَیُّ یَا حَیُّ یَا حَیُّ ط اِلٰهِیْ
اے میرے اللہ ثابت رکھ میری زندگی کو اپنی ذات کے ساتھ یا حی یا حی یا حی الٰہی

اَظْهِرْ نُوْرَ حَیَاتِكَ فِیْ حَیَاتِیْ یَا حَیُّ یَا حَیُّ یَا حَیُّ ط اِلٰهِیْ
ظاہر کر اپنی حیاتی کے نور کو میری زندگی میں یا حی یا حی یا حی الٰہی

اَحْیِ رُوْحِیْ حَیٰوۃً اَبَدِیَّۃً وَّمَتِّعْ سِرِّیْ بِسِرِّكَ فِی
عطا فرما میری روح کو ابدی زندگانی اور مالا مال کر دے میرے سر کو اپنے سر کے

الْحَضَرَاتِ الشُّهُوْدِيَّةِ وَامْلَأْ قَلْبِیْ بِالْمَعَارِفِ
ساتھ شہودیت کے درباروں میں اور پُر کر دے میرے قلب کو معارف

الرَّبَّانِيَّةِ وَاَطْلِقْ لِسَانِیْ بِالْعُلُوْمِ اللَّدُنِّيَّةِ يَا حَيُّ يَا حَيُّ
ربانی کے ساتھ جاری کر میری زبان کو علوم لدنیہ کے ساتھ یا حی یا حی

يَا حَيُّ ط
یا حیُّ۔

اسم چہارم : وَاحِدُ وَاحِدُ وَاحِدُ ایک لاکھ بار۔ توجہ یہ ہے۔

يَا وَاحِدُ يَا وَاحِدُ يَا وَاحِدُ اِجْعَلْنِیْ مُوَحِّدًا بِنُوْرِ
یا واحد یا واحد یا واحد کر مجھ کو توحید والا اپنے نور

وَحْدَانِيَّتِكَ مُؤَيَّدًا بِشُهُوْدِ فَرْدًا نِيَّتِكَ يَاوَاحِدُ
وحدانیت کے ساتھ کرتائید پایا ہوا اپنی یکتائی کے شہود کے ساتھ یا واحد
يَاوَاحِدُ يَاوَاحِدُ ط اِلٰهِيْ اَنْتَ الْمُتَوَحِّدُ فِيْ ذَاتِكَ
یا واحد یا واحد اے میرے اللہ تو ہی اکیلا ہے اپنی ذات میں
بِاُلُوْهِيَّتِكَ يَاوَاحِدُ يَاوَاحِدُ يَاوَاحِدُ ط
اپنی الوہیت کے ساتھ یا واحد یا واحد یا واحد

اسم پنجم : عَزِيْزُ عَزِيْزُ عَزِيْزُ ایک لاکھ بار۔ توجہ اسکی یہ ہے۔

يَاعَزِيْزُ يَاعَزِيْزُ يَاعَزِيْزُ ط اِجْعَلْنِيْ بِعِزَّتِكَ مِنَ الْاَعِزِّيْنَ
یا عزیز یا عزیز یا عزیز کر تو مجھ کو لطفیل اپنی عزت کے لوگوں میں جو بہت
بَيْنَ يَدَيْكَ يَاعَزِيْزُ يَاعَزِيْزُ يَاعَزِيْزُ اِسْتَعْمِلْنِيْ
عزت والے اور پیارے ہیں یا عزیز یا عزیز یا عزیز کرا مجھ سے کام ان لوگوں کے
بِاَعْمَالِ الْاَعِزِّيْنَ لَدَيْكَ يَاعَزِيْزُ يَاعَزِيْزُ يَاعَزِيْزُ اِلٰهِيْ
جو بہت عزت والے اور پیارے ہیں تیرے پاس یا عزیز یا عزیز یا عزیز اے میرے اللہ
اَعِزَّنِيْ بِعِزَّتِكَ يَاعَزِيْزُ يَاعَزِيْزُ يَاعَزِيْزُ اِجْعَلْنِيْ مِنْ
عزت والا کر مجھ کو اپنی عزت کے ساتھ یا عزیز یا عزیز یا عزیز کر مجھ کو اپنے ان بندوں
عِبَادِكَ الْاَعِزِّيْنَ يَاعَزِيْزُ يَاعَزِيْزُ يَاعَزِيْزُ ط
میں سے جو بہت عزت والے اور بڑے پیارے ہیں یا عزیز یا عزیز یا عزیز۔

اسم ششم : وَهَّابُ وَهَّابُ وَهَّابُ ایک لاکھ بار۔ توجہ اسکی یہ ہے۔

يَاوَهَّابُ يَاوَهَّابُ يَاوَهَّابُ هَبْ لِيْ مِنْ جَزِيْلِ
یا وہاب یا وہاب یا وہاب عطا فرما مجھ کو اپنی بڑی بڑی

هِبَاتِكَ مَا يُبَلِّغُنِيْ اِلٰى مَرْضِيَّاتِكَ يَا وَهَّابُ
بخششوں میں سے وہ عطیہ جو مجھ کو تیری رضامندی والے کاموں تک پہنچا دے یا وہاب
يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ ط اِلٰهِيْ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ
یا وہاب یا وہاب اے میرے اللہ عطا فرما مجھ کو اپنے پاس
رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ
سے رحمت بیشک تو ہی وہاب ہے یا وہاب یا وہاب
اِلٰهِيْ يَا وَاهِبَ الْاَسْرَارِ هَبْ لِيْ مِنْ اَسْرَارِكَ
اے میرے اللہ اے بخشنے والے اسرار کے عطا فرما مجھ کو اپنے اسرار میں
فَيْضًا تَجْعَلُنِيْ بِهٖ دَائِمًا مُسْتَحْفِظًا لِّمَوَاهِبِكَ
سے وہ فیض کہ کردے تو مجھ کو بسبب اس کے ہمیشہ حفاظت رکھنے والا اپنی بخششوں کی
يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ ط اَللّٰهُمَّ حَقِّقْنِيْ بِمَوَاهِبِ
یا وہاب یا وہاب یا وہاب اے میرے اللہ متحقق کر مجھ کو اپنی حقیقۃ الحقیقت
حَقِيْقَةِ حَقِيْقَتِكَ يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ
کی بخششوں کی یا وہاب یا وہاب یا وہاب
اِلٰهِيْ كُوْنِيْ شَاهِدًا عَلَيَّ بِالْاِفْتِقَارِ اِلٰى غِنَائِكَ الْمُطْلَقِ
اے خداوند میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں تیری مطلق
الْكَامِلِ بِالذَّاتِ فَامْنُنْ عَلٰى عَبْدِكَ الضَّعِيْفِ
اور کامل بالذات غنا کی طرف ہر وقت محتاج رہنے کا اپنی ذات پر خود گواہ ہوں
بِغِنًى اَكُوْنُ بِهٖ غَنِيًّا مُّغْنِيًا مَّنْ
پس تو اپنے ضعیف بندے پر اپنی غنا کے ساتھ احسان کر کہ جس کی وجہ سے میں خود بھی غنی ہو جاؤں
شِئْتَ غِنَاهُ بِوَصْفِ الْفَقْرِ بَيْنَ يَدَيْكَ
اور جس کو تو غنی کرنا چاہے اس کو بھی غنی کر سکوں باوجود خود تیرے سامنے محتاج رہنے کے

اَنْتَ الْغَنِیُّ الْوَهَّابُ یَاوَهَّابُ یَاوَهَّابُ یَاوَهَّابُ

بیشک تو غنی بخشش کرنے والا ہے یا وہاب یا وہاب یا وہاب

اسم ہفتم: وَدُوْدُ وَدُوْدُ وَدُوْدُ ایک لاکھ بار

توجہ اس کی یہ ہے۔

یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ اِجْعَلْ قَلْبِیْ وَ اَدَّ اَلَّكَ

یا ودود یا ودود یا ودود تو میرے قلب کو اپنی محبت والا بنادے

یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ اِلٰهِیْ اَعْطِنِیْ وُدًّا فِیْ

یا ودود یا ودود یا ودود اے میرے اللہ میری محبت اپنے مومن

قُلُوْبِ عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ

بندوں کے دلوں میں ڈال دے یا ودود یا ودود یا ودود

اِلٰهِیْ اَكْفِنِیْ شَرَّ مَنْ كِفَایَتُهٗ بِیَدِكَ

اے میرے اللہ تو میرے لئے اس شخص کے شر سے کافی ہو جا جسکی کفایت تیرے ہاتھ میں ہے

یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ ط

یا ودود یا ودود یا ودود

فصل در بیانِ ولایتِ علیا

یعنی سیرِ عناصرِ ثلاثہ سوائے عنصرِ خاک کے اور ان کی فنا

اس دائرہ ولایت علیا میں عناصر ثلاثہ جو سوائے خاک ہیں ان میں جذباتِ الٰہیہ اور عروج واقع ہوتا ہے اور احوال لطیف اور کیفیات بے رنگ اور عناصر کو فنا ذاتی مسمی باسم باطن حاصل ہوکر اضمحلال و استہلاک ان عناصر ثلاثہ کا اس مراقبہ مقدسہ میں حاصل ہوجاتا ہے اور بقا اس مرتبہ متعالیہ میں نصیب ہوکر مناسبت ملائکہ کرام کے ساتھ ہوجاتی ہے اور زیادہ نسبت ملائکہ عظام کی حاصل ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو ان میں داخل دیکھتا ہے اور جان کہ سیر ولایتِ صغریٰ اور کبریٰ کا اسم الظاہر میں ہے اور جو سیر ولایتِ علیا میں میسّر ہوتی ہے وہ مسمّیٰ اسم الباطن ہے۔ اور فرق مسمّیٰ اسم ظاہر اور مسمّیٰ باطن میں یہ ہے کہ سیر اسم ظاہر میں تجلّیات صفاتی وارد ہوتی ہیں بے ملاحظہ ذاتِ الٰہی کے اور سیر اسم باطن میں اگرچہ تجلّیات اسماء و صفات ہی وارد ہوتی ہیں لیکن کبھی کبھی مشاہدہ ذات بھی اس جگہ ہوجاتا ہے تعالیٰ و تقدس فی ذاتہٖ دائرہ ولایت علیا یہ ہے۔ (دائرہ ولایت علیا)

جب یہ دائرہ ظاہر ہوتا ہے تو مانندِ خطوطِ شعاعِ آفتاب کے اسماء و صفات حق سبحانہ تعالیٰ اس دائرہ کا احاطہ کرلیتی ہے اور کبھی بغیر خطوط و شعاع کے بھی یہ دائرہ مشہود ہوجاتا ہے اور کمال بیرنگی ظاہر ہوتی ہے اور خطوطِ شعاعیہ روپوش ہوجاتے ہیں اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ولایتِ علیا مانند مغز کے ہے اور ولایت کبریٰ مثل پوست کے۔ بلکہ ہر دائرہ اپنے ماتحت کے ساتھ یہی مناسبت رکھتا ہے یعنی فوقانی مثل مغز کے اور تحتانی مثل پوست کے ہوتا ہے لیکن کمالات نبوّت میں ان ولایتوں کے ساتھ مناسبت مقصود نہیں۔ بلکہ اس کے کمالات فوق در فوق ہیں اور اس دائرہ ولایتِ علیا میں مراقبہ ذاتی جو مسمی اسم الباطن ہے کیا کرتے ہیں اور مورد فیض اس

ولایت میں عناصر ثلاثہ ہیں۔ سوائے خاک کے جن پر یہ فیض پڑتا ہے اور اس میں ذکر لسانی بھی جائز ہوتا ہے اور اس مقام میں سلطان الاذکار ترقی کیلئے اصل اصول ہے اور یہ ذکر سلطان الاذکار حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ سرِ سلسلۂ نقشبندیہ کو حضرت خضر علیہ السلام نے پانی میں بیٹھ کر کرنا سکھایا ہے۔ چنانچہ خود انہوں نے کیا اور ان کے بعد اس سلسلۂ نقشبندیہ میں جاری ہے لیکن اگر کوئی بوجہ مرض یا کسی امر مانع کے حبس کے ساتھ نہ کر سکے تو لسانی بھی کافی ہے اور صلوٰۃ نفلی با قرأت طویل اس مقام میں بہت ہی ترقی بخش ہے اور اس ولایت میں رخصت پر عمل کرنا بہتر نہیں بلکہ عزیمت پر عمل کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ اس مقام میں مناسبت ملائکہ کے ساتھ ہو جاتی ہے جس کا اصلی بھید یہ ہے کہ رخصت پر عمل کرنا بشریت کی طرف کشش کرتا ہے اور عزیمت پر عمل کرنا ملائکہ کی طرف۔ پس جس قدر مناسبت ملکیت کی طرف طالب کرے گا اسی قدر جلدی ترقی حاصل ہوگی اور اسرار جو طالب مولا کو اس ولایت میں حاصل ہوتے ہیں مثل اسرار توحید وجودی و شہودی کے نہیں کہ ان کو بیان کر سکیں بلکہ اس ولایت کے اسرار بہت ہی پوشیدہ رکھنے کے لائق ہیں۔ کسی صورت میں قابل اظہار نہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

ورنہ در محفلِ رنداں خبرے نیست کہ نیست

(ترجمہ) مصلحت نہیں کہ بھید پردے سے باہر نکلے ورنہ رندوں کی مجلس میں ایسی کونسی خبر ہے جو معلوم نہ ہو۔ اگر کچھ کہنے لگیں تو لفظ جو ان معانی کی تعبیر کر سکیں کہاں سے لائیں۔ البتہ اس قدر ظاہر کر دیتے ہیں کہ اس وقت باطن سالک کا مظہر مسمّٰی اسم باطن کا ہو جاتا ہے جو حاصل کرے گا وہ دیکھے اور سمجھے گا۔ اس وقت تمام بدن میں وسعت پیدا ہو کر تمام پر حال لطیف غالب آجاتا ہے۔ بعد طے ہو جانے ولایتِ علیا کے اَبِیْتُ عِنْدَ اللّٰہِ کُلَّ طَوْرٍ (ترجمہ) میں نے خدا تعالےٰ کے پاس ہر حالت میں رات گذاری) شروع ہو جاتا ہے حضرت قبلہ عالم پیر دستگیر نے اس مقام میں بہت سے طریقوں کی نسبت مثلاً قادری چشتی سہروردی اور کئی نسبتیں اس

مسکین پر ڈالیں۔ چنانچہ میں نے ہر ایک نسبت کو ببرکت خواجگان رضوان اللہ علیہم اجمعین الگ الگ معلوم و دریافت کرلیا۔ نیّت اس دائرہ کی اس طرح ہے۔

نیّت ولایتِ علیا : فیض آتا ہے دائرہ ولایت علیا کا مسمیٰ اسم الباطن سے اوپر تین عنصروں، آب، باد، آتش، میرے کے سوائے عنصر خاک کے۔

ذکرِ سلطان الاذکار کا طریقہ مُرشد کی چند توجہوں کے بعد اس مقام میں ذکر سلطان الاذکار بہت ہی مفید ہے اور اس کا طریقہ اس طرح پر ہے کہ دم قلب میں بند کرکے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کے سوراخوں میں دے۔ اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں سبابہ اور وسطی دونوں آنکھوں پر رکھے۔ اور باقی انگلیوں میں سے ایک ایک اُنگلی یعنی خنصر ناک کے دونوں نتھنوں پر اور دونوں ہاتھ کی انگلی بنصر کو دونوں ہونٹوں کے ملاپ کی جگہ رکھ کر ذکر کلمہ شریف کا کرے۔ مثلاً ولایتِ کبریٰ کے وقت ذکر تہلیل لسانی تھا۔ اب لسانی نہیں بلکہ حبس کے ساتھ ہے مگر طریقہ وہی ہے۔ یعنی قلب سے لا کو اُٹھا کر رُوح پر الٰہ کو ختم کرکے اِلَّا اللہ کی ضرب پھر لوٹ کر قلب پر مارے۔ جب سانس لینا ہو تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہے اور وہ دُعا کہے الٰہی مقصد میرا تو ہے۔ ترک کیا میں نے دنیا اور آخرت کو اپنا پورا وصل اور محبّت اور معرفت اپنی دے۔ یہ امر ضروری چاہیئے جب سانس نکلے تب بھی اور دم کھولتے وقت ناک کے راستے سانس لے تاکہ دانتوں کو ضرر نہ ہو۔ منہ سے نہ نکالے ورنہ تمام دانت خراب ہونے کا خطرہ ہے اور جس طرح ولایتِ کبریٰ میں لطائف کے مُنہ لَا اِلٰہ کے گزرنے کا خیال کیا جاتا تھا اب اس مقام میں بھی لطائف کے اُوپر اسی طرح کرے۔ اس طریقہ سے ذکر کے عناصر ثلاثہ کو بہت جلد صفائی حاصل ہوتی ہے اور ان کو جذب فوق کی طرف شروع ہو جاتا ہے اور جس وقت طالب ذکر کر کے بیٹھتا ہے تو اس کو نور اپنے اندر کی طرف فوق کی طرف کشش کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ یہی علامت عناصر ثلاثہ کے جذب کی فوق کی طرف ہے۔ تھوڑی دیر یہ

جذب ہو کر ٹھہر جاتا ہے۔ پھر اس محل پر اُوپر سے فیض وارد ہونے لگ جاتا ہے۔ اور یہی ولایتِ علیا کا فیض ہے پہلے آہستہ آہستہ حبس کرے تاکہ مشق ہو جائے۔ پھر زیادتی کرتا کرتا اگر گیارہ سانس ہر روز کرے تو کافی ہے۔ اصل طریقہ اس کا پانی میں بیٹھ کر کرنے کا ہے۔ اگر پانی میں غوطہ مار کر کرے تو بہت جلد عناصر کو صفائی حاصل ہوتی ہے۔ جب اس کا فیضان حاصل ہو جائے پھر چاہیے پانی میں نہ کریں۔ ویسے ہی کر لیا کریں تو بھی پُورا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے مگر پانی میں بیٹھ کر کرنے سے ذرا خشکی کم ہوتی ہے۔ اگر بغیر پانی کے اس کو کریں تو غذا مرغن کھائیں اور دودھ کا بہت استعمال کریں۔ اور ناک میں روغن بادام یا گھی کی نسوار لیتے رہیں اور سر میں دماغ پر بھی گھی کی مالش بہت کرتے رہیں تاکہ خشکی نہ ستائے۔ کسی بزرگ نے اس شعر میں اسی شغل کا ذکر کیا ہے۔

؎ چشم بند و گوش بند و لب بہ بند — گر نہ بینی سرِ حق بر من بخند

کسی ہندی شاعر نے اسی شغل کو اس طرح بیان کیا ہے۔ ؎

کان ناک مکھ بیچ کے نام نرنجن لے — اندر کے پٹ تب کھلیں جب باہر کے پٹ دے

یہ ذکر ہوش و حواس کے ساتھ کرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ دماغ بیکار کر بیٹھیں بلکہ سانس کو قلب میں بند کر کے ذکر کریں۔ دماغ میں ہرگز سانس کو بند نہ کریں بالتبع اس کے دماغ میں بھی ذکر شروع ہو جاتا ہے اور کانوں سے ایک آواز آنے لگ جاتی ہے۔ اسی کو اَنحد اور صوتِ سرمدی کہتے ہیں اور اس طریقہ کے ذکر کا نام سلطان الاذکار ہے جب ذکر سے فارغ ہو تو بذریعہ مراقبہ ولایتِ علیا کے اس دریائے نور کا جس سے کہ ملائکہ اور عرش مجید بنے ہیں اپنے باطن پر فیض لے۔ تین دریا نُور کے سب سے نیچے وہ ہے جس کے ایک بلبلے کی مانند ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ہیں اور اس سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس نیچے کے دریا کی سیر کا نام ولایتِ صغریٰ ہے اور جس دریائے نُور سے انبیاءِ کرام علیہم السلام پیدا ہوئے ہیں۔ اس کی سیر کا نام ولایتِ کبریٰ ہے اور جس دریائے نُور سے عرشِ مجید اور ملائکہ مقربین پیدا ہوئے ہیں اس کا نام ولایتِ علیا ہے۔ اگر تو اس میں سیر کرے تو طوبیٰ لک (یعنی خوشخبری ہے تیرے لئے خوشخبری ہے تیرے لئے)

کیونکہ اب تیرے باطن کا پر طے ہو گیا یعنی مسمیٰ اسم باطن بھی تیرا بھر پور ہو گیا۔ آگے کمالاتِ نبوّت رہ گئے وہ آسان ہے کوئی مشکل نہیں۔ اگر حبس کے ساتھ کلمہ شریف کا ذکر نہ کر سکے یا ضرر ہو تو پھر لسانی ذکر [illegible] اسی ترتیب سے جو ابھی حبس کے ساتھ کرنے کے واسطے ہم لکھ آئے ہیں کرے اور فیضان کا خیال [illegible] پر جو سوائے خاک کے ہیں ذکر کرنے کے وقت رکھے اور واضح رہے کہ اس مقام کا بالاصالۃ فیضان [illegible] پر پڑتا ہے مگر بالتبع عنصرِ خاک پر بھی پڑتا رہتا ہے اور بعد خیال رکھنے کے پھر یہ مقام طے ہو جا [illegible] ہو کر ترک نہ کرے اور مایوس ہو کر بزدل نہ بنے۔ اب کام قریب آ گیا ہے۔

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود مرد باید کہ ہراساں نہ شود

(ترجمہ) ایسی کوئی مشکل نہیں جو آسان نہ ہو جاتی ہو۔ آدمی کو چاہیئے کہ گھبرائے نہیں۔

نعمتِ باطنی مفت ملی ہوئی کیوں نہیں رہتی

اے طالبِ مولا! اگر تجھ کو طلب صادق ہے تو کسی مجذوب کے ہاتھ میں پھنس گیا اور اس نے نعمتِ باطنی تجھ کو ایک دم دے دی یا اسی طرح کسی صاحب ہوش بزرگ نے ایک ہی نظر میں تجھ کو نعمتِ باطنی سے مالا مال کر دیا تو سخت حسرت و افسوس ہے تیرے حال پر کیونکہ یہ نعمت تیرے پاس نہ رہے گی اگر چند رہی بھی اور اس سے تجھ کو یا مخلوقِ الٰہی کو کچھ فائدہ نہ حاصل ہوا تو کس کام کی۔ کیا وجہ کہ ہم نے بار ہا دیکھا ہے کہ اس طرح کی مفت نعمت ملی ہوئی زیادہ سے زیادہ بارہ برس تک ایسے طالب کے پاس رہی اور پھر ایک دم زائل ہو گئی۔ وجہ یہ کہ نہ تو اس نے مجاہدہ کیا تھا اور نہ ہی طریقہ حاصل کر کے اس نعمت کے ٹھہرنے کا محل صاف کیا تھا اور نہ پیچھے سے ارواحِ طیبہ خواجگان سلسلہ کی امداد تھی۔ صرف اسی ایک بزرگ یا مجذوب کا عطیہ فیض تھا جس کے بڑھانے کے طریقہ کی کوئی خبر نہ تھی جب اسکو کسی طرف سے بھی امداد نہ پہنچی بلکہ اپنے اسکے افعال خلافِ شریعت اور صحبتِ بد سے جو خلاف اس فیضان کے تھے بکثرت سابقہ پڑا تو جیسا مفت آیا تھا ویسا ہی مفت

جاتا رہا اور جیسا تھا ویسا ہی خالی رہ گیا اور طریقت حاصل کرنے کے بعد جو آہستہ آہستہ صفائی باطنی کرتے کرتے مقامات میں ترقی حاصل کر کے اس نعمتِ باطنی کو حاصل کیا جاتا ہے تو اس طریقہ میں اپنے پیشوا سے لے کر رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک تمام خواجگانِ سلسلہ کی ارواح طیّبات کی امداد ہر وقت طالب کے شامل حال رہتی ہے اور دوسرے بتدریجًا مجاہدات ومراقبات وغیرہ کے ذریعہ سے صفائی بھی ہوتی رہتی ہے اور ہر وقت فیض وارد ہوتا ہی رہتا ہے خواہ کتنا ہی خرچ کرے۔ اس واسطے یہ نعمت زائل نہیں ہوسکتی نہ زائل ہونے کا کھٹکا ہی رہتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ اور بندہ کے درمیان ستّر ہزار پردے ظلماتی و نورانی ہیں تو انسان کے بدن میں سات لطیفہ ہیں اور ایک ایک لطیفہ میں دس دس ہزار پردے ہوتے ہیں۔ اگر طالب آہستہ آہستہ ذکر سے ان پردوں کو پھاڑتا ہوا واصل ہوگا تو اس کی طبیعت متحمل مشاہدہ جمال الٰہی کی ہوجائے گی اور بعد وصل دنیا کی طرف عود کرنا اس کے حق میں ناممکن ہوجائے گا۔ وَ ذَالِكَ الْفَقْرُ اور دُنیا کی طرف لوٹ کر نہ جانا یہی فقر ہے۔ اسی واسطے اکابر نے فرمایا ہے۔ اَلصُّوْفِیُ كَائِنٌ وَّ الْبَائِنُ یعنی صُوفی دُنیا کے اندر بھی ہے اور دُنیا سے علیحدہ بھی۔ باطن اس کا مشاہدہ جمال الٰہی میں ہے اور ظاہر مخلوق کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اے طالبِ مولا! یہ مقام ہے کہ جہاں ملائکہ مقربین بھی حیران ہیں اور اس کی تفصیل سے خوفِ طوالت ہے لیکن اسی قدر بطور اشارہ کہے دیتے ہیں کہ اَلْمُجَاهَدَةُ مُوْرِثُ الْمُشَاهِدَه یعنی مجاہدہ طالب کو مشاہدہ کا وارث بنا دیتا ہے۔ ہمّت درکار ہے۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ ؎

بہر کارے کہ ہمّت بستہ گردد اگر خارے بود گلدستہ گردد

(ترجمہ) جس کام کیلئے ہمّت مضبوط باندھ لی جائے وہ اگر کانٹوں کا انبار ہو تو بھی پھُولوں کا گلدستہ بن جاتا ہے۔ ۱۲

پس ہمّت مرد کا اسمِ اعظم ہے۔

فصل دربیان کمالاتِ نبوّت و رسالت و الوالعزم کمالاتِ نبوّت

یہ عبارت ہے تجلّیات ذاتِ دائمی سے جو اوپر عنصر خاک کے وارد ہوتی ہیں ۔اس مقام یعنی کمالاتِ نبوّت کا فیض جو کہ عناصر ثلاثہ کے سوائے فقط عنصر خاک پر وارد ہوتا ہے ۔اس کی تکمیل میں پہلے کچھ لکھا ہے کہ پہلے اشغال اور اذکار نکارے معلوم ہوتے ہیں ۔ فی الحقیقت اگرچہ وہ کار آمد ہیں اس سے عنصرِ خاکی میں ایک قسم کی حالت پیدا ہو جاتی ہے مگر ہاں اتنی بات یاد رکھ کر عمل میں لانے کی بہت ضرورت ہے وہ یہ کہ کسی اہم صفاتی کا یہاں ذکر کرے ۔ تب مقام کمالاتِ نبوّت اپنے اصلی ظہور پر آتا ہے ۔ چنانچہ میرے پیر دستگیر فداہ روحی نے جاری پانی میں بلکہ ناف تک کھڑے ہو کر اَللّٰہُ الصَّمَدُ بارہ (۱۲) ہزار پڑھنے کا حکم فرمایا تو اس میں بڑا اثر و عروج معلوم ہوا اور نیز یہ معلوم ہوا کہ انوار پہلے اس مقام کے سینہ مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے اپنے اندر آتے معلوم ہونے لگے اور ہدایت کے تصرفات شروع ہونے لگ گئے ۔اور اطمینان و سکون اور تسلّی ذکرِ الٰہی کی خصوصیّت کے ساتھ ہونے لگی ۔ اور لوگوں کو جو پاس آتے جاتے ہدایت شروع ہوئی اور اسماء سبعہ کی زکوٰۃ معہ توجہ جو تحریر کی گئی وہ اس مقام میں بہت ہی فائدہ بخش ہے خواہ اَللّٰہُ الصَّمَدُ بطریق مذکور پڑھے یا اسمائے سبعہ بھی ۔ سالک کے مُرشد کو اختیار ہے چاہے دونوں کرائے چاہے ایک ہی پڑھائے ۔ ان دونوں میں اکتفا کرے ہمّت اور حوصلہ کا خیال کرے اگرچہ یہ اسماء سبعہ شغل قادریوں کا ہے مگر چونکہ یہ مجدّدی نقشبندی مرکّب قادریہ سے ہے ۔ اس لئے ان اسماء کی زکوٰۃ میں حضرت

غوث الثقلین کی روحانیت سے بہت مدد پہنچتی ہے اور یہ مقام طے ہو جاتا ہے۔ اور خاص کر اسم وَھَّابُ اور وَدُوْدُ کے ورد سے عجیب کیفیات اور انعاماتِ الٰہی ظاہر ہوتے اور محتاجی دُنیائے دُوں دُور ہو جاتی ہے اور استغناء فقیر پر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ یعنی جس نے چکھا نہیں وہ نہیں جانتا۔ جو آئے گا اس مقام میں وہ خود بخود ہی معلوم کرے گا۔ اس مقام میں طالب کو چاہیئے کہ گھبرا نہ جائے کیونکہ جب یہ فیض کمالاتِ نبوّت کا وارد ہوتا ہے تو جو معارف پہلے تھے مفقود ہو جاتے ہیں اور تمام سابقہ حالات نکارے معلوم ہونے لگتے ہیں۔ باطن میں بے رنگی اور بے کیفی نقد وقت ہوتی ہے اور ایمانیات و عقائد میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اور استدلال بحق بدیہی ہو جاتے ہیں از معارف اس مقام کے شرائع انبیاء علیہم السلام کے ہیں۔ اس جگہ وسعت باطن کی اس قدر ہو جاتی ہے کہ وسعت جمیع ولایاتِ صغریٰ و کبریٰ و علیا کی اس کے ایک کنارے میں مثل لاشئے کے معلوم ہوتی ہے بلکہ تنگ البتہ ولائیتوں میں یہ نسبت ایک دُوسرے کے مناسبت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ نسبت صُورت و حقیقت کی ہو۔ مگر باوجود فقدان و نکارت حالات ولایت سے بوجہ قصور دید اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بدتر دیکھتا ہے اور حقیقت وصل عریانی کی اس جگہ حاصل ہوتی ہے اور پہلے جو کچھ حاصل ہوا تھا وہ وہم اور خیال کے دائرے میں معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سراب آب نما تشنہ کو نظر آتا ہے۔ جب اس میں جاتا ہے تو سوائے حسرت و ندامت اور کچھ نہیں ملتا۔ مگر جب توجہ پیشوائے کامل سے ہوتی ہے تو تشبیہہ رویت کی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ رویئت موعود بآخرت ہے لیکن معاملہ اس جگہ میسّر ہو جاتا ہے کہ مشاہدہ کی تصدیق مثل رویئت کے ہو جاتی ہے جیسے کہ رویت آخرت کی مخصوص بعالم خلق ہے۔ اسی طرح اس جگہ بھی عالم خلق کو نصیب حاصل ہو جاتا ہے۔ لطائف عالم امر اس جگہ لاشئے محض ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لطیفہ نفس اور عناصر ثلاثہ کو جن کا معاملہ اس مقام میں مخصوص

بعنصرِ خاک ہے ۔ اگرچہ دوسرے عناصر ثلاثہ کو بھی اس دولت سے حصّہ ہے ۔ مگر بالتبع اپنے عنصرِ لطیف کے وہ بالاصالۃ عنصرِ خاک ہی کو ہے ۔ لطافت احکام شرائعہ اخبار غیب وجودِ حق اور اس کی صفات ایسے ہی معاملہ قبر و حشر و ما فیہا بہشت دوزخ وغیرہ جن کی مخبرِ صادق نے خبر دی ہے ۔ اس مقام میں بدیہی اور عین الیقین کے درجہ پر حاصل ہوجاتے ہیں ۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ موجود ہے تو کوئی شک و شبہ اور دلیل کی ضرورت نہیں رہتی ۔ بلکہ وجود حق سبحانہٗ و تعالیٰ مثل شیشے کے نظر آتا ہے یہ معاملہ بہت ہی عجیب ہے کہ باوجود علو اور بساطت اور بیرنگی اس مقام کے جس وقت کشف تام حاصل ہوجاتا ہے تو مقابل اس مقام پر نظر پڑ کر حیرت زیادہ ہوتی ہے ۔ بوجہ برابر میں ہونے اس مقام یعنی کمالاتِ نبوّت اور اقربیت کے ۔ اس واسطے کہ پہلے یہ اس قدر مدّت میں کبھی نظر نہ آیا ۔ اس وقت کیوں آنکھیں نہ کھلیں اور میں نے باوجود لطائف عالم امر کی آنکھوں کے عین مقصود کو اب تک کس واسطے نہ ڈھونڈا ۔ اس مقام میں معمولی اذکار صوفیوں کے فائدہ نہیں دیتے ۔ مگر تلاوتِ قرآنِ مجید با ترتیل اور ادائے صلوٰۃ باآداب بسیار بہت ترقی بخشتا ہے ۔ ہاں اگر سالک اہلِ علم ہو تو تعلیم علم حدیث اور اتباعِ سنن حبیبِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک قسم کی قوّت اور نور عطا فرماتا ہے اور سِرّ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی اسی دائرے میں منکشف ہوجاتا ہے ۔ اگرچہ سابقہ ہر مقام میں اس معرفت کا وہم پیدا ہوتا ہے ۔ مگر اس جگہ معاملہ اظلال و صفات کے ساتھ تھا ۔ اور اس جگہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ و تقدس کے ساتھ ہے اور سالک کو اس مقام میں فناء اور بقاء صفات واجب کے ساتھ جیسا کہ لائق ہے میسّر ہوجاتا ہے اور پھر صفاتِ بشریہ کو ذات حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ ایسا قرب حاصل ہوتا ہے کہ اطلاق لفظ لاھو ولا غیرہ کا کیا کرتے ہیں اور سالک کو جو صفات فنا کے مرتبہ میں حاصل ہوئی ہے اس قرب سے حصّہ پاکر قَابَ قَوْسَيْن کے قابل ہوجاتا ہے ۔ جب حضرت

ذات سبحانہ کے مرتبہ میں فانی ہو کر پھر اس مقام میں بقا پائے تو تکلم ساتھ قرب اَوْ اَدْنیٰ کے ہو جاتا ہے اور حقیقت اس معاملہ کی اس پر ایسی منکشف ہوتی ہے کہ تحریر اور تقریر میں نہیں آسکتی۔ اگر کچھ لکھوں تو کوئی کیا سمجھے۔ جب دَنیٰ فتدلّٰی اس مقام میں مکشوف ہوتا ہے تو وہ پہلے مقام سے بھی زیادہ نازک تر ہے۔ فہم عوام بلکہ خواص سے زیادہ نازک تر ہے۔ اے قلم تو بس کر تیری طاقت نہیں۔ نیت اس دائرہ (دائرہ کمالاتِ نبوت) کی اس طرح ہے۔

نیّت کمالاتِ نبوّت

فیض آتا ہے تجلّیات ذاتی دائمی کا اوپر عنصر خاک میری کے اس ذات سے جو منشا کمالات نبوّت کا ہے

اس جگہ تین مراتب ہیں۔ پہلا مرتبہ کمالاتِ نبوّت کا، دوسرا کمالاتِ رسالت کا اور تیسرا کمالات اولوالعزم کا ہے۔

کمالاتِ رسالت، نیّت مراقبہ کمالاتِ رسالت

فیض آتا ہے دائرہ (دائرہ کمالاتِ رسالت)

کمالاتِ رسالت سے اوپر ہیت وحدانی میری کے اس ذات سے جو منشا کمالاتِ رسالت کا ہے اور ہیئت وحدانی کے معنی عالم امر اور عالم خلق کے مجموعہ کے نام ہیں جو بعد تزکیہ و تصفیہ کے ہیئت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ کوئی شخص معجون بنائے تو اوّلاً دواؤں کی الگ الگ صورت ہوتی ہے مگر جب معجون تیار ہو جاتا ہے تو اس کی لذّت اور صورت و خواص اور ہی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لطائف عشرہ سالک کے اس مقام میں اور فوقانی مقامات میں عروج کثیرہ پکڑ جاتے ہیں اور کثرت انوارات میں پہلے سے زیادہ وسعت اور بیرنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس مقام اور دیگر مقاماتِ فوقانی کی نسبت اپنے ماتحت مقاموں سے نسبت پوست اور مغز کی ہے۔

مرتبہ کمالات اولوالعزم نیت کمالات اولوالعزم فیض آتا ہے دائرہ کمالات

دائرہ کمالاتِ اولوالعزم

اولوالعزم سے اوپر ہیئت وحدانی میری کے اس ذات سے جو منشا کمالات اولوالعزم کا ہے اس مقام میں کشف اسرار مقطعاتِ قرآنی اور متشابہات فرقانی کا ہوتا ہے۔ بعض اکابر اسرار محب اور محبوبوں کے اس جگہ حاصل کرتے ہیں۔ بواسطہ اتباع حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اور اسرار حروف مقطعات مثلاً ص ق وغیرہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ نہ ہی حوصلہ اور طاقتِ بشر ہے کہ بیان کرسکے۔ اگر بالفرض والتقدیر کرے بھی تو سننے والے کے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہیں۔ وہ سننے کی طاقت نہیں رکھتا اور بیان کرے تو لفظ کہاں سے لائے۔ ہاں سالک کا سینہ اس کا محل اور مظہر ہوتا ہے۔ عوام الناس کو یہ قوت نہیں۔ اگر یہ اسرار بیان ہوسکتے تو امام الطریقت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہی بیان فرما دیتے اور کس کی طاقت ہے اس طریقہ میں کمالاتِ نبوّت کے دائرہ کے حصول کے بعد پیشوا کو چاہیئے کہ فقر کی ٹوپی مرید کو پہنا کر اجازت تلقین و سکینۃ القلوب کی توجہ مرید پر ڈالے اور وظائف اشراق تہجّد اوابین کی اجازت سالک کو بخشیں۔ اگر ختم خواجگان بھی پڑھ لیا کرے تو بہت ہی مفید ہے۔ اس وقت مرید کو خلیفۂ مجاز کہا جاتا ہے۔ مگر ابھی خلیفہ مطلق نہیں کہلا سکتا۔ میاں سید بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

بھیکھا اوہ نر کوڑھے جو گر کو سمجھے اور
ہر رُوٹھے گر میل دیں گر روٹھوں نہیں ٹھور

مرد کی سیوا کے بغیر کچھ نہیں بنتا۔ اس مقام پر میرے پیر دستگیر قبلہ عالم نے جو مجھے ٹوپی عنایت فرمائی تھی وہ میرے پاس موجود ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

رنگلی سیج بچھائے کے پردے راکھے دو
تن دیا من نہ دیا سہاگن کت بدھ ہو

جب تک پردہ دوئی کا تجھ سے دُور نہ ہولے اور تیرے لطیفوں میں مقامات مذکورکا فیضان نہ وارد ہولے تو بزرگوں کی سیرت وصورت کس طرح بنے۔ یہ معاملہ باطن محض بفضلِ خُدا طے ہوتا ہے یا بہ شفقتِ پیر عمل کو اس میں دخل نہیں۔ اگرچہ جمیع مقامات میں بغیر فضلِ الٰہی کوئی عمل فائدہ نہیں بخشتا تاہم عمل بمنزلہ اسباب ظاہری کے ہے لیکن ان مقاماتِ ثلاثہ میں اسباب کو بھی دخل نہیں۔ اگرچہ ذکر ازالہ کدورتِ بشری کیلئے پورا اثر رکھتا ہے۔ مگر ترقئ باطن کے واسطے نتیجہ بخش نہیں ہے مثلاً ذکر اسم ذات یا نفی اثبات تہلیلی لسانی کوئی بھی یہاں تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ راستہ ہی میں رہ جاتا ہے مگر جب لفظ محمدؐ رسُول اللہ کا تہلیلی کے ساتھ ختم کیا جائے یا درُود شریف اس کے ساتھ ملایا جائے تو پھر بہت قوت مقاماتِ فوقانی میں حاصل ہوتی ہے بلکہ وسعت لفظ محمدؐ رسُول اللہ کے ذکرِ تہلیلی سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ بواسطۂ قرأت قرآنِ مجید ترقیات ان مقامات کی بے حد حاصل ہوتی ہیں۔ آگے جس مرتبہ میں پہنچے گا بواسطہ قرآنِ مجید پہنچے گا۔ اس جگہ سے آگے دو راستے ہیں۔ مُرشدِ کامل کو اختیار ہے جس رستے سے چاہیں آگے چلائیں ایک راستہ حقائقِ الٰہیہ کا ہے جو عبارت ہے۔ حقیقت کعبہ، حقیقتِ قرآن، حقیقتِ صلوٰۃ سے، اور دوسرا راستہ حقائق انبیاء علیہم السلام کا ہے جو عبارت ہے۔ حقیقت ابراہیمیؑ حقیقتِ موسویؑ، حقیقت محمدیؐ اور حقیقتِ احمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے اور اس مسکین کو پیر دستگیر قبلہ عالم نے حقائق الٰہیہ ہی کے راستہ سے طے کرایا تھا اس لئے میں پہلے حقائقِ الٰہیہ کو ہی بیان کرتا ہوں۔

فصل در بیان حقائقِ الٰہیہ

۱۔ حقیقتِ کعبہ

نبت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقتِ کعبہ (دائرہ حقیقتِ کعبہ) سے اوپر ہئیتِ وحدانی میری کے اس ذات سے جو مسجود ممکنات کی ہے اس جگہ عظمت اور کبریائی حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ کی مشہود ہوتی ہے جب فنا اور بقا اس مرتبہ پاک کی حاصل ہو جائے تو سالک اپنے آپ کو اس شان میں پاتا ہے کہ توجہ ممکنات کی اپنی طرف معلوم کرتا ہے۔ مرتبہ کمالات میں جو کمال بیرنگی مشہود تھی۔ اگرچہ وہ اس مقام میں نہیں لیکن علو نسبت باطن بیش از بیش ہے۔ حقائق انبیاء میں علو و وسعتِ نسبت اور بے رنگی حقائق الٰہیہ سے کم ہے اور اس کا بھید یہ ہے کہ چونکہ سالک کو فنا اور بقا مرتبہ ذات بحت میں میسر ہو کر متخلق باخلاق اللہ اس مرتبہ مقدسہ میں ہو جاتا ہے۔ البتہ قوت مدرکہ میں ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ ادراک نسبت فوقانی کا کرے۔ اس باعث سے بے رنگی اس مقام کی معلوم نہیں ہو سکتی کمالات میں نسبتیں ایک سی معلوم ہوتی ہیں۔ اگرچہ نسبت کمالات کی بے رنگی کو حقائق الٰہیہ کی بیرنگی سے مناسبت صوری ہے جو اس سے گزر گیا ہے وہی جانتا ہے۔ سالک کو پہلی ولایتوں میں جس قدر فنا و بقا مرتبہ صفات و شیونات حاصل ہو چکی ہے اسی قدر مدرکہ میں تھی۔ بعدہٗ ادراک دشوار ہو جاتا ہے۔ کمالاتِ ولایت دوسرے مرتبہ سے حاصل ہوتے ہیں اور کمالاتِ نبوت دوسرے سے۔ آپس میں ان کو کوئی مناسبت نہیں۔ اگرچہ مناسبت صوری ہے لیکن حقیقت

ہیں کوئی بھی مناسبت نہیں اور بعض اکابر نے ولایت کو ظل مرتبہ نبوت کا قرار دیا ہے مگر محققین کے نزدیک یہ ثابت نہیں اور دریافت سے میں نے کسی امر میں اس کے درمیان نسبت نہیں پائی۔ البتہ مرتبہ کمالات کہ ان حقائق کے ساتھ ایک طرح کی نسبت ثابت ہے جیسا کہ مجدد صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ حقائق کو کمالات کے ساتھ نسبت امواج کی طرح کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تجلیاتِ الٰہی ظہور تجلیات دائمی کا ہیں ضروری ہے کہ جو نسبت فوقانی ہے خالص مرتبہ ذات سے نہیں ہو سکتی۔ البتہ لفظ امواج کا درست ہے۔ درحقیقت میری ناقص عقل میں یہ آتا ہے کہ جو چیزیں حقائق میں ظہور کرتی ہیں وہ کمالات کی نسبت سے نہیں ہیں۔ مثلاً حقیقتِ کعبہ معظمہ کے ظہور میں عظمت اور کبریائی کا ظہور ہوتا ہے اور مسجودیت ہر ممکنات کی اس ظہور میں آتی ہے کہ عقل اس کے ادراک سے لنگ اور عاجز ہے اصل حال یہ ہے کہ حصول اس مرتبہ متعالیہ کا بدوں توجہ مرشد کے متعذر ہے۔ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰہ

۲۔ حقیقتِ قرآن شریف کا بیان

نیت دائرہ حقیقت قرآن اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقت قرآن سے اوپر ہیئت وحدانی میری کے اس ذات سے جو بیچون و بیچگون ہے۔ بعض اکابر نے اس مقام کی توجہ میں اس طرح دیکھا ہے کہ کعبہ کے اوپر ایک زینہ ہے جس کے ذریعہ سے میں اُوپر چڑھ کر حقیقتِ قرآن میں داخل ہوا ہوں۔ حقیقت قرآن مراد ہے۔ مبداء وسعت بیچون حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے اس مقام میں شرح صدر ہو جاتا ہے اور احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں وسعت اور بے چونی میں اور اطلاق لفظ وسعت سے میدان تنگ معلوم ہوتا ہے اور سر شگفتن غنچۂ دہن محبوبِ حقیقی کا معلوم ہوتا ہے۔ بطون کلام الٰہی کے اس جگہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ہر حرف کلام اللہ کا ایک دریائے بے پایاں دکھائی دیتا ہے جو موصل کعبہ مقصود کا ہے۔ قصائص مختلفہ اور اوامر و نواہی قرآن مجید کے پڑھنے سے عجیب چیزیں ظہور کر کے اسرار درمیان میں آتے اور قدرت و

حکمت بالغہ حق سبحانہ، وتعالےٰ کی ظاہر کرتے ہیں اور پند ونصائح اور قصص وحکایات انبیاء علیہم السلام جو واسطے تفہیم عوام اور ہدایت بنی آدم اور احکام شریعت کے جو ارشاد فرمائے ہیں۔ ان سب کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ بطون ان حروف میں عجیب کیفیات اور عجیب معاملات ہیں۔ جن سے حیرت پر حیرت بڑھتی ہے اور ہر حرف سے ایک خاص شان ظاہر ہوتی ہے کہ اس پر دل وجان قربان کر دے۔ ؎

نہ حسنش غائتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

(ترجمہ) نہ اس کے حسن کی انتہا ہے اور نہ سعدیؒ کے کلام کی انتہا۔ استسقا کا مریض پیاسا مرجاتا ہے اور دریا ویسا ہی باقی ہے۔

قرآن مجید کے پڑھنے کے وقت قاری کی زبان حکم شجرہ موسیٰ کا رکھتی ہے۔ اس وقت حقیقت قرآن کی جو سالک کو حاصل ہوتی ہے تو تمام قالب سالک قاری کا ہی زبان معلوم ہوتا ہے اور اس جگہ کی علو ونسبت مشابہ ہے ساتھ کمالات کی نسبت کے اور نسبت کمالات باوصف اس علو وسعت کے بلکہ حقیقت کعبہ معظمہ بھی باوجود اس عظمت وکبریائی کے حقیقت قرآن کے نیچے دکھائی دیتی ہے۔

۳۔ بیان حقیقتِ صلوٰۃ

نیت حقیقت صلوٰۃ یہ ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقت صلوٰۃ (دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ) سے اوپر ہیئت وحدانی میری کے جو کمال بے چونی وسعت سے مراد ہے۔ اس دائرہ میں کمال وسعت بیچونی حضرت ذات حق سبحانہ تعالیٰ مشہود ہوتی ہے وسعت وعلو اس مقام کا کیا ظاہر کیا جائے کہ حقیقت قرآن مجید ایک جزو حقیقت صلوٰۃ کا ہے۔ اور دوسرا جزو حقیقت کعبہ معظمہ اور واردات اس مقام کا بیان کیا کہہ سکتے ہیں اور اگر کہا جائے

تو کون سمجھے یہ نماز کی حقیقت ہے جو اللہ تعالٰے نے خود فرمائی۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ ط اس جگہ نماز کی حقیقت کے تین فرض ہیں۔ حقیقت قرآن، حقیقتِ کعبہ، ارکان مخصوصہ۔ انسان پر رحمان کی طرف سے لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ اور مَجَّدَلِیْ عَبْدِیْ کی ندا کا ظاہر ہونا۔ یہاں پر کمال وسعت ذاتِ حق سبحانہ تعالیٰ کی ظاہر ہوتی ہے۔ جس سالک کو اس حقیقتِ مقدسہ سے حصّہ ملا تو ادائے صلوٰۃ میں وہ اس جہان سے نکل کر آخرت میں پہنچ گیا اور شبیہہ رویت اخروی کی اس نے یہیں حاصل کر لی۔ وقت تحریمہ کے گویا کہ دونوں جہان سے ہاتھ دھو کر ان اسرار حقیقتِ صلوٰۃ کو پسِ پشت ڈال دیا اور اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہہ کر حضور سلطان ذی شان کے دربار میں حاضر ہو گیا اور ہیبت و عظمت و کبریائی حضرت جل جلالہٗ کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و لاشے محض جان کر محبوبِ حقیقی کے قربان ہوتا ہے اور قرأت کے وقت وجود موہوب کہ لائق اس مرتبہ کے ہے۔ متکلّم حق سبحانہ' تعالٰے کے ساتھ ہو کر مخاطب اس جناب باری کا ہو جاتا ہے اس وقت لسان قاری کی شجرۂ موسیٰؑ ہو جاتی ہے جیسا کہ پہلی حقیقت میں ذکر ہو چکا ہے اور جب رکوع میں جاتا ہے تو نہایت خشوع کرتا ہے۔ پھر زیادہ قرب سے ممتاز ہو جاتا ہے اور تسبیح میں دوسری طرف مشرف ہوتا ہے۔ پھر واسطے حصول ایک اور نعمت کے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہوا قومہ کرتا ہے۔ یعنی حضور حق سبحانہ تعالٰی میں سیدھا کھڑا ہوتا ہے اور بھید اس نعمت کا یہ ہے کہ اب چونکہ قصداً ادائے سجود رکھتا ہے پھر قیام سے سجدہ میں جاتا ہے۔ یہ موجب زیادتی تذلل وانکساری ہے بہ نسبت رکوع کے۔ اب سجدہ میں گیا تو اس قرب کا جو وقت ادائے سجدہ کے بندہ کو اللہ تعالٰے سے ہوتا ہے اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ بے مثل ہے جس کے ادراک سے انسانی عقل عاجز ہے اور یہ سجدہ ہی خلاصہ تمام نماز کا ہے۔ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰے قَدَمِ اللّٰہِ ط (ترجمہ) سجدہ کرنے والا اللہ تعالٰے

کے دونوں پاؤں پر سجدہ کرتا ہے۔ ۱۲۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ خود اسی قرب کے واسطے حکم فرماتا ہے۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ط سجدہ کر اور نزدیک ہو۔ ۱۲

سرور قدمش دادن ہر بار چہ خوش باشد ؎
راز دل خود گفتن بمحبوب چہ خوش باشد

(ترجمہ) ہر بار اس کے پاؤں میں سر رکھنا کیا ہی اچھا ہے۔ محبوب سے اپنے دل کا بھید کہنا کیا ہی اچھا ہے۔ جب تو ہم ہوا کہ میں نے تمام مشاہدہ پا لیا ہے تو اس کے رفع کرنے کے واسطے پھر تکبیر کہتا ہوا یعنی اللہ اکبر من ان اعبدہ حق عبادتہ واتقرب بہ حق قربہ ط (ترجمہ) اللہ تعالیٰ اس سے بہت بڑا ہے کہ میں اس کی عبادت کر سکوں جیسا کہ اس کا قرب حاصل کرنے کا حق ہے۔ ۱۲

جلسہ میں بیٹھ کر سوال مغفرت کا کیا جو جرائم کہ ادائے نماز میں عدم حضوری یا خطرات سے پیدا ہوئے۔ ان سے مغفرت مانگی۔ پھر زیادہ طلب قرب کے واسطے دوسرے سجدہ میں گیا۔ پھر تشہد میں بیٹھا اور شکر و تحیات بجناب باری اس قرب کے احسان پر جو ہوا ہے بجا لایا اور کلمہ شہادت یہاں اس واسطے ہے کہ یہ دولت قربِ الٰہی کی بدوں تصدیق اور اقرارِ توحید و رسالت کے محال ہے اور درود اس واسطے ہے کہ وقت ادائے نماز کے جو خلوت محبوبِ حقیقی کے ساتھ نصیب ہوئی ہے یہ خاص منصب خلت کا رکھتی ہے اور یہ منصب نصیب حضرت خلیل علیٰ نبینا و علیہ السلام ہے۔ گویا کہ بطفیل ان کے وہ خلت یعنی خلوت اس معبود کے ساتھ طلب کرتا ہے اور جاننا چاہیئے کہ سنن و نوافل باداب تمام بجا لائے کہ مکروہ و خطرات فاسد سے خالی ہوں تو حقیقت صلوٰۃ کما ینبغی جلوہ فرماتی ہے اور حضور اور جمعیت نماز کی رکھتی ہے۔ آنکھیں بند کرنی نماز میں بدعت ہے اگرچہ واسطے حضوری کے جائز ہے تاہم خلافِ سنّت نہ کرنا چاہیئے اور اگر قرآن مجید خوش خوان اور صحیح خوان ہو تو بہ نسبت حقیقت صلوٰۃ کی اس سے بھی بہت ظہور پاتی ہے اور ظہور فوقانی اس نسبت کا ظاہر ہوتا ہے

اگر کوئی خوش خوان نہ ہو مگر صحیح خواں ہو تو بھی حقائق نماز جلوہ فرماتے ہیں یہاں تک سیر قدمی سالک کی ہوتی ہے اس سے آگے آگے سیر نظری ہے یعنی اس جگہ تک سالک اپنے آپ کو دائرہ میں داخل کر سکتا ہے۔ اس کے بعد آئندہ دائرے میں داخل نہیں کر سکتا۔ ایک اصل حقیقت اس نماز کے بارے میں تحقیق ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے اوزان اہلِ دنیا یعنی دنیا پر رہنے والوں کے ہیں کہ قیمتی اشیاء کے ذرّہ ذرّہ کا وزن کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اوزان عالم آخرت کے ہیں جیسا کہ کلامِ مجید میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ط وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ (ترجمہ) جو شخص ایک ذرّہ کے برابر بھلائی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ایک ذرّہ کے برابر برائی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

دعویٰ خلافت ملائکہ و مقابلہ آدم و ملائکہ

حضرت باری تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم فرمایا کہ بتاؤ آدم علیہ السلام کا بدن کتنے ذرّوں سے مرکب ہے تو حساب کرنے والے ملائکہ نے حساب کر کے عرض کیا کہ بارِ الٰہا! ساڑھے تین کروڑ ذرّہ سے بدن آدم علیہ السلام کا مرکب ہے۔ پھر ملائکہ نے باری تعالیٰ سے یہ راز دریافت کیا کہ یا الٰہی اس کی اولاد زمین پر فساد و خونریزی کرے گی۔ اس کو کیوں خلیفہ بناتا ہے حالانکہ ہم تیری تسبیح و حمد پہلے ہی بیان کر رہے ہیں اس منصب کا حقدار ہم کو کیوں نہ سمجھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے اور آدم کے علم اور تسبیح و عبادت و حمد کا مقابلہ کراتے ہیں جو بڑھے گا اس کو یہ منصب دیا جائے گا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے پوچھا کہ زمین کے اوپر کی چیزیں اور اُن کی تاثیریں بتاؤ۔ ملائکہ نے عرض کیا۔ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ط جب ملائکہ نے اپنی لاعلمی کا اقرار کیا تو پھر آدم علیہ السلام سے پوچھا تو آدم علیہ السلام نے تمام چیزوں کے نام اور تاثیریں اور جو جو چیزیں ان سے بننی تھیں۔ سب بتلا دیں مثلاً گیہوں کی روٹی، مٹھائی، حلوہ، پراٹھا، سیویاں وغیرہ۔ اسی طرح ہر چیز سے

جو جو چیزیں بنتی تھیں سب بتا دیں۔ پھر عبادت کا مقابلہ کیا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ایک دفعہ دل سے کہا سُبحَانَ اللہ تو آپ کے ہر ذرّہ سے یہی اسم مُبارک نکل کر ساڑھے تین کروڑ کی ایک تسبیح ہو گئی ملائکہ میں یہ بات نہ تھی کیونکہ وہ محض بسیط ہیں۔ ان میں دل جگر دماغ اور ان کے ذرّات کہاں وہ صرف نوری پتلے ہیں ان کی فقط ایک تسبیح کہی ہوئی ہے ایک ہی رہی۔ تین کروڑ ملائکہ ہوں تو آدم کی ایک تسبیح کا مقابلہ کریں اور آدم علیہ السّلام نے اکیلے ایک لحظہ میں ساڑھے تین کروڑ فرشتوں کی عبادت کر لی جس قدر ذرّوں سے آدم علیہ السلام مرکب تھے۔ اسی قدر ذرّوں سے آپ کی تمام اولاد بھی مرکب ہے خواہ چوہڑا ہو یا کوئی بھی ہو۔

بناوٹ میں کسی کی ذرّہ بھر فرق نہیں۔ جب بنی آدم نے حضورِ الٰہی کے ساتھ قلب سے ایک دفعہ تسبیح ایک اسمِ ذات کی کی تو اس کی ساڑھے تین کروڑ تسبیح اللہ تعالٰے کے نزدیک ہو گئی۔

اسی طرح نماز جو حضورِ الٰہی اور اس حقیقت کے ساتھ ہو کہ جس میں بدن کو فناء اور بقاءِ حقیقت صلوٰۃ میں ہو چکی ہو تو پھر اس کی ایک نماز ساڑھے تین کروڑ ہو گی اور نماز عبادت تام ہے اور ذکر و اذکار جزوی عبادت ہے اور جو اس عبادت تام کو نہیں پہنچ سکتے۔ چودہ طبق کی عبادت ایک طرف جس میں یہ نماز نہ ہو اور یہ نماز ایک طرف ہو تو نماز بھاری رہے گی اور یہ نماز ہی امانتِ ربّی ہے جو ہم کو ملی ہے جس کے اٹھانے سے زمین اور پہاڑوں نے انکار کیا تھا۔

اس کے علاوہ ایک بات اور ہے کہ نماز جس ہیئت مجموعی کے ساتھ انسان کو عطا ہوئی ہے بوجہ اس کی جامعیت کے ویسی تمام مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہیں ہوئی کیونکہ انسان کے سوا باقی تمام مخلوقات نماز کے تمام ارکان ادا کرنے پر قادر نہیں۔ مثلاً چوپائے جانور ہمیشہ رکوع میں رہتے ہیں قیام و سجود نہیں کر سکتے اور کل نباتات ہمیشہ قیام میں رہتی ہیں رکوع و سجود نہیں کر سکتیں اور پیٹ کے بل چلنے والے جانور ہمیشہ سجدے میں رہتے ہیں۔ قیام و رکوع نہیں کر سکتے۔ غرض کہ اسی طرح ہر ایک مخلوق نماز کا ایک ایک رکن ادا کر سکتی ہے۔ یہ فضیلت اللہ تعالٰی نے خاص انسان کو ہی عطا فرمائی ہے کہ ساری مخلوق کے ارکان اکیلا ہی ادا کر دے۔

اسی واسطے تمام مخلوق نے اس بار امانت کو اُٹھانے سے انکار کر دیا کیونکہ سب جانتے تھے کہ اس کے ادا کرنے کی ہم میں طاقت نہیں۔ دوسری اور مخلوقات میں قلب نہیں کہ جس میں یار کے ساتھ ملنے کا جوش اور ذوق و شوق ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور اس خاکی پتلے نے بھی حق خلافت ادا کر کے دکھا دیا کہ جو کام تمام مخلوق سے پورا نہیں ہوتا تھا وہ اس اکیلے نے پُورا کر دیا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

؎ جو فرشتے کرتے ہیں کر سکتا ہے انسان بھی
پر فرشتوں سے نہ ہوا جو کام ہے انسان کا

معبودیّت صرفہ

دائرہ معبودیت صرفہ

نیّت دائرہ معبودیت صرفہ کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے معبودیّت صرفہ سے اور پر قوتِ نظری میری کے ذات بحت سے۔ اس دائرے میں سیر قدمی کو گنجائش نہیں یعنی پرواز سے اس میں نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہ مقام عابدیت میں تھا جب ہادیٔ برحق اس میں توجہ دیتا ہے تو ایسا کشف ہوتا ہے جیسا کہ یہ مقام عالی ہے بلند بیرنگی بہت ظاہر ہوتی ہے سالک ہر چند اس دائرے میں داخل ہونا چاہتا ہے مگر یہ اس کو میسّر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ معبودیّت صرف محضہ ہے اس میں گنجائش قدم کی کیونکر ہو مگر نظر یعنی فکر سے فیض لے سکتا ہے۔ "نظر ہر کجا تماشا کند مے کند" یعنی نظر جس کا تماشا دیکھے دیکھ سکتی ہے۔ ۱۲

اور سرّ کلمہ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ کا یہاں ظہور پاتا ہے۔ فی الحقیقت حق عبادت کسی قسم کا ہو سوائے ذات مجرّدہ کے کسی کو نہیں۔ ممکنات کو کیا لیاقت ہے کہ اس مرتبہ میں شریک ہو۔ ھُوَ کَانَ مَنْ کَانَ حقیقت شرکت ذاتِ الٰہی اس جگہ نہیں رہتی بلکہ بیخ و بن اس جگہ اکھڑ جاتی ہے۔ سیر حقائق الٰہیہ کی اس جگہ تک تھی۔ آگے حقائق انبیاءِ علیہم السلام کا بیان ہوگا۔

فصل در بیان حقائق انبیاء علیہم السّلام

اب حقائق انبیاء علیہم السلام بیان کی جاتی ہیں جو عبارت ہے حقیقتِ ابراہیمی، حقیقتِ موسوی حقیقت محمدّی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حقیقتِ احمدی علی خاتمہم اولاً و جمیعہم ثانیاً الصلوٰۃ والسلام

حقیقتِ ابراہیمیؑ نسبت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے اس ذات سے جو منشائے حقیقت ابراہیمی کا ہے (دائرہ حقیقت ابراہیمی علیہ السلام) اس مقام کے بہت سے انوار و اسرار ہیں۔ اس عالی مقام میں خاص انس اور خلوت جو مخصوص بحضرت ذات سبحانہٗ کے ہوتی ہے۔ ظاہر ہو کر خلت اس حضرت کی اور عظمت سالک کو معلوم ہوتی ہے اس عالی مقام میں جو کیفیت حاصل ہوتی ہے وہ دوسرے مقامات میں کیفیّت و خصوصیّت حاصل نہیں ہوتی۔ اگرچہ یہ فضل جزوی ہوتا ہے اور اس مقام میں محبوبیت صفاتی جلوہ گر ہوتی ہے اور حقیقتِ محمدیؐ و احمدیؐ میں میں ذاتی ہے اور اس عبارت کے یہ معنی ہیں جیسا کہ ذات متعالیہ اپنے آپ کو دوست رکھتی ہے پہلی قسم حقیقت محمدیہ و احمدیہ ہے اور دوسری کا نام خلت و حقیقت ابراہیمیؑ ہے۔ محبوبیت صفاتی مثل خد و خال قد و عارض ہے۔ اس وجہ سے اس مقام میں اس قدر بے رنگی نہیں بخلاف ذاتی محبوبیت کے۔ جس کا بیان آگے اس کے محل پر ہو گا کہ اس منصب کے مقام عالی ہیں۔ جب میں نے اس میں توجہ کی تو خصوصیّت اپنی حضرت خلیل علی نبینا و علیہ السّلام کے ساتھ ہوتی ہوئی معلوم ہوئی میں نے حضور پُر نور قبلۂ عالم سے ذکر کیا تو حضور نے فرمایا کہ ہم کو بھی خصوصیّت حضرت خلیل علیہ السلام کے ساتھ ہو گئی تھی مگر ہم حبیبِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوئے حضرت خلیل علیہ السلام کی خلت بھی حقیقتِ حبیبِ خُدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہے تو سالک کو چاہیئے کہ سوائے حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم

کے ایسی خصوصیّت کے ساتھ غیر کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ خلت بھی آپ ہی کی طرف سے ہے اگر ذرا بھی متوجگی غیر کی طرف ہو گی تو منصب سے گر جائیگا۔ اس مقام میں سالک کو بیخودی حضرت ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ سوائے ذات کے دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا اگرچہ اسماء ہوں یا ظلال، مزارات مشائخ کرام ہوں یا ارواحِ طیبہ و ملائکہ کرام۔ اس کو استغنائے غیر خدا سے خوش نہیں لگتی اس کو یہ واردات رہتی ہے رَبِّیْ اَعْلَمُ بِحَالِیْ مِنْ سَوَالِیْ (ترجمہ) میرا پروردگار میرے حال کو میرے سوال کی نسبت زیادہ جانتا ہے۔ ۱۲۔ صلوٰۃ ابراہیمی اس مقام میں بہت فائدہ بخشتی ہے جو نماز پڑھی جاتی ہے آگے اس سے دائرہ محبّت صرفہ یعنی حقیقت موسوی کا ہے۔

حقیقتِ موسوی

دائرہ حقیقت موسوی علیہ السلام

نیّت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقت موسوی سے اوپر ہیئت وحدانی میری کے اس ذات سے جو منشا حقیقتِ موسوی کا ہے۔

اس مقام کی کیفیّت پوری قوت کے ساتھ وارد ہوتی ہے اور محبّت اللہ تعالیٰ کی جو واسطہ ذات اپنی کے ہے اور حقیقت موسوی سے یہی مراد ہے بظاہر ہوجاتی ہے۔ اس مقام میں بعض اکابر نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی محبوبیت ثابت کی ہے۔ اور ان بزرگوں کی مراد یہ ہے کہ یہ محبوبِ خدا کے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ مرتبہ نبی اولوالعزم اور رسالت کا بغیر محبوبیت کے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ انبیائے کرام محبوبِ حق سبحانہ تعالیٰ ہوتے ہیں اور محبوبوں کو اجتباء ہوتا ہے یہ ہمارے منافی نہیں کیونکہ امام الطریقت حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اور انکے تابعین نے محبوبیّت ذاتی حقیقتِ احمدیہ کو قرار دیا ہے۔ محبوبیت ذاتی اور صفاتی میں فرق معلوم کرلو کہ کیا ہوتا ہے۔

اس مقام کی خصوصیات یہ ہیں جب حقیقت موسوی کا فیض وارد ہوتا ہے تو بعض طبائع سے بیساختہ لفظ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ (ترجمہ: اے میرے پروردگار تو مجھے اپنی ذات کا جلوہ دکھا تاکہ میں تیری طرف دیکھوں) نکلنے لگتا ہے اور بعض متحمّل ہوتے ہیں برداشت کرلیتے ہیں مگر جن طبائع میں جوش ہے ان سے برداشت نہیں ہوسکتا۔ یہ مقام عالی ہے اس میں ظہور ایسے الفاظ کا کم ہونا مناسب ہے تعجّب کی بات ہے کہ اگرچہ اس مقام میں ظہور محبّت ذاتی ہے۔ مگر باوجود اس کے نشان بےنیازی

واستغنا کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ بظاہر اجتماع ضدین ہے۔ مگر یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حالات وارد ہونے کے وقت کا ذکر ہے یعنی جب آپؑ پر اس کی حقیقت وارد ہوتی تھی تو ایسے لفظ اس وقت زبان مبارک سے نکلتے تھے جو عام لوگوں کو گستاخانہ معلوم ہوتے تھے۔ فی الحقیقت یہ ضدان حالات میں ہے کہ گاہے ایک حال ہے گاہے دوسرا حال۔ اس مقام میں ترقی بخش درود یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ خُصُوْصًا عَلٰی کَلِیْمِکَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

حقیقتِ محمدیؐ

نیّت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقتِ محمدیؐ سے کہ عبارت ہے محبیت و محبوبیت ذات پاک اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات پر اور پر ہیئت وحدانی میری کے۔

دائرہ حقیقت محمدیؐ یا محبوبیت

جب اس مرتبہ مقدّسہ میں فنا و بقا ہو جاتی ہے تو اتحاد خاص حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میسر ہو جاتا ہے اور بطفیل سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے سالک اس مرتبہ میں پہنچتا ہے اگر اس مقام کے راز بیان کئے جائیں تو فتنہ جاگ اُٹھے۔ رفع توسط کے بعض اکابر قائل ہو گئے ہیں۔ اس قدر فنا ذات مقدّسہ سیّد المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوتی ہے کہ ہمکنار وہم آغوش بستر و یک رنگ ہو جاتا ہے۔ یہ اجتباء الٰہی کہ خاصہ جناب حبیب خُدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے سالک کو نصیب ہو جاتا ہے اور بھید کلام حضرت امام الطریقت مجدّد صاحب رضی اللہ عنہ ظاہر ہو جاتا ہے جو فرمایا ہے کہ میں اللہ جل شانہٗ کو اس واسطے دوست رکھتا ہوں کہ وہ ربّ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اس مقام میں جمیع امور جزی و کلی دینی و دنیوی میں مناسبت و مشابہت حبیب خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہونے کو بہت ہی دوست رکھتا ہے اور مجدّد صاحب رضی اللہ عنہ کی تعلیم کے موافق علم حدیث کی تعلیم کا شوق اور رغبت کلی ہو جاتی ہے کہ اس مقام میں آپ نے اسی کی ترغیب فرمائی ہے۔ اگر سالک اہلِ علم نہ ہو تو اس مقام میں ترغیب کثرت دُرود خوانی ہونی چاہیئے کیونکہ یہ بھی وہی حالت کر دیتی ہے جو تعلیم حدیث سے ظہور میں آتی ہے۔ یہ مقام

جامع حقائق انبیاء اور جامع کتب سماوی کے اسرار کا ہے۔ اگر میں محمدؐ کے معنی اس جگہ بیان کروں تو ظاہر علم والے جن کو اس حقیقت سے حصّہ نہیں ملا کیا کہیں اور بے علم صوفی مشرک ہو جائیں۔ اے دل یہ حال ہے اس کو اندر ہی رکھ۔ اہل کو دے نا اہل سے چھپا۔ تکلم الناس علےٰ قدر عقولھم (ترجمہ: لوگوں کے ساتھ ان کی عقلوں کے موافق بات کر۔ ۱۲) اس مقام میں جس کسی کو رسوخ ہو وہ بواسطہ اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ ایسے لوگوں کی مجلس بھی مثل اصحاب کرام کے ہوتی ہے جو ارد گرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر رہتے تھے۔ اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم فرماتے ہیں کہ جس وقت محفلِ مقدس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر رہتے تو اس وقت ہماری یہ حالت ہوتی تھی کہ گویا ہماری آنکھیں خدا تعالےٰ کو دیکھ رہی ہیں۔ یہ حال اس مقام کا ہے۔

مجلس حضرت قبلہ شاہ صاحب توکّل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت

میں نے اپنے حضرت پیر دستگیر روشن ضمیر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس مبارک کو دیکھا ہے اس میں یہ حالت ہوتی تھی کہ کسی کو چون وچرا یا بآواز کلام کرنے کی جرأت ہمّت نہ ہوتی تھی اور استغراق تمام حاضرین کو ایسا ہوتا تھا کہ ان کے سر پر چڑیاں بیٹھ جاتیں تو ان کو مطلق خبر نہ ہوتی تھی اور اگر آپ نماز میں ہوتے تو جس قدر جماعت میں ہوتے تھے اگر بارش بھی ہو جاتی تو مطلقاً کسی کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ نماز میں فنا کا یہ حال تھا۔ علاوہ نماز کے تھوڑی دیر بھی آپ کے پاس بیٹھنے میں اس قدر فیضان حقیقتِ محمدّیہ کا وارد ہوتا تھا کہ ذکر قلبی ولسانی اور درود خوانی بے اختیار و بلا ارادہ شروع ہو جاتی تھی اور اکثر کو تو زیارت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میسّر ہو جاتی تھی کبھی کبھی آپ اس وقت تبسّم کرکے فرمایا کرتے تھے کہ اب تو ہمارا گھر ہی حقیقتِ محمدّیہ میں ہو گیا۔

حقیقتِ احمدی

دائرہ حقیقت احمدیہ محبوبیت صرفہ

نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقتِ احمدیہ سے اس ذات سے جو محبوب اپنا ہے اور منشائے حقیقت احمدیہ کا ہے اس مقام میں علو نسبت باشعشان انوار ظہور کرتی ہے۔ بعض سالک اس جگہ اپنے آپ کو بین یدی الرحمٰن دیکھتے ہیں۔ یہاں کا حال کیا ظاہر کیا جائے۔ حضرت امام الطریقت

مجددّ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقیقتِ احمدؐیہ بعینہٖ حقیقتِ کعبہ ہے اور بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ حقائق الٰہیہ سے ہے اور حقیقتِ احمدؐیہ حقائق انبیاء علیہم السلام سے ہے۔ اکابر اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ جب سیر نظری اس مقام کی کھلی تو معلوم ہوا کہ فرمان امام ربّانی رضی اللہ عنہ عین صحیح و درست ہے کیونکہ درحقیقت کعبہ میں جو کبریائی اور عظمت ہے۔ یہ بھی خاصہ محبوبیت کا ہے اور محبوبیت و مسجودیت یہ دونوں شیونات آنحضرت حقیقتِ احمدؐیہ کے ہیں اور میرے پیر دستگیر کو اس مقام میں ایک شان خاص عنایت تھی۔ اس مقام میں محبوبیت ذاتی منکشف ہوتی ہے جیسی کہ خلت محبوبیت صفاتی ہے محبوبیت کے معنی یہ ہیں یعنی محبوبیت ذاتی وہ ہوتی ہے کہ محبوب کو قطع اس کے صفات مثل خدوخال اور قد و لباس وغیرہ کے خود اس کی ذات کو پیار رکھنا۔ کیونکہ اس کی ذات ہی ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے تمام نقش و نگار کی موجب ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔ ؎

شاہد آں نیست کہ موئے و میانے دارد — بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

(ترجمہ) معشوق وہ نہیں ہے کہ جس کے بال دلفریب اور جس کی کمر پتلی ہو ہم تو اس کی خوبصورتی کے غلام ہیں جو کوئی ادا رکھتا ہو۔ ۱۲۔ اس جگہ درود یہ فائدہ دیتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ عَلَیْہِ ط

حب صرفہ ذاتیہ

دائرہ حب صرف ذاتیہ

نسبت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حب صرفہ ذاتیہ سے اوپر ہیئت وحدانی میری کے اس جگہ کمال علو اور بیرنگی باطن نسبت میں ظاہر ہوتی ہے اور یہ مرتبہ بہت قریب ساتھ ذات اور لاتعین کے ہے اور یہی مقام مخصوصہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ دوسرے انبیاء علیہم السّلام کے حق میں ثابت نہیں ہوتا اور نزدیک امام ربّانی رضی اللہ عنہ کے اوّل تعیّن جو حضرت لاتعیّن کو لاحق ہوا ہے تعین حبّ صرفہ ہی ہے۔ انہوں نے تعیّن اوّل کو ہی حقیقت محمدیہ قرار دے کر بعد اس کے مرتبہ لاتعین کو ذات

پر بولا ہے۔ یہ مقام بھی خاصہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اس میں سیر قدمی نہیں ہوتی۔ مگر نظر بھی کہاں تک کام کرے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

داماں نگہ تنگ گلِ حسن تو بسیار گلچیں بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

(ترجمہ) نگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول بیشمار۔ تیری بہار کے پھول چننے والا دامن ہی شکایت رکھتا ہے۔ ۱۲

یہاں تک سلوک ہے۔ آگے جو دائرے ہیں وہ سلوک سے علیحدہ ہیں۔

سیف قاطع

دائرہ سیف قاطع

اس دائرہ کا نام اس واسطے سیف قاطع ہے کہ سالک جب اس دائرے میں قدم رکھتا ہے تو مانند شمشیر قطع کرنے والی کے سالک اپنی ہستی کو نیست ونابود کر لیتا ہے۔ یہ دائرہ نام ونشان اس کا چھوڑتا نہیں۔

دائرۂ قیومیت

دائرہ قیومیت

یہ دائرہ اگرچہ راہِ سلوک میں واقع ہے مگر طریقہ اولیاء اللہ کا توجہ دینا اس پر نہیں ہے وجہ یہ کہ دائرہ منصب اولوا العزم انبیاء علیہم السلام کا ہے جو کہ یہ منصب عظیم الشان نصیب اس امّتِ مرحومہ کا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور آپ کے بعض فرزندوں اور خاص خلفاء کو عطا فرمایا ہے اور یہ محض مشیّتِ ایزدی سے متعلق ہے جس کو چاہے اللہ تعالےٰ یہ منصب دے دے۔ اس کے اسرار وعجائبات بیان میں نہیں آسکتے۔ ؎

فیض رُوح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

(ترجمہ) روح القدس کا فیض اگر پھر مدد کر دے تو دوسرے بھی وہی کام کرنے لگیں جو مسیحا کیا کرتے تھے۔ ۱۲

دائرہ حقیقتِ صوم

دائرہ حقیقت صوم

دائرہ حقیقت صوم محاذی حقیقت قرآن کے ہے اور اس کے انوار واسرار بھی اسی حقیقت کے متعلق ہیں۔

فصل دربیان طریقہ بیعت

طریق بیعت کے اہل اسلام کے صوفیائے کرام میں مختلف ہیں۔ بعضے بال کرتے ہیں۔ بعضوں میں تھال میں پانی ڈال کر ایک طرف پیر ہاتھ رکھتا ہے اور ایک طرف مرید۔ ان سب کا ثبوت شریعت بیضا میں ہے اور کئی طریق ان کے سوا ہیں مگر جن کی ممارست طرق اربعہ میں چلی آئی ہے وہ ہاتھ پیر ہاتھ رکھنا یا ہاتھوں میں ہاتھ لے لینا ہے نقشبندیہ سلسلہ میں یہ معمول ہے کہ پیر مرید کے دونوں ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے ایسی صورت ہوجاتی ہے جیسے دونوں نے آپس میں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا ہے اس وقت پیر مرید سے کہے کہ توبہ کر تمام گناہوں سے ظاہری باطنی گناہوں سے۔ مرید کہے کہ میں نے توبہ کی تمام گناہوں ظاہری و باطنی سے۔ پھر پیر کہے مرید سے کہہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ تو مرید یہ الفاظ کہے بحضور قلب اس کے بعد پیر کہے پڑھ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور مرید پیر کے کہنے سے کلمہ شہادت کو پڑھے۔ پھر پیر فرمائے یہ بیعت خاندان نقشبندی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منظور ہے یا نہیں۔ تو پیر خود کہے کہ کہہ مجھے منظور ہے۔ اسی طرح پھر دوبارہ استغفر اللہ اور کلمہ شہادت پڑھا کر طریقہ قبول کرائے۔ تیسری دفعہ بعد استغفار بجائے کلمہ شہادت فقط کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا کر طریقہ منظور کرائے جب تین دفعہ کرا چکے تو الحمد شریف سالم ایک دفعہ، قل شریف سالم تین دفعہ اور الٓمّٓ سے تا مُفْلِحُوْنَ ایک دفعہ اور آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ

فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۔ ایک دفعہ پڑھ کر مرید کے قلب اور منہ کی طرف پھونک دے اور ہاتھ چھوڑ دے اور شیرینی کی قسم سے جو کچھ ہو اس میں سے تھوڑی سی لیکر اور اس پر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تین دفعہ اور سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ۔ تین دفعہ پڑھ کر پھونک دے اور مرید کو اپنے ہاتھ سے کھلا دے۔ اگر مرید مرد ہے۔ اور اگر عورت ہے تو اس کے ہاتھ میں دے اور وہ خود کھالے۔ پھر تلقین طریقت کرے۔ یہ طریقہ جو بیان کیا گیا ہے مردوں کے واسطے ہے۔ اگر عورت مرید ہونے لگے تو پیر کو چاہیئے کہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لے۔ بلکہ عورتوں کو دور بٹھا کر اپنے عمامہ یا چادر کا پلہ اس کے دونوں ہاتھوں میں پکڑا دے اور اس کو بھی ویسی ہی تلقین و توبہ و استغفار کرائے جیسا کہ ہم مردوں کے واسطے اوپر لکھ آئے ہیں۔ اگر بیعت کے وقت ہجوم زیادہ ہو تو پیر اپنی چادر یا عمامہ دور تک پھیلا دے اور ان سے کہے کہ سب پکڑ لو اور ان سب کو پکڑا کر سب کو ایک ہی دفعہ تلقین توبہ و استغفار کرے اور تلقین شہادت کر کے بدستور طریقہ منظور کرائے خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔ لیکن مردوں اور عورتوں کو ایک جگہ جمع کر کے بیعت نہ کرے۔ بلکہ مردوں کی جماعت کو علیحدہ بیعت کرے اور عورتوں کی جماعت کو علیحدہ۔ تاکہ پردہ قائم رہے اور مناسب یہی ہے اور یہی بزرگوں کا معمول ہے کہ پیر اپنے اور بیعت ہونے والی عورتوں کے درمیان چارپائی کھڑی کرالے یا کسی اور طریقہ سے پردہ کرا کے پھر بیعت کرے اور اس بات کا بڑی سختی سے پابند رہے کہ عورتوں کو تنہائی میں بیعت نہ کرے۔ بلکہ جب کوئی عورت بیعت ہونے لگے تو اس وقت اس کے کسی محرم کو پاس کھڑا کرلے تاکہ فتنہ سے محفوظ رہے۔

فصل دربیان نزولِ سلوک

جب سالک یہ سلوک پورا کر لیتا ہے تو طریقہ مجدّدیہ میں سالک کا نزول پھر قلب میں کیا جاتا ہے کیونکہ ارشاد قلب میں ہی جاری ہوتا ہے اوروں کو فیض بھی قلب ہی سے ملتا ہے پھر وہی سبق جو قلب کا تھا شروع کیا جاتا ہے اور اب قلب کے ایک ذکر سے خواہ اسمِ ذات کرے یا نفی اثبات یا تہلیل یا درود شریف تمام لطائف اور ولایات و حقائق کا فیضان جاری ہو جاتا ہے اور تمام مقامات کا دورہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ مغرب کے بعد گردان تمام مقامات کی کرتا رہے یعنی ولایتِ صغریٰ سے لیکر تمام مقامات کے فیضان کا مراقبہ کرتا ہوا جہاں تک ہو سکے روزمرہ بلاناغہ کیا کرے جو مقام رہ جائے تو پھر دوسرے وقت پچھلی رات یا صبح کو پورا کرے۔ یہاں پہنچکر سالکوں کے دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ ایک مستہلکین دوسرے راجعین الی الدعوۃ۔ مستہلکین وہ ہوتے ہیں جو ذات میں ہلاک ہو گئے اور جمالِ الٰہی کے مشاہدے میں ہی رہ گئے وہ اشرف ہیں اور دوسرا گروہ راجعین الی الدعوۃ کا ہوتا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ میرے اور میرے بندوں کو اسی راستہ سے جس سے کہ تم خود آئے ہو میری طرف لاؤ اور لوگوں سے اختلاط کرو۔ تمہارا مشاہدہ اب تو بند نہ ہوگا۔ پہلے سیر عاشق کی طرف سے ہوگی۔ کیا وجہ کہ سالک تعلیم و تلقین اور ترغیب مریدوں کو اللہ کی طرف دیتا ہے اور اسی تعلیم میں اپنا مشاہدہ اللہ تعالےٰ اس کو دیتا رہتا ہے تو اس صورت میں سالک ہادی کا ہر فعل باعثِ مشاہدہ ہو جاتا ہے اور سالک کامل اس وقت محفوظ ہو جاتا ہے یعنی حفاظتِ الٰہی اس پر نازل ہو جاتی ہے گناہوں کی اس میں طاقت نہیں رہتی۔ بے اختیار اس سے موافق شرع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم افعال سرزد ہونے لگتے ہیں۔ سلوک ختم کرنے سے پہلے عبادت نفع معرفت کا نہیں دیتی بلکہ

خطرہ تھا کہ شیطان لعین جو عدو انسان قدیمی ہے دھوکا دے کر راہِ راست سے نہ ہٹا دے مگر جب سلوک پورا کرلے تو تھوڑی سی عبادت بھی اس راہِ راست سے کہ ظلِ اولیاء اللہ میں آکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے محبوبوں کی لڑی ہے ببرکت خواجگان کوئی خطرہ اور خلل نہیں رہتا۔

؎ دیوے نالوں دیوا بالن ہیگا بڑا سوکھا لا
نویں سرے کوئی دیوا بالے ہوندا بڑا کشالا

اے سالک بعد طے سلوک اب بیشک تیرے مجاہدہ اور عبادت کا وقت ہے سلوک سے پہلے نہیں تھا اگر پہلے سلوک سے عبادت و مجاہدہ تو نے کیا تو مشاہدہ نہیں ہوگا۔ ہمّت ہار بیٹھے گا بلکہ تیرے دل میں یہ سما جائے گی کہ عبادت میں کچھ بھی نہیں۔ پھر دُنیا کے کاموں میں پڑ کر آخرت کی نعمت سے محروم رہے گا۔ یہ شیطان انسان کا جدّی دشمن ہے۔ یہ ہمیشہ یہی چاہتا رہتا ہے کہ جس طرح ہوسکے انسان اپنے مطلب کو نہ پہنچ سکے۔

قصّہ ایک حاجی کا

بزرگوں نے ایک حاجی کا قصہ نقل کیا ہے کہ وہ بہت دُور دراز سے حج کرنے چلا جب جدّہ پہنچا تو بیمار ہو گیا اور سخت غشی لاحق ہوگئی جب کسی وقت ہوش آتا تو شوقِ الٰہی میں رونا اور نعرے مارتا کہ یا الٰہی میں ایک دفعہ تیرے خانہ کعبہ کو دیکھ لیتا اور تیرے حضور میں احرام باندھ کر لبیک پکارتا۔ غرضیکہ ایسے جوشِ محبّت سے درد و سوز والے کلمات میں اس کا کچھ وقت گزرا تو اچانک ایک نے آکر کہا کہ اے حاجی! تو رو نہیں۔ میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ۔ میں تجھ کو ایک لحظہ میں بیت اللہ شریف پہنچا دیتا ہوں۔ حاجی بہت خوش ہوا کہا الحمد للہ علیٰ احسانہٖ مراد بر آئی۔ حاجی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور اس نے اڑ کر اچانک خانہ کعبہ میں پہنچا دیا۔ حاجی خوش ہوا اور اس سے پوچھا کہ اے بزرگ تیرا نام کیا ہے اور تو کون ہے؟ اگر میں یہ واقعہ

لوگوں سے بیان کروں تو تیرا منصب لوگوں کو کیا بتاؤں۔ اُس نے کہا بس یہ نہ پوچھ۔ اگر میں نے بتا دیا تو تُو بہت غمگین اور نادم ہوگا۔ اسی طرح چُپ چاپ رہنے دے۔ حاجی نے کہا کہ نہیں ضرور بتلا ہی دو۔ جب حاجی صاحب اس کے سر ہو گئے اور بہت ہی اصرار کیا تو اس اڑا لے جانے والے نے کہا کہ شیطان الرجیم جس کو ملعون کہتے ہو وہ ہوں۔ حاجی نے حیران ہو کر کہا کہ تیرا تو یہ کام تھا نہیں تُو تو کعبہ سے ہٹانے والا ہے نہ کہ ملانے والا۔ تجھ سے یہ کام کس طرح سرزد ہوا۔ شیطان نے کہا کہ جب تو نے جدّہ میں نعرے اور فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے وہ فریاد منظور فرمائی اور حکم دیا کہ اگر یہ حاجی یہاں رستے میں فوت ہو جائے تو ملائکہ قیامت تک جو حج ہوں ان کا ثواب نامۂ اعمال میں لکھتے رہیں اور ہر سال حج کے وقت اس حاجی کا نائب مقرر ہو کر حج کرتا رہے اور ثواب اس حاجی کو ملتا رہے۔ جب یہ منادی میں نے سُنی تو مجھے حسد ہوا کہ ایک آدمی اس قدر لاکھوں حجوں کا ثواب مفت لے جائے گا میں دوڑا اور تجھ کو یہاں پہنچا دیا۔ اب صرف ایک ہی حج کا ثواب ملے گا اور جو قیامت تک کے حجوں کا ثواب ملتا وہ نہ ملے گا۔ یہ بات سُن کر حاجی دھاڑیں مار کر رویا اور کہا ہائے افسوس! اگر مجھے یہ خبر ہوتی تو تجھے ہاتھ نہ لگاتا اسی جگہ پڑا جان دے دیتا۔

سو اے عزیز! یہ خوب طرح جان لے کہ یہ لعین ہر وقت انسان کے پیچھے لگا رہتا ہے کہ کہیں یہ مرتبہ نہ لے جائے اور ہر طرح سے دھوکہ اور فریب دے کر انسانوں کو بھلے اور نیک کاموں اور صحبتِ اولیاء اللہ سے پھیرتا رہتا ہے تاکہ ان کو مراتب آخرت نہ حاصل ہوں۔ یہ مردود ہر طرح سے خطرے دیتا ہے کہ فقیروں اور فقیری میں کیا رکھا ہے؟ یہ سب مُفت میں کھانے کے ڈھنگ ہیں اور کچھ بھی نہیں اور صدہا طرح کے وسواس وخطرات ڈالتا رہتا ہے کبھی اس حج کرانے کی طرح یہ کہتا ہے کہ میاں نماز روزے سے کیا لینا ہے؟ حرام حلال میں فرق رکھو بس۔ یہی بہت ہے۔ جب یہ لعین بہت ہی لاچار ہوتا ہے تو پھر حاجی کی طرح نماز میں مشغول اور ہوشیار کرتا ہے تاکہ کسی بڑے مرتبہ سے رہ جائے۔ اے سالک! جہاں تک ہو سکے اس کے خلاف کر۔ اگر یہ عبادت میں لگائے تو وہ بھی نہ کر۔ کیونکہ یہ عبادت

بھی کسی فساد کے واسطے یا تجھ کو کسی بڑی نعمت سے محروم کرنے کے واسطے تجھ سے کرائے گا۔
کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

آکھے نفس نہ لگ بھراوا بھاویں نفل پڑھاوے
اس کتّے دا کیہہ بھروسا مت کھوہ ہے وچ پاوے

فائدہ

سوال : مرید پیر کے مقامات حاصل کر سکتا ہے ؟
جواب : مرید پیر کے مقامات کو حاصل کر سکتا ہے لیکن حصول اور وصول میں بڑا فرق ہے مرید کو پیر کے مقامات کا حصول تو ہو جاتا ہے مگر وصول یعنی ان مقامات میں پہنچ کر ان کا مالک بن جانا یہ اللہ تعالےٰ کے قبضہ قدرت میں ہے جا ہے وصول سے بھی مشرف فرما دے۔ اس کی آسان سی مثال یہ ہے کہ مقامات مجدّدیہ کا حصول آپ کے سلسلہ میں تمام خلفاء کو ہوتا چلا آیا ہے اور ہوتا چلا جائے گا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سب کے سب مجدّد بھی بن جائیں۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ ان کو مقام و منصب مجدّدیت میں بھی وصول ہو جائے جیسا کہ کوئی بادشاہ کے دیوانِ خاص اور تخت و محلّات شاہی کی سیر کرے لیکن وہاں ٹھہر نہ سکے تو ظاہر ہے کہ اس کو ان میں وصول نہیں ہوا یعنی ان کا مالک نہیں بنا۔ اسی طرح پیر کے مقامات مرید حاصل کر سکتا ہے کہ دور سے سیر کر لے۔ باقی رہا وصول یعنی مالک بن جانا یہ سب کو میسّر نہیں ہوتا اللہ تعالےٰ جسے چاہے دے۔ چنانچہ حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ مبدا و معاد کے صفحہ ۲۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

باید دانست کہ مریداں را آگاہ ہست کہ ایں توہم درحق خود پیدا شود وحصول مقامات پیراں ایشاں را در تخیل مساوات اندازد۔ حقیقت معاملہ این ست کہ مذکور شد کہ حصول مساوات بر تقدیر وصول بآں مقامات

است ۔ نہ بر تقدیر حصول آں مقامات کہ حصول طفیل است ۔ ایں جا کسے گمان نکنند کہ مرید مساوی پیر خود نباشد نہ چنیں است بلکہ مساوات مجوز است بلکہ واقع لیکن فرق درمیان حصول آں مقام و وصول باآں مقام بسیار دقیق است ہر مرید بایں دولت مہتد نیست ۔ کشف صحیح و الہام صریح دریں فرق درکار است ۔ واللہ سبحانہ' الملہم بالصواب والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ۔

(ترجمہ)

جاننا چاہیئے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مریدوں کو یہ وہم اپنے حق میں پیدا ہو جاتا ہے اور پیروں کے مقامات کا حصول ان کو مساوات (یعنی برابری پیر) کے خیال میں ڈال دیتا ہے حالانکہ حقیقت معاملہ یہی ہے جو مذکور ہوئی کہ حصول مساوات کا دارومدار ان مقامات میں واصل ہونے پر ہے نہ کہ ان کے مقامات کے حصول پر کیونکہ حصول طفیلی ہے ۔ اس جگہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ مرید اپنے پیر کے برابر نہیں ہو سکتا ۔ ایسا نہیں بلکہ مساوات جائز ہے ۔ بلکہ واقع ۔ لیکن فرق اس مقام کے حصول اور اس مقام کے وصول کے درمیان بہت باریک ہے ہر مرید اس دولت سے مشرف نہیں ہے ۔ کشف صحیح اور الہام صریح اس فرق کو معلوم کرنے کے واسطے ضروری ہے ۔

در بیان حقوق پیر و آزار پیر

حقوق پیر اور آزارِ پیر کے متعلق حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی فرماتے ہیں :-
باید دانست کہ حقوق پیر سائرِ ارباب حقوق است بلکہ نسبت ندارد۔ حقوق پیر بحقوق دیگراں بعد از انعامات حضرت حق سبحانہ و احسانات رسولِ او علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ پیرِ حقیقی ہمہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم۔ ولادتِ صوری ہرچند از والدین است اما ولادت معنوی مخصوص بہ پیر است۔ ولادت صوری را حیات چند روزہ است و ولادتِ معنوی را حیات ابدی است۔ نجاسات معنویہ مرید را پیر است کہ بقلب و روحِ خود کناسی مے نماید و تطہیر اشکنبۂ او می فرماید۔ در توجہات کہ نسبت بہ بعضے مسترشداں واقع می شود محسوس می گردد کہ در تطہیر نجاسات باطنۂ ایشاں تلوثے بصاحب توجہ نیز می دود و تا زمانے مکدّر می دارد۔ پیر است کہ بتوسل او بخدا می رسند عزّوجل کہ فوق جمیع سعادات دینویہ و اخرویہ است پیر است کہ بوسیلۂ او نفس امارہ کہ بالذات خبیث است مزکّی و مطہر می گردد و از امارگی باطمینان می رسد و از کفر جبلّی باسلام حقیقی مے آید۔ مصرع

گر بگوئم شرح ایں بے حد شود

پس سعادت خود را در قبول پیر باید دانست و شقاوت خود را در ردِّ او نعوذ باللہ سبحانہ من ذالک، رضائے حق سبحانہ، را در پس رضائے پیر ماندہ اند۔ تا مرید در مراضی پیرِ خود را گم نسازد بمرضیات حق سبحانہ، نرسد آفت

مرید در آزار پیر است۔ ہر زلتے کہ بعد آں باشد تدارک آں ممکن است اما ازار پیر را بہیچ چیز تدارک نتواں نمود۔ آزار پیر بیخ شقاوت است مرید را عیاذاً باللہ سبحانہ، من ذالک۔ خللے در معتقدات اسلامیہ و فتورے در اتیان احکام شرعیہ از نتائج و ثمرات آں است۔ از احوال و مواجید کہ بباطن تعلق دارد۔ چہ گوید و اثرے از احوال اگر باقی ماند از استدراج باید شمرد کہ آخرہ بخرابی خواہد کشید۔ وغیر از ضرر نتیجہ نخواہد داد۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

(ترجمہ)

جاننا چاہیئے کہ پیر کے حقوق تمام اہل حقوق سے بالا تر ہیں بلکہ پیر کے حقوق کے مقابلہ میں دوسروں کے حقوق کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے۔ اللہ جل جلالہ، کے انعامات اور فخرِ دوعالم رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کے بعد پیر ہی کے حقوق ہیں بلکہ سب کے پیر حقیقی رسول اللہ ہی ہیں۔ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) بدنی پیدائش ہر چند کہ والدین سے ہے لیکن باطنی پیدائش پیر ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ بدنی پیدائش کی زندگی چند روزہ ہے اور باطنی پیدائش کے لئے حیاتِ ابدی۔ مرید کی باطنی پلیدیوں کو پیر ہی ہے جو اپنے قلب و روح سے خاکروب کی طرح دُور کرتا اور اس کے بدن کو پاک وصاف کرتا ہے۔ توجہات کے اندر جو کہ بعض مریدوں کے بارے میں وقوع میں آتی ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ مریدوں کی باطنی نجاستیں دُور کرنے کے اندر قدرے تلوث صاحب توجہ پیر پر بھی دوڑ کر پہنچتا ہے اور ایک عرصہ تک مکدّر رکھتا ہے۔ پیر ہی ہے کہ جس کے وسیلے خدائے عزّوجل تک پہنچتے ہیں جو کہ تمام دنیوی و اخروی سعادتوں سے بالا تر ہے۔ پیر ہی ہے کہ جس کے وسیلے سے نفسِ امّارہ جو کہ بالذات خبیث ہے پاک وصاف ہو جاتا ہے اور امارگی سے اطمینان تک پہنچ جاتا ہے اور کفر جبلی (پیدائشی) سے اسلام حقیقی کی طرف لوٹ آتا ہے۔

مصرع :

جو کہوں اس کی شرح بے حد ہو

پس اپنی سعادت کو قبولیتِ پیر کے اندر جاننا چاہیئے اور اپنی شقاوت کو اس کے ردّ کر دینے کے اندر میں اس بات سے خُدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ حق سبحانہ و تعالےٰ کی رضا کو پیر کی رضا کے پیچھے رکھا ہوا ہے۔ جب تک مرید اپنے آپ کو پیر کی رضا میں گم نہیں کرے گا۔ مرضیاتِ حق سبحانہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ مرید کی آفت آزار پیر ہی کے اندر منحصر ہے۔ مرید ہونے کے بعد جو لغزش بھی وقوع میں آئے علاج اس کا ممکن ہے لیکن آزار پیر کا علاج کسی چیز سے نہیں کر سکتے۔ آزار پیر بدبختی کی جڑ ہے مرید کے لیے۔ اللہ سبحانہٗ اس سے محفوظ رکھے۔ عقائدِ اسلامیہ میں خلل اور احکامِ شرعیہ بجا لانے میں فتور پڑ جانا یہ اس کا پھل اور نتیجہ ہے۔ احوال و مواجید جو کہ باطن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ان کی نسبت تو کیا کہا جائے اور باوجود اس کے اگر احوال میں سے کچھ اثر باقی رہ جائے تو اس کو استدراج میں شمار کرنا چاہئیے جو کہ آخر میں خرابی تک پہنچائے گا اور سوائے نقصان کے کچھ نتیجہ نہ دے گا۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

بد اعتقادیِ پیر کے بیان میں

اسی مضمون کے متعلق معمولاتِ مظہریہ کے صفحہ ۵۴ پر لکھا ہے جس کا ترجمہ طالبین مولا کی صحت عقیدت کے واسطے درج کیا جاتا ہے اور وہ اس طرح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر دوستوں یعنی اپنے مریدوں کی کسی لغزش اور تقصیر سے نا اُمید نہیں ہوتا مگر دو چیزوں سے ایک دُنیا داروں سے میل جول۔ دوم پیر کے ساتھ بد اعتقادی۔ کیونکہ یہ دونوں مہلک اور لا علاج بیماریوں میں سے ہیں۔ حضرت ابو جعفر امیر ماہ بھڑائچی رحمۃ اللہ علیہ رسالۃ المطلوب فی عشق المحبوب میں فرماتے ہیں "اے عزیز پناہ بخدا۔ اگر سالک دل سے مُنہ پھیر لے اور اس راستہ کی محنتوں کو نہ برداشت کرے اور دنیا میں مشغول ہو جائے یا دل کو بہشت کے بناؤ سنگار کی طرف لگا دے اور اسی کی رغبت کرنے لگے تو سمجھ لو کہ اس کو عشق سے کوئی واسطہ نہیں۔ اسکے کام میں لغزش پیدا ہو گئی ہے اور اس راستہ کی لغزشوں کی سات قسمیں ہیں۔ اوّل[1] اعراض یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف سے مُنہ پھیر لینا اور وہ شدّتِ محنت و بلا کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دوسرے[2] حجاب اور وہ دنیا و آخرت میں مشغول ہونے کی وجہ سے پڑتا ہے۔ تیسرے[3] تفاصل یعنی جُدائی اور وہ طبائع سفلی کی لذّتوں میں مشغول ہو جانے کے سبب سے ہوتا ہے۔ چوتھے[4] سلب مزید یعنی زائد انعامات کا چھن جانا اور وہ غیر خدا جلشانہٗ کی طرف مشغول ہونے سے وقوع میں آتا ہے۔ پانچویں[5] سلب قدیم یعنی انعاماتِ اصلیہ کا چھن جانا اور وہ سستی دل کی وجہ سے وقوع میں آتا ہے اور اس وقت میں ممکن ہے۔ طالب عبادت ہی نہ کر سکے۔ چھٹے[6] تسلّی اور وہ غفلت ہے جیسی کہ عوام کالانعام کو ہوتی ہے۔ ساتویں[7] عداوت یعنی دشمنی اور وہ دل کی صفت کو نفس کے تابع کر دینا ہے پس جب دل نفس کی صفت پر ہو گیا تو ظاہر ہے کہ نفس جلّ جلالہٗ کا دشمن ہے پس لامحالہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دشمنی پیدا ہو جائے گی۔ ان قسموں کی مثال ذرا وضاحت کے ساتھ سنئے۔ اعراض کی

مثال یہ ہے کہ جیسے عاشق و معشوق کے درمیان اگر عاشق کی طرف سے کوئی حرکت ناپسندیدہ ظہور میں آئے تو ضرور ہے کہ معشوق اس سے روگردانی کرے گا یعنی مُنہ پھیر لے گا پس عاشق کیلئے واجب ہے کہ فوراً استغفار اور معذرت میں مشغول ہو جائے تا کہ معشوق اس سے راضی ہو کر روٹھے تو جراس کی طرف کر لے۔ اگر وہ دوست اسی خطا پر قائم رہے گا اور اس کی معافی نہ چاہے گا تو وہ اعراض سے حجاب تک پہنچ جائے گا۔ کہ معذرت میں کوشش کرے اور توبہ کی طرف متوجہ ہو۔ اگر اس بارہ میں بھی تقصیر کرتا ہے تو وہ حجاب تفاصل یعنی جدائی تک پہنچ جاتا ہے۔ پس اوّل اعراض سے زیادہ بات نہ تھی (یعنی معشوق نے صرف منہ ہی پھیر لیا) جب عاشق نے معافی نہ چاہی تو حجاب ہو گیا (عاشق و معشوق کے درمیان پردہ پڑ گیا) جب عاشق اسی خطا پر جما رہا تو تفاصل ہو گیا (یعنی عاشق و معشوق کے درمیان جدائی ہو گئی) اگر عاشق پھر بھی اسی خطا پر اصرار کرتا رہا تو سلب مزید ہو جاتا ہے اور سلب مزید اس کو کہتے ہیں کہ کارکنانِ قضا و قدر ذوقِ طاعت و عبادت اس سے واپس چھین لیں کیونکہ لکھا ہے لِکُلِّ شَیْءٍ عُقُوْبَۃٌ وَّعُقُوْبَۃُ الْمُحِبِّ اَلْقِطَاعُہٗ عَنْ ذِکْرِہٖ (ترجمہ) یعنی ہر چیز کیلئے ایک سزا ہے اور عاشق کی سزا یہ ہے کہ محبوب کی یاد سے اس کو انقطاع ہو جائے۔ اگر عاشق پھر بھی اس کی معافی نہیں چاہتا تو پھر سلب قدیم ہو جاتا ہے یعنی جس طرح پہلے عباداتِ نافلہ اور طاعاتِ مستحبہ کا ذوق و شوق چھینا تھا۔ اب عباداتِ فرضیہ اور طاعاتِ اصلیہ کا ذوق بھی چھین لیتے ہیں۔ پس اس جگہ بھی اگر عاشق توبہ اور عذر تقصیر میں کوشش نہیں کرتا تو تسلّی ہو جاتی ہے یعنی یار کی جدائی پر اس کا دل آرام پا جاتا ہے توبہ اور رجوع الی اللہ میں اگر عاشق کی طرف سے اب بھی سستی ہی چلی جائے تو عداوت پیدا ہو جاتی ہے پناہ مانگتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس خسارہ سے جب معاملہ عداوت تک پہنچ چکا پس پھر علاج اس کا دشوار ہے۔ چنانچہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ اہلِ طریقت و شریعت کے امام گزرے ہیں لوگوں نے پوچھا کہ اس کا علاج کیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ ایک جہان ہی اس حالت کے قہر میں مبتلا ہے کیونکہ مَنْ غَمَّضَ عَیْنَہٗ عَنِ اللّٰہِ طَرْفَۃَ عَیْنٍ لَمْ یَھْتَدِ اَبَدًا (ترجمہ) یعنی جس نے اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ایک لمحہ یعنی پلک جھپکنے تک کے لئے بھی اپنی آنکھ کو بند کر لیا کبھی ہدایت نہیں پائے گا۔ (فقط)

در بیانِ عقیدتِ پیر

جاننا چاہیئے کہ طالبِ مولا کیلئے اس راستہ میں پیر کا سچا اعتقاد بہت ہی ضروری ہے۔ طالب جس قدر اعتقاد پیر کی نسبت رکھے اسی قدر محبت پیر کی زیادہ بڑھے گی اور جس قدر محبت زیادہ ہوگی طالب اسی قدر جلدی اور آسانی کے ساتھ پیر کے کمالاتِ ذاتیہ کو خود بخود جذب کرتے کرتے بہت جلدی مقامات طے کر کے نہایت النہایت تک پہنچ کر وصل و دیدار اور مشاہدہ جمالِ الٰہی سے مشرف ہو جائے گا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں ہم تین شخص تھے جن کو تمام برادرانِ طریقہ میں سے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے دربار میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ میرا تو عقیدہ یہ تھا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس بعینہٖ فخرِ دوعالم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس ہے اور جو حضور و جمعیت اور جذب و ذوق و شوق حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبتِ مبارک میں میسر تھا بالکل وہی بات آج حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتِ اقدس میں حاصل ہے اور ان دو برادرانِ طریقہ کی نسبت خود حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ فلاں ہم کو صاحبِ کمال سمجھتا ہے صاحبِ تکمیل نہیں سمجھتا اور وہ دوسرا ہماری نسبت خیال رکھتا ہے کہ ہم صاحبِ کمال و تکمیل تو ہیں صاحبِ ارشاد نہیں۔ شاید ان کے نزدیک مرتبہ ارشاد کمال و تکمیل کے علاوہ کوئی اور ہو گا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے ساتھ ہمارے عقیدت مندوں کے موافق معاملہ فرمایا کہ مجھے میرے عقیدہ کے موافق ملا اور میرے ان پیر بھائیوں کو ان کے عقیدے کے

موافق اور وہ دونوں بہت ہی بڑے خسارے میں رہے۔

چونکہ طریقہ فضلیہ نقشبندیہ میں تمام مدار کار پیر کی ذات پر منحصر ہے یعنی مرید کی تمام اوّل سے آخر تک پیر ہی کو کرنی پڑتی ہے۔ اس واسطے اس طریقہ علیا میں طالب کو پختہ عقیدت کے سوا ہرگز چارہ نہیں۔ طالب کے اندر اعتقاد و تقلید کی قوت جس قدر قوی ہوگی اسی قدر اس کا کام جلدی اور آسانی سے طے ہوگا۔

حضرت امامِ ربّانی رضی اللہ عنہ (رسالہ مبداء و معاد میں) لکھتے ہیں کہ کس قدر اعتقاد پیر کے ساتھ رکھنا طالب کو واجب بلکہ فرض ہے ترجمہ اس عبارت کا یہ لکھا جاتا ہے۔ وھو ھذا

مرید کو اپنے پیر کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ سب سے زیادہ افضل اور سب سے زیادہ باکمال ہیں محبّت کے ثمرات اور مناسبت کے نتائج میں سے ہے جو کہ فیض لینے اور فیض دینے کا موجب ہے لیکن چاہیئے کہ پیر کو اس جماعت پر کہ جن کی فضیلت شریعت میں مقرر ہے فضیلت نہ دے کہ محبّت میں افراط (زیادتی) خرابی کا باعث ہے اور وہ مذموم ہے۔ شیعوں کو محبّتِ اہل بیتؑ کی افراط سے ابدی ذلّت نصیب ہوئی اور نصاریٰ کو جنہوں نے افراطِ محبّت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خُدا کا بیٹا کہا ابدی خسارہ میں رہے لیکن ان لوگوں کے ماسوا اور جس کسی پر بھی فضیلت دے دے جائز ہے بلکہ طریقت میں واجب ہے اور یہ فضیلت دینا مرید کے اپنے اختیار سے بھی نہیں بلکہ مُرید اگر سعادت یافتہ ہے بے اختیار اس کے اندر یہ اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کے وسیلہ سے پیر کے کمالات حاصل کرتا ہے اور اگر یہ فضیلت دینا اس کے اپنے اختیار سے ہو اور تکلّف کے ساتھ پیدا کرے جائز نہیں اور نہ اس اعتقاد سے کوئی نتیجہ نکلے گا۔ طریق صوفیہ بلکہ مذہبِ اسلام میں سے بہت بڑا حِصّہ اس شخص کے لئے ہے جس کی فطرت یعنی طبیعت میں تقلید اور جس کی جبلّت (یعنی پیدائش) میں اتباع کا مادہ زیادہ ہے۔ اس کا مدار کار تقلید ہی پر ہے اور معاملہ کا انحصار اس مقام میں اتباع و تقلیدِ انبیاء ہی پر ہے علیہم الصلوٰۃ والسّلام جو

درجات علیا پر پہنچاتی ہے اور اصفیاء یعنی بزرگان اولیاء اللہ کی اتباع و تقلید مدارجِ عظمٰی پر لے جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے جو کہ فطرتی طور پر مادہ تقلید زیادہ رکھتے تھے بلا توقف تصدیقِ نبوّت کی حاصل کرنے میں جلدی فرمائی اور صدّیقوں کے رئیس بن گئے اور ابوجہل ملعون چونکہ اتباع و تقلید کی استعداد نہیں رکھتا تھا اس سعادت سے مشرف نہ ہُوا اور ملعونوں کا سردار ہو گیا۔ مرید جس مقصد کو بھی حاصل کرتا ہے۔ اپنے پیر کی تقلید کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے۔ ———— پیر کی خطا مرید کے صواب سے بہتر ہے اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے سہو کی آرزو کر کے فرماتے ہیں۔ یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ سَھْوَ مُحَمَّدٍ (ترجمہ) یعنی کیا ہی اچھا ہوتا جو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بھُول مجھ کو عطا ہو جاتی اور حضرت محمّد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ بلال رضؓ کا سین اللہ جل شانہ، کے نزدیک شین ہے۔ کیونکہ بلال رضی اللہ عنہ عجمی تھے اور اذان میں اسہد چھوٹے سین کے ساتھ کہتے تھے اور خدائے تعالٰے عزّوجل کے نزدیک اس کا اسہد اَشْھَدُ ہی ہے۔ پس حضرت بلال کی خطا دُوسروں کے صواب سے بہتر ہوگی۔ ع

اشہد پہ تیرے ہنستا ہے اسہد بلالؓ کا

میں نے اپنے عزیز بزرگ سے سُنا ہے کہ کہتے تھے بعض دعائیں جو بزرگوں سے منقُول ہیں اور اتفاق سے ان بزرگوں نے بعضی دُعاؤں میں خطا کی اور بگاڑ کر پڑھا۔ اگر ان کی ان دُعاؤں کو اسی بگاڑ کے ساتھ پڑھتے ہیں تب وہ دُعائیں تاثیر بخشتی ہیں اور اگر درست کر کے پڑھتے ہیں۔ تو تاثیر سے خالی پاتے ہیں۔ اللہ سبحانہ، ہم کو قائم رکھے۔ اپنے انبیاء کی تقلید پر اور اپنے اولیاء کی پیروی پر بطفیل اپنے حبیبؐ کے ان پر تمام انبیاء و مُرسلین پر اور ان کی پیروی کرنے والے لوگوں پر صلوات و تسلیمات نازل ہوں۔

آدابِ پیر کے بیان میں

اے طالبِ مولا ! اگر تو چاہتا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے مقامِ حضوری میں رہے اور شیطان کے مکروہ وسوسہ سے آزاد ہو جائے بلکہ فرشتوں کو بھی تیری حضوری کی اطلاع نہ ہو اور خود تیرے نفس کو بھی تیری حضوری کی خبر تک نہ ہو تو تیرے لئے لازم ہے کہ تو ایسے لوگوں کے ساتھ صحبت و ہمنشینی اختیار کرے کہ ان کا دل ذکرِ ذاتِ الٰہی میں مستغرق ہو چکا ہو اور وہ اپنے آپ سے رہائی حاصل کر چکا ہو اگر ایسے صاحب دولت کامل مکمّل کی ہر وقت کی صحبت تجھے میسّر نہ ہو اور علائق ہر وقت خدمت میں رہنے کی فرصت نہ دیں تو تجھ کو چاہیئے کہ طریقہ ذکر یا طریقہ توجہ یا جذبہ خاندانِ نقشبندیہ قبول کر کے اس کی مشق میں ایسا مشغول ہو کہ دُنیا و مافیہا کا خیال تیرے دل سے محو ہو جائے اور آدابِ پیر کا ہر وقت ایسا خیال رکھ کہ کہیں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی اس میں لغزش نہ آئے۔ اگر ذرہ بھر بھی کسی ادب میں تجھ کو اپنی لغزش معلوم ہو تو فوراً استغفار و توبہ کے ساتھ اس کو دُور کر اور ہر وقت پیر کے سامنے اپنے آپ کو حاضر جان۔ پھر ان کی برکت توجہ سے بفضلہٖ تعالیٰ تجھ کو وہ تمام مقاماتِ عالیہ نصیب ہو جائیں گے جو اس کتاب میں درج ہیں۔

علاوہ ازیں ان تمام آداب کے پیچھے اور آئندہ درج ہیں نگہداشت کے سب سے بڑے دو موقعے ہیں۔ طالبِ مولا کو ان دو موقعوں کا خیال بہت ہی اہتمام و کوشش سے رکھنا واجب ہے۔

ایک یہ کہ جب پیر کی خدمتِ مُبارک میں ان کے مکان پر جائے تو ایسی صورت اختیار کرے کہ پیشوا کو اسکے کھانے پینے اور رہنے سونے کے متعلق کچھ فکر نہ کرنا پڑے تاکہ ہمہ تن ان کی ہمّتِ باطنی مرید کی تربیت و ترقی باطنی میں لگی رہے اس صورت میں بہت جلد ترقی اور بہت بڑا

نفع حصولِ کمالاتِ باطنی میں ہوتا ہے اور طالب پر کشائشِ باطنی کا دروازہ بہت جلد کھل جاتا ہے اور رحمتِ الٰہی جل شانہ' ہر طرف سے طالب کو گھیر لیتی ہے اور اگر کسی وجہ سے اپنے کھانے پینے اور آرام و آسائش کا انتظام علیحدہ نہ کر سکے اور بمجبوری سارا بار پیر کی ذات پر ہی پڑے تو پیر کے خوانِ نعمت سے جو کچھ بھی روکھا پھیکا خلافِ طبع کھانے کو اور جیسی کیسی جگہ آرام کے واسطے مل جائے اسی کو بے حد رغبت و شوق کے ساتھ استعمال کرے تاکہ یہ معلوم نہ ہو پائے کہ طالب کو کسی بات سے کراہت پیدا ہوئی ہے بلکہ سرے سے دل میں کسی طرح کی کراہت کو آنے ہی نہ دے اور اگر پیدا ہو ہی جائے تو اس کو وسوسہ شیطانی سمجھ کر دور کر دے اور خیال کو اس کی طرف سے ہٹا کر توبہ و استغفار کرے۔

دُوسرا موقعہ وہ ہے جبکہ پیشوا خود مرید کے ہاں تشریف لائیں تو مرید کو چاہیئے کہ ان کی خدمت و مدارات میں حد سے زیادہ تکلّف نہ کرے۔ کیونکہ حدیث شریف میں تکلّف کی ممانعت آئی ہے اور دُوسرے تکلّف میں ضرورت سے زیادہ خرچ ہوتا ہے اور بے نفع جو اکثر اوقات اسراف کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس واسطے اس وقت میں ایسا کرے کہ جو چیزیں پیشوا کو مرغوب ہوں وہ میانہ روی کے ساتھ کھلائے پلائے اور باقی جو کچھ خدمت کرنی ہو ایسے طور سے کہ ان کے پیچھے اہل و عیال کے اخراجات کی تشویش سے بیفکر رہے تاکہ اس بے فکری کی حالت میں ان کی توجہ مرید کی تربیت اور صفائی و ترقی باطنی میں ہمہ تن مصروف ہو جائے اور مرید کی تربیت و تکمیل میں کسی طرح کی خامی نہ رہنے پائے۔ ان ہر دو موقعوں کی حفاظت مرید کو بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں سے مستغنی کر دیتی ہے باقی آداب پیر کے متعلق حضرت امام ربّانی رضی اللہ عنہ کا ایک مکتوب پُوری تفصیل کو حاوی ہے۔ جس کا ترجمہ بجنسہٖ یہاں نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا

مکتوب شریف بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَدَّبَنَا بِاٰدَابِ النَّبَوِیَّۃِ وَھَدَانَا بِاَخۡلَاقِ الۡمُصۡطَفَوِیَّۃِ عَلَیۡہِ وَعَلٰۤی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسۡلِیۡمَاتِ اَتَمَّھَا وَاَکۡمَلُھَا۔ جاننا چاہیئے کہ اس راہ کے سالک دو حال سے

خالی نہیں یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہیں تو بشارت ہے ان کے لئے جذب و محبت کے راستہ سے ان کو کشاں کشاں لے جائیں گے۔ اور مطلب اعلےٰ تک پہنچائیں گے اور جس ادب کی ضرورت ہوگی واسطہ کے ساتھ یا بلا واسطہ ان کو تعلیم کر دیں گے۔ اگر لغزش واقع ہوگی تو ان کو جلد آگاہ کر دیں گے اور اس پر مواخذہ نہ کریں گے اور اگر ان کو پیر ظاہری کی حاجت ہوگی تو بغیر ان کی کوشش کے اس دولت سے بھی مشرف فرمائیں گے۔ حاصل کلام عنایت ازلی جلّ شانہٗ ان بزرگواروں کے حال کی متکفل ہے سبب کے ساتھ یا بلا سبب ان کاموں کو انجام دیں گے۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (ترجمہ) یعنی اللہ جل جلالہٗ جس کو چاہتے ہیں اپنی طرف منتخب فرما لیتے ہیں۔ اگر مرید ہیں تو کام بغیر واسطہ پیر کامل مکمّل کے دشوار ہے اور پیر ایسا چاہیئے جو دولتِ جذبہ و سلوک اور سعادت فنا و بقا سے مشرف ہو اور سیر الی اللہ و سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ اتمام کو پہنچا چکا ہو اور اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے اور وہ مرادوں کی تربیت سے پرورش پائے ہوئے ہے تو ایسا شخص کبریتِ احمر یعنی اکسیر ہے۔ اس کی کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفا۔ مُردہ دلوں کو زندہ کرنا اس کی توجہ شریف پر منحصر ہے اور ٹھٹھری ہوئی جانوں کی تازگی اس کے التفات کے ساتھ مربوط اگر اس قسم کا صاحب دولت میسّر نہ آئے تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے اور ناقصوں کی تربیت وہ بھی کر سکتا ہے اور طالب اس کے وسیلہ سے دولت فنا و بقا تک پہنچ جاتے ہیں۔ ؎

آسماں نسبت بعرش آمد فرود   ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

(ترجمہ) آسماں کو عرش سے ہے پست تر   لیک آگے خاک کے ہے وہ بلند

(ترجمہ دیگر) گو فلک کو عرش سے نسبت نہیں   خاک تودہ سے تو ہے بالا کہیں

اگر عنایتِ خداوندی جل شانہٗ کسی طالب کو ایسے پیر کامل کے درِ دولت تک پہنچا دے تو طالب کو چاہیئے کہ ان کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے تئیں ہمہ تن ان کے حوالے کر دے اپنی سعادت ان کی رضا مندی میں جانے اور اپنی شقاوت ان کی خلافِ مرضی باتوں میں سمجھے خلاصہ یہ کہ اپنی خواہشات کو ان کی رضا کے تابع کر دے۔

حدیث شریف نبوی میں (اُن پر اور ان کی آل پر صلوٰۃ و تسلیمات تمام و کمال نازل ہوں) آیا ہے ـــ لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ ط (ترجمہ) تم میں سے کوئی شخص کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا مگر اس وقت کہ تمہاری خواہشیں اس چیز کے تابع ہو جائیں کہ جس کو میں لے کر آیا ہوں) اور جاننا چاہیئے کہ آداب صحبت کی رعایت اور شرائط طریقہ کی نگہداشت اس راستہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ فیض دینے اور فیض لینے کا راستہ کھل جائے اور بغیر آداب کے نہ صحبت کا کچھ نتیجہ ہے اور نہ مجلس کا کوئی نفع اس واسطے بعضے ضروری ضروری آداب و شرائط بیان کئے جاتے ہیں۔ ان کو ہوش و عقل کے کانوں سے سُننا چاہیئے۔

طالب کو چاہیئے کہ اپنے دل کی توجہ تمام طرفوں سے ہٹا کر اپنے پیر کی طرف کر لے اور ان کے سامنے بغیر ان کی اجازت کے نوافل اور ذکر و اذکار میں مشغول نہ ہو اور ان کی حضوری میں ان کے سوا کسی اور کی طرف التفات و توجہ نہ کرے بالکل انہی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔ حتیٰ کہ ذکر میں بھی مشغول نہ ہو مگر جبکہ وہ حکم فرمائیں اور ان کی حضوری میں سوائے فرض و سُنّت کے اور کوئی نماز نہ پڑھے۔

نقل بادشاہ و وزیر

ہمارے زمانہ کے بادشاہ کی نقل ہے کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتفاق سے اسی اثنا میں وزیر اپنے کپڑے کی طرف متوجہ ہو کر اپنے بند کو درست کرنے میں مشغول ہو گیا اسی حال میں بادشاہ کی نظر وزیر پر جا پڑی۔ دیکھا کہ غیر کی طرف متوجہ ہے تو غصّے میں آکر کہا کہ میں اس کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میری حضوری میں اپنے کپڑے کے بند کی طرف متوجہ ہو۔ پس غور کرنا چاہیئے کہ جب کُتّی دُنیا کے وسائل کے وسائل کے واسطے ایسے باریک آداب کی ضرورت ہے تو وصل و دیدارِ خداوندی جل شانہٗ کے وسائل کے لئے تو تمام و کمال طریقہ

پر ان آداب کی رعایت ہونی چاہیئے۔

القصہ جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے سایہ پر پڑے اور ان کے مصلّے پر پاؤں نہ رکھے اور جس جگہ وہ وضو کیا کرتے ہوں وہاں وضو نہ کرے اور ان کے خاص برتن آپ استعمال نہ کرے اور ان کی حضوری میں پانی نہ پیئے نہ کھانا کھائے اور کسی سے بات نہ کرے بلکہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ اس طرف تھوکے اور پیر کی پیٹھ پیچھے جس جگہ وہ ہوں اس طرف پاؤں دراز نہ کرے اور پیر سے جو کام بھی ظہور میں آوے اس کو درست ہی سمجھے۔ اگرچہ ظاہر میں درست نہ دکھلائی دیتا ہو کیونکہ پیر جو کچھ کرتا ہے۔ الہام سے کرتا ہے اور حکمِ خداوندی سے کرتا ہے۔ پس اس صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اگرچہ بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا بھی ہو جائے کیونکہ خطائے الہامی اور خطائے اجتہادی دونوں برابر ہیں۔ اور اس پر اعتراض جائز نہیں اور اصل بات یہ ہے کہ جب طالب کو پیر کے ساتھ محبّت پیدا ہو گئی تو عاشق کی نظر میں محبوب کی طرف سے جو کچھ بھی صادر ہو محبوب ہی دکھلائی دیتا ہے۔ پس اعتراض کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور تمام معاملات کلی وجزئی میں پیر کی تقلید کرے۔ کھانے پینے میں کیا اور سونے وعبادت کرنے میں کیا۔ نماز کو بھی پیر ہی کے طرز پر ادا کرنا چاہیئے اور فقہ کو بھی اسی کے عمل سے لینا چاہیئے۔

آں را کہ در سرائے نگاریست فارغ است ❊ از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

(ترجمہ) ہے یار جس کے گھر میں فارغ ہے وہ ہمیشہ باغوں کی اور لالہ کے خطّوں کی سیر سے

(ترجمہ دیگر) گھر بن کا رشک باغ ہو اک گلزار سے کیا کام پھر اسے چمن و لالہ زار سے

اور پیر کی چال ڈھال میں کسی اعتراض کو جگہ نہ دے۔ اگر وہ اعتراض ایک رائی کے دانہ کے برابر ہو کیونکہ اعتراض میں سوائے محرومی کے کوئی نتیجہ نہیں اور تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ بے سعادت اور بدقسمت وہ ہے جس کی نظر اس پاک گروہ کے عیب تلاش کرنے میں لگی رہتی ہے۔ نجّانا اللہ سُبحانَہٗ عَنْ ھٰذَا البَلاءِ العَظِیمِ (ترجمہ) اللہ سبحانہٗ ہم کو

اس بلائے عظیم سے نجات دے) اور اپنے پیر سے خوارق وکرامات طلب نہ کرے۔ اگرچہ وہ طلب خطرے اور وسواس ہی کے طریقہ پر ہو۔ کیا تو نے نہیں سُنا ہے کہ کسی مومن نے کسی پیغمبر سے کبھی معجزہ طلب نہیں کیا۔ معجزہ طلب کرنے والے ہمیشہ کفّار اور اہلِ انکار ہی ہوئے ہیں۔

اشعار

معجزات از بہر قہرِ دشمن است　　بوئے جنسیت پے دل بردن است
موجبِ ایماں نباشد معجزات　　بوئے جنسیت کند جذبِ صفات

ترجمہ ۱: معجزے دشمن کو مغلوب کرنے کیلئے ہیں اور عشق کی خوشبوؤں کو اُڑا لے جانے کے لئے
۲: معجزے ایمان کا موجب نہیں ہوتے بلکہ عشق کی خوشبو ہی صفاتِ کمال کو جذب کرتی ہے۔

ترجمہ شعر ۱ معجزے ہیں قہرِ دشمن کے لئے　　بوئے عشقی دینے تن من کے لئے
۲ موجب ایماں نہیں ہیں معجزات　　بوئے عشقی کرتی ہے جذبِ صفات

اگر کوئی شبہ طالب کے دل میں پیدا ہو تو اس کو بلا تامل پیر کی خدمت میں عرض کر دے اگر جواب سے تسلّی نہ ہو تو اپنی تقصیر سمجھے اور کسی نقصان کو پیر کی طرف منسوب نہ کرے (یعنی یہ نہ سمجھے کہ پیر کے اندر کسی بات کی کمی ہے) اور جو خواب دیکھے پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور خوابوں کی تعبیر انہی سے پوچھے اور جو تعبیر کہ طالب پر منکشف ہو اس کو بھی عرض کر دے اور خطا و صواب انہی سے پوچھے۔ اپنے کشفوں پر بھروسہ نہ کرے۔ کیونکہ حق و باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے اور صواب خطا کے ساتھ مخلوط اور بے ضرورت و بغیر اجازت کے پیر سے جُدا نہ ہو۔ کیونکہ اس کے غیر کو اس کی ذات پر ترجیح دینا ہے جو مریدی کے خلاف ہے اور اپنی آواز پیر کی آواز سے بلند نہ کرے اور بات اُونچی آواز سے نہ کرے کہ بے ادبی ہے۔ اور جو فیض و فتوح اس کو پہنچے (خواہ کہیں سے اور کسی طریقہ سے ہو) اس کو اپنے پیر ہی کے واسطہ سے تصوّر کرے اور اگر خواب میں دیکھے کہ دُوسرے بُزرگوں سے فیض پہنچا تو اس کو بھی اپنے پیر ہی کی طرف جانے اور یہ جان لے کہ چونکہ پیر تمام فیوض و کمالات کا جامع ہے۔

اس واسطے پیر سے مرید کو ایک خاص فیض ملا ہے ۔ جو اس خاص مریض کی استعداد کے مناسب اور اس بزرگ کے کمال سے مشابہ ہے جس سے خواب میں فیض پہنچتا ۔ مرید نے دیکھا ہے اور پیر کے لطائف میں سے کوئی لطیفہ جو اس فیض سے مناسبت رکھتا تھا ان بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور اس مرید نے آزمائشِ خداوندی جل شانہٗ کی وجہ سے اس لطیفہ کو دوسرا شیخ خیال کرلیا اور فیض پہنچنے کو اس کی طرف سے جان لیا ہے اور یہ ایک بڑا سخت مغالطہ اور دھوکا ہے ۔ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ پاؤں پھسلنے سے محفوظ اور پیر کے اعتقاد و محبّت پر مستقیم رکھے ۔ بطفیل سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔ خلاصہ یہ کہ :-

اَلطَّرِیْقُ کُلُّہٗ اَدَبٌ (ترجمہ) راہِ تصوّف سارے کا سارا ادب ہی ہے)

اور مثل مشہور ہے کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر بعضے آداب کے بجالانے میں اپنی کوتاہی دیکھے اور جیسا چاہیئے ویسے آداب نہ بجالاسکے بلکہ اگر کوشش کرے تب بھی پورا حق ادا نہ کرسکے تو معاف ہے لیکن ایسی صورت میں اپنے تئیں قصور وار سمجھتے رہنا بھی ضروری ہے ۔ اگر آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنے آپ کو قصور وار بھی نہ جانے تو ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہے ۔ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اس محرومی سے محفوظ رکھے ۔

آمین ثم آمین ۔ انتھیٰ

تذئیل وصایا خاص برائے پیراں

حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ ایک طویل مکتوب کے ذیل میں ان وصیّتوں کے بیان میں جو پیروں کے واسطے لازم و واجب ہیں ارقام فرماتے۔ چونکہ یہ کتاب منتہیانِ علمِ سلوک کیلئے ہے جو اکثر راجعین الی الدعوت ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس مضمون کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ تاکہ سالک ہادی اس کو اپنا دستور العمل بنا کر ہدایتِ خلق میں مشغول ہو اور شیطانی دھوکوں اور غلط کاریوں سے محفوظ رہے۔ آمین و ہو ہذا

وہ جو ہم فقیروں کے ذمّے لازم و واجب ہے وہ ہمیشہ بارگاہِ خداوندی جل شانہٗ میں ذلیل و محتاج رہنا ہے اور انکساری وزاری اور التجا اور حقوقِ بندگی بجالانا، حدودِ شرعیہ کی محافظت کرنا اور سُنّتِ سیّد المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی پیروی کرنا اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں اپنی نیتوں کو دُرست رکھنا اور اپنے باطن کو غیر خدا جل شانہٗ سے خلاص کر لینا اور ظاہر کو بھی تہمہ تن اللہ جل جلالہ، کے سپرد کر دینا اور اپنے عیبوں کو ہر وقت دیکھتے رہنا اور گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ کرنا اور پھر خدائے علام الغیوب کے انتقام سے ڈرتے رہنا اور تھوڑا خیال کرنا اپنی نیکیوں کو اگرچہ بہت ہوں اور بہت زیادہ سمجھنا اپنی برائیوں کو اگرچہ تھوڑی ہو اور مشہوری و قبول خلق سے کانپتے اور لرزتے رہنا۔ فرمایا سیّد المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے بحسب امرءٍ من الشر ان یشار الیہ بالاصابع فی دین او دنیا الا من عصمہ اللہ ط (ترجمہ) یعنی، آدمی کے لئے یہی بُرائی کافی ہے کہ اس کی طرف انگلیاں اُٹھنے لگیں۔ دین کے بارے میں یا دُنیا کے بارے میں مگر جس کو اللہ تعالےٰ بچائے رکھے) اور تہمت دیتے رہنا اپنے فعلوں کو اور نیتوں کو اگرچہ سفیدی صبح کی مانند روشن ہوں اور اپنے وجد و حال کی کچھ پرواہ و اعتبار نہ کرنا۔

اگرچہ وہ صحیح و مطابق ہی ہوں اور محض دین کی تائید اور تقویت مذہب اور شریعت کے رائج کرنے اور مخلوقِ خدا کو اللہ جل جلالہٗ کی طرف بلانے کو ہی مستحسن نہیں سمجھنا چاہیئے اور نہ اس پر بھروسہ کرنا چاہیئے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کی تائید کافر و فاجر سے بھی ہو جاتی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان اللہ لیو ید ھٰذا الدین بالرجل الفاجرؐ (ترجمہ) یعنی بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید مرد فاجر سے کرا دیتا ہے) اور جو مرید کہ طلب مولا کے واسطے آئے اور نامِ خدا کی مشغولی کا ارادہ کرے اس کو شیر ببر کی صورت میں جاننا چاہیئے کیونکہ اندیشہ ہے کہ کہیں اسی راستہ سے اس کی خرابی نہ چاہتے ہوں اور شاید کہ اس کا استدراج کرتے ہوں۔

اور اگر مرید کے آنے سے اپنے اندر کسی قسم کی خوشی و سرور معلوم کریں تو اس کو کفر و شرک سمجھیں اور اس کا تدارک یعنی علاج ندامت و استغفار سے اس قدر کریں کہ اس خوشی کا کوئی اثر باقی نہ رہے بلکہ بجائے خوشی کے خوف اور غم دل میں بیٹھ جائے اور اس بارے میں بہت زیادہ تاکید و کوشش رکھیں کہ مرید کے مال میں کوئی طمع اور اس سے دُنیاوی منافع کی کوئی توقع نہ پیدا ہونے پائے کیونکہ یہ مرید کی ہدایت کا مانع اور پیر کی خرابی کا باعث ہے وجہ یہ کہ اس دربار میں دین خالص مانگتے ہیں۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُؐ (ترجمہ: یعنی آگاہ رہو کہ خالص دین اللہ ہی کے لئے ہے) شرک کی اس بارگاہ میں کسی وجہ سے بھی گنجائش نہیں اور جاننا چاہیئے کہ جو ظلمت و کدورت بھی دل پر طاری ہو اس کو توبہ و استغفار اور ندامت و التجا کے ذریعے سے زائل کر دینا بہت آسانی کے ساتھ میسّر آسکتا ہے مگر وہ ظلمت و کدورت کہ جو مردار دُنیا کی محبّت کے راستہ سے دل پر طاری ہوتی ہے۔ وہ بہت ہی پریشان و ذلیل کر دیتی ہے۔ اور اس کے زائل میں سخت دشواری ہے اور کمال مشکل۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حُبُّ الدُّنیَا رَاسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍؐ (ترجمہ: یعنی دُنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے) اللہ سبحانہٗ ہم کو اور تم کو نجات دے۔ دُنیا کی محبّت اور دنیا داروں کی محبّت اور دُنیا کے پوتوں کی محبّت سے اور اس کے ساتھ میل جول رکھنے اور ان کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے

کیونکہ زہر قاتل ہے اور مہلک بیماری اور ایک عظیم بلا ہے۔ اور متعدّی بیماری۔

انتہٰی ۔ فقط

وصیّت نامہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ وہ وصیّتیں ہیں جو خواجہ علیہ الرحمۃ نے اپنے فرزندِ ارجمند خواجہ اولیاء کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تحریر فرمائی تھیں۔

"اے فرزندِ ارجمند! میں تجھے وصیّت کرتا ہوں کہ علم و ادب اور تقویٰ اور سُنّت و جماعت کے اتباع کو لازم پکڑنا۔ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا، علم و فقہ و حدیث سیکھنا۔ جاہل صُوفیوں سے بچنا۔ اپنے احوال کو مشتہر نہ کرنا۔ شہر کا قاضی اور حاکم نہ بننا، قبالوں اور تمسکوں پر اپنا نام نہ لکھنا۔ بادشاہوں اور امیروں کے ساتھ صحبت نہ رکھنا، خانقاہ نہ بنانا، اپنے آپ کو شیخ نہ کہلانا، سماع نہ سُننا اور اس سے انکار بھی نہ کرنا، کم بولنا، کم کھانا، کم سونا، عام مخلوقات سے الگ رہنا۔ امردوں یعنی بے ریشوں اور عورتوں کی صحبت میں نہ بیٹھنا، دُنیا کی طلب میں مصرُوف نہ ہونا، بہت رونا، کم ہنسنا، خندہ اور قہقہہ سے بالکل احتراز کرنا، کسی مخلوق کو اپنے آپ سے کمتر نہ جاننا، اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہ سمجھنا، اپنے آپ کو آراستہ نہ کرنا، جہاں تک ہو سکے مشائخ کی خدمت میں جان و مال سے دریغ نہ رکھنا، مشائخ کو جان سے عزیز جاننا اور اُن کے افعال پر انکار نہ کرنا چاہیئے کہ تیرا بدن لاغر اور تیری آنکھ گریاں اور تیرا دل غمناک اور تیرا عمل خالص اور تیری دُعا تفرع اور زاری ہو۔ تیرے کپڑے پھٹے پُرانے اور درویش تیرے دوست ہوں۔ عبادت تیرا سرمایہ، مسجد تیرا گھر، تیرا دل ذاکر، تیری زبان شاکر، ذکر تیرا مُونس اور فکر تیرا یار ہو اور حتی المقدور تو طریقہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہم پر ثابت قدم رہے۔

بارہ۱۲ کلموں کے فائدے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بارہ کلمے توریت و انجیل و زبور و فرقان سے چنے ہیں جو ایماندار ایک ورق پہ لکھے اور ہر روز اس کو دیکھے، اور اس پر عمل کرے خدا تعالےٰ کے مقبولوں میں سے ہو جائے گا۔

پہلا کلمہ

خُدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرزندِ آدم! روزی کا غم نہ کھا۔ جب تک میرا خزانہ بھرا ہوا ہے اور میرا خزانہ کبھی خالی نہ ہوگا۔

دُوسرا کلمہ

اے فرزندِ آدم! بادشاہ ظالم اور امیر کبیر سے نہ ڈر۔ جب تک میری سلطنت ہے اور میری سلطنت ہمیشہ کے لئے ہے۔

تیسرا کلمہ

اے فرزندِ آدم! کسی سے محبّت مت کر اور کسی سے کچھ مت مانگ۔ جب تک تو مجھے چاہے گا پائے گا۔

چوتھا کلمہ

اے ابنِ آدم! میں نے سب چیزیں تیرے لئے بنائی ہیں اور تجھ کو اپنے لئے پس تو اپنے آپ کو دُوسروں کے دوازے پر ذلیل مت کر۔

پانچواں کلمہ

اے فرزندِ آدم ! میں جس طرح تجھ سے کل کا عمل نہیں چاہتا اسی طرح تو بھی مجھ سے کل کی روزی مت مانگ ۔

چھٹا کلمہ

اے آدم کے بیٹے ! جس طرح سات آسمان اور عرش و کرسی اور سات زمینوں کے پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہوا۔ اسی طرح تیرے پیدا کرنے اور روزی دینے سے عاجز نہیں ہوں گا۔ بے شک روزی پہنچاؤں ۔

ساتواں کلمہ

اے آدم کے بیٹے ! جس طرح میں تیری روزی نہیں کھوتا ۔ اسی طرح تو بھی میری عبادت مت چھوڑ اور میرے حکم کے خلاف مت کر ۔

آٹھواں کلمہ

اے ابنِ آدم ! جس قدر میں نے تیری قسمت میں رکھ دیا ہے اس پہ راضی رہ اور نفس و شیطان کی خواہشوں سے دل کو مت بہلا ۔

نواں کلمہ

اے فرزندِ آدم ! میں تیرا دوست ہوں تو بھی میرا دوست بنا رہ اور میری محبّت و عشق و غم سے کبھی خالی نہ ہو ۔

دسواں کلمہ

اے ابنِ آدم ! میرے غُصّے سے نڈر مت ہو جب تک تو پُل صراط سے گزر کر بہشت میں داخل نہ ہو جائے ۔

گیارہواں کلمہ

اے فرزندِ آدم ! تو مجھ پر اپنے نفس کی مصلحت کے باعث غصّہ ہوتا ہے اور اپنے نفس پر

میری رضامندی کے تنخواہ نہیں ہوتا۔

بارہواں کلمہ

اے فرزندِ آدم! اگر تو میری تقسیم پر راضی ہو جائے تو اپنے آپ کو میرے عذاب سے چھڑا لے گا اور اگر تو اس پر راضی نہ ہو تو نفس کو تجھ پر مقرر کر دوں گا تاکہ جانوروں کی طرح تجھ کو جنگلوں میں دوڑائے پھرائے۔ قسم ہے مجھے اپنی ذات کی کہ کچھ حاصل نہ ہو مگر اسی قدر جو میں نے مقدر میں کیا ہے۔

شجرہ شریف نقشبندیہ مجدّدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رحم کر ہم پر خدا ذاتِ خدا کیواسطے
شافعِ اُمّت مُحمّد مُصطفےٰ کیواسطے

بہرِ بُوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ اصحابِ کُل
اہلِ بیت حسنینؓ حضرت مصطفےٰ کیواسطے

نفسِ امّارہ کے پھندے سے بچا پروردگار
حضرت صدّیقِ اکبرؓ بوالوفا کیواسطے

اُلفتِ حق حبِّ احمد میں رہوں ثابت قدم
حضرت سلمانؓ فارس باخدا کیواسطے

مُجھ کو مکروہاتِ دُنیاوی سے تو محفُوظ رکھ
حضرتِ قاسمؒ سراج الاولیا کیواسطے

تشنہ لب ہوں جامِ وحدت سے مجھے سیراب کر
جعفرِ صادقؒ امام الاتقیا کیواسطے

کر فنا فی اللہ مجھ کو بہرِ حضرت بایزیدؒ
اس ولیّ طالبِ ذاتِ خدا کیواسطے

روز و شب ہو یاد تیری اے کریمِ کارساز
بُوالحسنؒ خرقانیؒ بدر الدجیٰ کیواسطے

مُجھ غریب خستہ دِل کی دستگیری ہے ضرور
قاسِمؒ گورگانیؒ نورالھدیٰ کیواسطے

ہمّتِ عالی عطا فرما مجھے یا ذُوالجلال
بوعلیؒ صاحب دل پارسا کیواسطے

کر زلیخا کی طرح سرمست جامِ بیخودی
خواجہ یُوسفؒ ہادیٔ شمس الضحیٰ کیواسطے

پردۂ چشمِ بصیرت کھول دے ربِّ کریم
عبدِ خالقؒ غجدوانی مقتدا کیواسطے

سختیٔ سکرات کو آسان کرنا اے رحیم
اس محمّد عارفؒ صاحبِ ضیا کیواسطے

گور میری نُور سے بھرنا خدائے ذُوالکرم
حضرت محمودؒ انجیرِ اولیا کیواسطے

کیا عجب گر پرسشِ مُنکر نکیر آسان ہو
بوعلیؒ رامتینیؒ بوالعلےٰ کیواسطے

مومنوں میں حشر ہو میرا جنابِ کبریا
بابا سماسیؒ محمدؒ خوش ادا کیواسطے

آفتابِ حشر میں مجھ پر ہو سایہ عرش کا
حضرتِ میرِ کلالؒ اولیا کیواسطے

نامۂ اعمال مجھ کو ہاتھ سیدھے میں ملے
شہ بہاؤ الدینؒ تاج الاولیا کیواسطے

پلۂ نیکی ہو سنگیں عدل کے میزان میں
شہ علاؤ الدینؒ شمس الاولیا کیواسطے

عیب پوشی حشر میں کرنا میری ستار تو
خواجہ یعقوبؒ چرخی باوفا کیواسطے

برق کی مانند طے ہو جائے راہِ پُل صراط
شہ عبید اللہؒ احرارِ اولیا کیواسطے

جامِ کوثر دے پلا دستِ محمدؐ سے مجھے
اس محمدؒ زاہدِ صاحب رضا کیواسطے

اور ہوں فردوس میں ہمسایۂ حضرت نبیؐ
خواجہ درویشِ محمدؒ پر ضیا کیواسطے

ہووے اہل اللہ میں یارب وہاں میرا شمار
خواجہ امکنگیؒ ولی صاحب شفا کیواسطے

بعد اسکے ہو وہاں دیدارِ رب مجھ کو نصیب
باقی باللہؒ مقبول الدعا کیواسطے

آتشِ دوزخ کا ہو مجھ کو نہ کچھ خوف و خطر
شہ مجددؒ الف ثانی ذوالعطا کیواسطے

دین و دنیا میں مجھے خوشحال رکھنا اے خدا
حضرت معصومؒ مرشد راہنما کیواسطے

کر زباں کو سیف میرے قلب کو پُر نور کر
خواجہ سیف الدینؒ تاج الاتقیا کیواسطے

اتباعِ شرع میں ثابت قدم رکھنا مجھے
خواجہ عابدؒ نقشبندی پارسا کیواسطے

نورِ دل سے ہو بدن روشن میرا فانوس دار
شہ محمد محسنؒ نور الہدیٰ کیواسطے

نورِ عرفاں سے میرا دل کر منور اے خدا
حضرت نورِ محمدؒ اولیا کیواسطے

جو میری اولاد ہو سب ہو تقی و پارسا
میرزائے جانِ جاںؒ پیشوا کیواسطے

بابِ رحمت کھول دے مجھ پر خداوند غفور
شہ غلامِ باعلیؒ صاحبِ ہدیٰ کیواسطے

ذکرِ حق ہو روز و شب مونسِ میرا اے ذوالمنن
بوسعیدِ اولیا نجم الہدیٰ کیواسطے

جز خیال نورِ حق کچھ دل میں گنجائش نہ ہو
شاہ مولینا شریفؒ الاولیا کیواسطے

حافظ حاجی محمدؒ شاہ محمودؒ اللقب
آرزو بر لا میری اس پارسا کیواسطے

شاہ قادر بخشؒ خواجہ خواجگاں حق کے شہید
بخش دے مجھ کو خدا اس مقتدا کیواسطے

تیرے در پہ آ پڑا ہوں اپنا کرلے اب مجھے
شہ توکلؒ شاہؒ پیر رہنما کیواسطے

دو جہاں کی کُل مرادیں میری اور سبکی بر لائے خُدا
خواجۂ محبوب عالمؒ پیشوا کیواسطے

ہو مجھے عشقِ الٰہی اور ہو حُبِ نبی
خواجۂ صدّیق احمد باصفا کیواسطے

فاتحہ شریف

اوّل درود شریف گیارہ بار بعدہٗ الحمد شریف بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ ۙ۬ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ؕ آمین سات بار بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمۡ یَلِدۡ ۙ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ ۙ وَلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ؕ سات بار۔ بعدہٗ درود شریف گیارہ بار۔ بعدہٗ بڑے خشوع کے ساتھ کہے یا اللہ۔ الحمد شریف۔ قل شریف کا ثواب مجلسِ محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچا کر طفیل رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خواجہ پاک خواجہ محبوب عالم شاہ صاحب تا حضور پُرنور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیرانِ سلسلہ کی خدمت شریف میں پہنچا دے۔ بحق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ۔

تاریخ طبع کتاب
فیض انتساب خیرالخیراعنی مرغوب السّلوکؒ

مصنّفہ: حضرت خواجہ محبوب عالم سیدوی رحمۃ اللہ علیہ

از جذبات عقیدت فقیر درگاہ اُمید وار نگاہ نظام الدّین توکّلی شادیوال گجرات



خواجۂ محبوب عالم سیدوی
مظہرِ رمزِ توکّل شاہ اوست
گوہراں ناسفتہ بر قرطاس سُفت
از نوشتن مقصدِ خواجائے من
اہلِ دُنیا حُبِّ دُنیا داشتند
زاہداں از زہد کردند پُرسبو
تو مخواہ دُنیا مخنّث نیستی
مرد باش و در صفِ مرداں بیا
وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا بگیر
زاہداں رفتند بر گامِ نبیؐ
اِنتظارش کن مبیں صُبح و پگاہ
در نگاہش ہست جانِ تو نہاں
سجدہ گاہِ عاشقاں درگاہِ اُو

واقف و غوّاص بحرِ عاشقی
قاسمِ کنزِ توکّل شاہ اُوست
رمزِ مستانِ الٰہہ در قال گفت
نیست جز نغماتِ عشقِ ذُوالمنن
اہلِ دیں بس حُبِّ عقبیٰ داشتند
عاشقاں در سینہ دارند وردِ ہُو
ہم مجو جنّت مونث نیستی
ہوش باید یاد کن عہدِ بلیٰ
تاکہ باشی از ہدایت مُستنیر
عاشقی گر زیر قدمش دِل نہی
با دل و جاں خواہ زاد فیضِ نگاہ
ہست آں نُورِ الٰہی جانِ جاں
منتہائے عشق و ذوق و جستجو

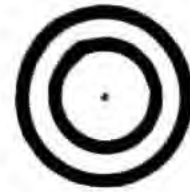
گر نمازت اشتیاق و انتظار / بہر تست آغوشِ رحمت بیقرار
زیبِ گردن کن مُوئے گیسوئے اُو / شو قتیلِ خنجرِ ابروے اُو
بہرِ احمدؐ مُضطر و بیتاب دِل / نزدِ حق ست گوہرِ نایاب دِل
گر ز جُنبش چاک و امانت شُدے / لُطفِ سرمدواں کہ قربانت شدے
کارِ عاشق دیدنِ لیلائے دِل / ہمّتِ او رستن ازایں آب و گل
عاشقاں از دو جہاں بگریختند / جان و دل در راہ مولیٰ ریختند
ہمّتِ مردانہ در صحرائے نجد / ایں ہمہ آفاق را آرد بوجد
عاشقی در وصلِ او منزل تراست / دین و دنیا ایں ہمہ بازارہاست
از ہمہ بازارہا مستانہ رو / وز ہمہ نیرنگہا بیگانہ شو
تو دریں دُنیائے دوں زی بےخطر / زانکہ لَاخَوْفٌ ز معشوقت خبر
ہم بعقبیٰ رو ولے رو بےحزن / مژدہ لَایَحْزَنُوْنَ در قلب زن
قطرۂ از عشق واں آبِ حیات / اطلبوھا گر تو می خواہی ثبات
ایں دُرِ مکنون را محفُوظ دار / پاسباں باشی ہمہ دم ہوشیار
ایں بسینہ دار گوہر بےبہا / ہاں بہائش ہست دیدار و لقا
پیشِ جاناں نہ درِ مکنونِ ایں / زانکہ بہرش نیست بہشت بیش ازیں
گر خریدارت بود آں جانِ جاں / تو بیابی کنزِ رمزِ کُن فکاں
احتیاط از پیروانِ حرص و آز / تا نہ نیفتی در کفِ دُزدانِ راز
ہست رمزِ عشق فیضِ سرمدی / ہر کس و ناکس نیابد آگہی
کارِ بندہ بندگی بہرِ رضاست / لیک فضلش واں کہ یُؤتی من یشاست
جنّتِ عشّاق دیدارِ خداست / خطّۂ سفراست ہرچہ ماسواست
مرحبا اے طالبِ اقلیمِ عشق / اے ذبیحِ خنجرِ تسلیمِ عشق

حبّذا اے کشتۂ شمشیرِ عشق　　شاد باش اے بسمل و نخچیرِ عشق
خواجۂ من در ہمہ تحریر ایں　　داد لفظِ عشق را تفسیر ایں

گیر با عین الیقیں باشد عیاں
کاں یدِ بیضا برائے عاشقاں

۳۳۴
۱۶۳۱
۱۹۶۵ء

مئی ۱۹۷۳ء



۷۸۷
(۷۹۷)

سفر کا آغاز کرنے سے پہلے پڑھنے کی دُعا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ اَنۡتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالۡخَلِیۡفَۃُ فِی الۡاَھۡلِ اَللّٰھُمَّ اَصۡحِبۡنَا فِیۡ سَفَرِنَا وَاخۡلُفۡنَا فِیۡ اَھۡلِنَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ وَعۡثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الۡمُنۡقَلَبِ وَمِنَ الۡحَوۡرِ بَعۡدَ الۡکَوۡرِ وَمِنۡ دَعۡوَۃِ الۡمَظۡلُوۡمِ وَسُوۡءِ الۡمَنۡظَرِ فِی الۡاَھۡلِ وَالۡمَالِ.

ایضًا : دُسۡتُوۡر یَا اَصۡحَابَ النَّوۡبَۃِ اَنۡ تُرَاعِیۡنَا بَیۡتَنَا اِلٰۤی اَنۡ نَرۡجِعَ

۷۸۷
(۷۹۷)

سفر کا آغاز کرنے سے پہلے پڑھنے کی دُعا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ اَنۡتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالۡخَلِیۡفَۃُ فِی الۡاَھۡلِ اَللّٰھُمَّ اَصۡحِبۡنَا فِیۡ سَفَرِنَا وَاخۡلُفۡنَا فِیۡ اَھۡلِنَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ وَعۡثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الۡمُنۡقَلَبِ وَمِنَ الۡحَوۡرِ بَعۡدَ الۡکَوۡرِ وَمِنۡ دَعۡوَۃِ الۡمَظۡلُوۡمِ وَسُوۡءِ الۡمَنۡظَرِ فِی الۡاَھۡلِ وَالۡمَالِ

ایضًا : دُسۡتُوۡر یَا اَصۡحَابَ النَّوۡبَۃِ اَنۡ تُرَاعِیۡنَا بَیۡتَنَا اِلٰۤی اَنۡ نَرۡجِعَ

ضرت خواجہ محبوبِ عالم شاہ سیدوی رحمۃ اللہ علیہ

یفۂ اعظم حضرت قبلہ توکّل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ

کی

دیگر تصانیف

رصہ سے منصۂ شہود پر رونق افروز ہونے والی تصوّف کی چند مایۂ ناز
کتابیں جن کا مطالعہ مردہ دلوں کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتا ہے اور
دل نورِ ایمان سے منوّر ہو جاتے ہیں۔ یہ کتابیں آپ کے لئے بہترین مونس
و ہمدم ثابت ہوں گی۔ مطالعہ شرط ہے۔

ذکرِ خیر المعروف صحیفۂ محبوب

مشتمل برحالات سراپا کرامات و خوارق عادات نمونہ سلف حجّۃ خلف

متوکّل علی اللہ حضرت خواجہ توکّل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری

بے نظیر تصنیف

شب حسین بر عرش بریں

المعروف

اسراء جمیل الی رب الجلیل

جو کہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدات واقعات اور عجائبات پر ایک بے نظیر تصنیف ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ باضافہ

اسلامی تصوف

جو کہ حضرت خواجہ صدیق احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیدوی کے قلم سے نکلا ہوا شاہکار ہے جو کہ تصوف کی حقیقت سمجھنے کیلئے ایک نادر تحفہ ہے۔

اَورادو وظائف کا بے نظیر مجموعہ

ذکرِ کثیر

المعروف

محبوبُ السّلوک

جس میں سلسلہ نقشبندیہ مجدّدیہ کے اورادو وظائف کا تفصیل

سے ذکر کیا گیا ہے جو کہ ہر عقیدت مند کے لئے نہایت ضروری ہے

تنویر الابصار

جس میں راہ طریقت کے دقیق مسائل پر سلجھے ہوئے
انداز میں بحث کی گئی ہے

علاوہ ازیں حضرت خواجہ صدیق احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی بے نظیر تصنیف

ذِکرِ محبُوب

جو کہ حضرت خواجہ محبُوب عالم شاہ صاحب سیدوی رح خلیفہ اعظم حضرت خواجہ توکّل شاہ صاحب انبالوی رح کی سوانح حیات کا ایمان افروز مجموعہ ہے۔ جس کے مُطالعہ سے اس صدی کے ایک محبُوب ترین عالم دین عظیم المرتبت علمبردار تصوّف اور صاحب کرامات ہستی کی تصویر سامنے آجاتی ہے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیدوی کی تمام تصانیف

مندرجہ ذیل کسی ایک پتہ سے طلب فرمائیں،

(۱)

صاحبزادہ محمدؐ احمد سجادہ نشین آستانہ عالیہ توکلیہ محبوبیہ
سیدا شریف۔ تحصیل پھالیہ۔ ضلع منڈی بہاؤالدین

(۲)

صدر بزم توکلیہ بابو محمد اکرم صاحب

۴۵۰۔ بی، ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

